THE BOOK WAS DRENCHED

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222614
UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—880—5-8-74—10,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱ ک ۳۱۴ Accession No. 35

Author ظ ک

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

دامن و جیب اے ظفر چاک ہو تو ہو رفو
دل نہین جاتا سیا یہ جو پھٹا تو پھٹا

بتون کی ہے وہ آشنائی کا دھندا
کہ ہر جبین ساری خدائی کا دھندا

وہ جب دیکھو آئینہ ہی دیکھتے ہین
ہے ہم کو نہین خود نمائی کا دھندا

جسے یار مرے پر نہ عاشق ہی چھوڑے
خیال وصال و جدائی کا دھندا

ہمارا تو پیشہ ہے رندی ہمیشہ
ہوا ہمسے کب پارسائی کا دھندا

پڑی منھ پہ آئینہ کے خاک کیا کیا
ملے خاک مین یہ صفائی کا دھندا

رہے ہر خم و پیچ مین لف جانان
وبال اُسکو ہر کج ادائی کا دھندا

رہا جب تلک دم رہا ساتھ دم کے
ظفر سب برائی بھلائی کا دھندا

دیکھکر رخ پہ ترے زلف دوتا کا پھندا
جا پھنسا طایر دل تھا وہ بلا کا پھندا

ہاتھ آئے نہ کسو کے بھی یہ آہو نگہان
نہ پڑے پانو نہین گر شرم و حیا کا پھندا

اُسکی قدرت کا ہے یہ کھیل یکو لاہی کہان
خاک کو باندھتا ہی دیکھو ہوا کا پھندا

رہے زنار محبت مین گلا کیون نہ پھنسے
کہ یہ ڈالا ہوا ہی بت ہر خدا کا پھندا

بحر ہستی ہی عجب دام گہہ صید اجل
جا بجا جسمین ہی گرداب فنا کا پھندا

طائر ہوش کو پرواز نہین کرتا ہی سکار
تیرے تار نگہ ہوش ربا کا پھندا

جلد دوم دیوان ظفر

جسنے تری خاطر سے دل زار بھی چھوڑا
تو بھی نہ وہ یار اور اک یار بھی چھوڑا

کیا ہوگا رفو گر سے رفو میرا گریبان
یہ بخیہ جنون تو نے نہیں یار بھی چھوڑا

دیں نہ یکے گیا کفر کے بھی کام وہ عاشق
تسبیح کے ساتھ اُسنے تو زنار بھی چھوڑا

گو شہر میں تری چشم سیہ مست کے دل نے
کی جبہ جگہ خانۂ خمار بھی چھوڑا

اس سے ہو غریو مکو تسلی کہ ابل نے
مفلس کو جو مارا تو نہ زردار بھی چھوڑا

تیرے غمزے نہ ہمسے رکھوا خلاص نو سیدھا
تم پیار سے رکتے ہو تو لو پیار بھی چھوڑا

کیا چھوڑے اسیران محبت کو وہ جسنے
صدقے میں اک مرغ گرفتار بھی چھوڑا

پہونچی مری رسوائی کی کیونکر خبر اسکو
اُس شوخ نے تو دیکھا اخبار بھی چھوڑا

کرتا تھا جو یاں آنے کا جھوٹا کبھی اقرار
مدت سے ظفر اُسنے وہ اقرار بھی چھوڑا

اُدھر تو دست وحشت نے گریبان کھینچکر پھاڑا
اُدھر ہر خار صحرائی نے دامان کھینچکر پھاڑا

نہ اتنے مجھسے تم کھینچتے نہ اتنا تم سے دل ہٹتا
مرا دل رات کو تمنے تو جانان کھینچکر پھاڑا

تماشا کش ہے جنون کے تیرے دیوانے نے مرکر بھی
کفن اپنا نہ خاک بیابان کھینچکر پھاڑا

دیوانہ وہ ہون مین کہ جسے لڑکے دوڑے ۔۔۔ ہین گو بھبو مین مارتے پتھر بھرا پھرا
مجکو تھکا دیا دل خانہ خراب نے ۔۔۔ ہر جا ہون نکے عشق مین گھر گھر پھرا پھرا
بک بک کا نا صحونگی نہ مجکو ہوا اثر ۔۔۔ آخر وہ چپکے بیٹھ رہے سر پھرا پھرا
یہ صید تیرا بستۂ فتراک تو ہوا ۔۔۔ قاتل بلا سے حلق پہ خنجر پھرا پھرا

پھرتا مزاج اُنکا کسی سے نہین ظفر
لیکن مرا جو مجھ سے مقدر پھرا پھرا

آشنا بحر محبت مین کوئی گر تیرا ۔۔۔ ہنسے جانا کہ یہ تیرا کف سمندر تیرا
ایسا گھبرا کے گرا ڈوبنا گیا گرتے ہی ۔۔۔ دل ترے چاہ زنخدا نہین دم بھر تیرا
لال کاغذ کا کنول بنکے یہ تیر سر آب ۔۔۔ لخت دل آنسو نہین لو ن مرا آگر قیرا
آفرین تجکو دلا بحر غم عشق مین تو ۔۔۔ خوب سیدھا روش شیر دلاور تیرا
بحر بخشش مین کیون ڈوبی گرانبار گنا ۔۔۔ کہ نہین پانی پہ ہرگز کوئی پتھر تیرا
دست و پا مارکے اپنے دم بسمل کہ گیا ۔۔۔ خون کے دریا مین تیرا عاشق مضطر تیرا
جسطرح پانی پہ تیرے کوئی تنکا ہر طرح ۔۔۔ آب گریہ مین ہمارا تن لاغر تیرا
رکھدیا سینہ تری تیغ پہ اپنا مین نے ۔۔۔ آب شمشیر ہہ مین مثل شناور تیرا

تیرنا عشق کے دریا مین اگر سیکھے دل
تو ظفر پہلے اسے ہاتھون کے اوپر تیرا

جو ورفوجہان کا ہو گدا اُسکو ظفر
بادشاہی سے زیادہ ہے گدائی مین مزا

سال کب ہی شام سی اپنا ساتھ تک ایکسا
دوپہر تک ایک سا ہی دوپہر تک ایکسا

کیا تلون ہی کہ رہتا ہی نہین انکا مزاج
آتے آتے اپنے گھر سے پھر سے گھر تک ایکسا

اُنکی جو اُمڈے دم گریہ تو پھر دریا ہی خون
موجزن تھا دل سی لیکر چشم تر تک ایکسا

کیا نکالے طائر دل زلف کی پھندیا سے اُنکی
اُنمین وہ اُلجھا ہوا ہی بال و پر تک ایکسا

جانتے ہین یہان نہین رہنے کو لیکن اُنسے بھی
شوق اسباب اقامت سی سفر تک ایکسا

لدرہا داغون سے ہون نخل چمنا کی طرح
سر سی لیکر پانون تک پانون سے سر تک ایکسا

واہ کیا میدان چٹیل خاک اُڑانے کیلیے
عشق کا صحرا اور بھر ہی ادھر تک ایکسا

چھونکدی ہی کسنے بیتابی یہان الٰہی کہ ہی
مست غفلت بیخبر سے باخبر تک ایکسا

روے نو خط پر ہین کیا مژگان و ابرو دیکھنا
ہی یہ مصحف یکقلم زیر و زبر تک ایکسا

میرے سینہ مین کمان ابرو ترا تیر نگاہ
واہ ہی کیا کارگر دل سی جگر تک ایکسا

کشور صحراے وحشت ہو گیا ہے اب خراب
ورنہ تھا آباد مجنون سے ظفر تک ایک سا

نہ تو جھانکا نہ اُسے روزن در مین تا کا
ہمنے تا کا بھی تو سو رشک جگر مین تا کا

عرش سی فرش تلک جو ہی وہ سب ہین اُنمین
کیا بتائین کہ ہی کیا ہمنے بشر مین تا کا

کیا کہیں دیکھا خطِ فراق اُس مہ پہ نور کا
کہکشاں ہے چاک ہے سینہ شبِ دیجور کا

مطلع ثانی

ہے یہ حال ناتوانی عاشق رنجور کا
سر پہ ہے سایہ گرانِ مژگانِ چشمِ مور کا

مطلع ثالث

ہے تو انسان پر ہے یہ عالم بت مغرور کا
جلوہ ہستوئی پری کا سا ہے چہرہ حور کا

اشک کے قطرے کو کیوں نہ ہو مزاج مژگان تنک
حق ہے اصلی مرتبہ ہے زاہد پرنصور کا

کرتے ہیں ہر دم مشبک جو مری آہوں کے تیر
چرخ پر انجم ہے ہمسر خانۂ زنبور کا

دور ہیں دل سے جو دیکھے تو وہ تر دیک ہے
تجھ بن ایمن ہے بظاہر ایک صدۂ دور کا

دل نہیں کھلنے کا دل پر جب تلک ہے داغ عشق
قفل تو ہندی ہے یہ اس خانۂ معمور کا

میرے نالے سے قیامت بھی کہے ہے الامان
دیکھنا دم بند کر دیگا یہ دم میں صور کا

آدمی کو چاہیے آدم شناسی اے ظفر
ہے یہ فرمودہ ہمارے حضرتِ تیمور کا

جب خون نظر یار کی شمشیر سے ٹپکا
میخ ہو قطرہ فلک پیر سے ٹپکا

مطلع ثانی

جو قطرۂ پیکان کہ ترے تیر سے ٹپکا
خون ہو کے وہ رخمِ دلِ نخچیر سے ٹپکا

سنبل پہ گئی اوس ہی پڑا جبکہ دمِ غسل
پانی تری اُس زلف گرہگیر سے ٹپکا

رکے جب اشک تو کیا جائے سوئے منزلِ دوست
ارادہ دل نے بھی بے قافلہ کیا نہ کیا

بتا کہ خوشۂ انگور دیکھ کر تو نے
تصورِ دلِ پُر آبلہ کیا نہ کیا

دیے ہین فرطِ محبت مین اُسنے داغ مجھے
بلا سے اور عطا کچھ صلا کیا نہ کیا

مُرید زلف جو دل ہو کے زلف کو بھولا
کم اُسنے اپنا کہو سلسلہ کیا نہ کیا

گلے بندھا تھا جو عاشق کی زیست کا جھگڑا
اجل سے پوچھو کہ کچھ فیصلہ کیا نہ کیا

عدو اگرچہ بڑا شیر دل تھا لیکن دیکھہ
ظفر نے دم مین اُسے زیر و لا کیا نہ کیا

فلک پہ مہر نے پیدا بہت فروغ کیا
پر اُسکے رخ سی جو دنیا مین کیا فروغ کیا

سرہانے قدِ قمری کی عشق نے شب عرس
چمن مین سرو کو لمسادہ مثلِ توغ کیا

دیا جو عشق نے شورابۂ سرشک مین
تو نوشِ جان اُسے ہمنے مثالِ دوغ کیا

شکوہ عشق مین کام آئی دونون نالہ و آہ
کیا علم اُسے ہمنے تو اُسکو توغ کیا

کل اک حریص نے تخفیف وقت پر خواری
عجیب کی ظفر آروغ کو اروغ کیا

بو خط لکھا تو بھیجدے یار اپنے ہاتھ کا
بنواؤن دست بند نگار اپنے ہاتھ کا

جوشِ جنون سے جیب مین آتا نہین نظر
ثابت بچا ہوا کوئی تار اپنے ہاتھ کا

زخمی کو اپنے آپ شکستہ چھوڑیے
اک اسپہ اور کیجیے ار اپنے ہاتھ کا

رخ جو زیر سنبل پیچ و تاب آجائیگا | پھر کے برج سنبلہ میں آفتاب آجائیگا

مطلع ثانی

تیرا احسان ہوگا قاصد گر شتاب آجائیگا | مجھ کو دیکھ کر خط کا جواب آجائیگا

مطلع ثالث

ہو نہ بیتاب اتنا گر اسکا عتاب آجائیگا | تو غضب میں ایدل خانہ خراب آجائیگا
اسقدر رونا نہیں بہتر لب اشکو روک | ورنہ طوفان دیکھ اے چشم پر آب آجائیگا
پیش ہوویگا اگر تیرا گناہوں کا حساب | تنگ ظالم عرصہ روز حساب آجائیگا
دیکھ کر دست ستم میں تری تیغ آبدار | میرے ہر زخم جگر کے منھ میں آب آجائیگا
اپنی چشم مست کی گر دشنہ اے ساقی دکھا | دیکھ چکر میں ابھی جام شراب آجائیگا
خوب ہوگا ہاں جو سینہ سے نکلجائیگا تو | چین مجکو اے دل پر اضطراب آجائیگا

اے ظفر اٹھ جائیگا جب پردہ شرم و حجاب
سامنے وہ یار میرے بے حجاب آجائیگا

مثال گوہر اک تھو نسی جو آنسو بنکے نکلیگا | تو ساتھ اسکے برنگ لعل لہو بنکے نکلیگا
تری محفل میں جائیگا کوئی کیسا ہی گرد انا | وہ دیوانہ مجھی سا پیرو بنکے نکلیگا
پکارا تھا جو اسکو دوست اپنا جان کر میں نے | سنا نا گہہ وہ دشمن بد خو بنکے نکلیگا
ہو ہوگی جو اشک اس قد کی یاد میں جاری | تو نالہ دل حزیں سرو لب جو بنکے نکلیگا

سلجھے گا کیونکر دیکھیے دل زلف یار سے
بے طرح اسمین الجھا ہو اُلجھاو پڑ گیا
چوکھٹ مین ہی شیخ دہی میکدہ مین ہے
ناحق کا تیرے دل مین ہی کھٹکا وٹر گیا

بازی لگاوے عشق کی چوسر مین شوق سے
پو بارو مین ظفر جو کوئی داؤ پڑ گیا

مصور جبکہ اُسکی صورت مقبول کھینچیگا
نہین کھینچینگے زلف اور ایک قصہ طول کھینچیگا
کوئی قطرہ عرق کا گر ترے رخسار پر دیکھا
چمن مین لیا نجاکت موتیہی کا پھول کھینچیگا
نہ کر تو دیر کارنیک مین کیا جانے کیا ہوگا
اگر اس کام مین کچھ عرصہ ای محمول کھینچیگا
پے تشہیر بعد از قتل بھی جرم محبت پر
مقرر کو بکو وہ لاشۂ مقتول کھینچیگا
جو ہوگا مرد مقتول اُسکو ہوگا پاس ناموس اُسکا
اگر دور آپکو کھینچیگا نامقبول کھینچیگا

ظفر گرچہ نہین ممکن اُسکا کھینچکے پھر آنا
مگر یہ جذبۂ دل اُسکو بے محمول کھینچے گا

ڈھب نے رونیکا تری بزم مین اک آن بنا
مجھپہ یارون نے لیا پہلے ہی طوفان بنا
جب بھری آہ نبی سو کہ عشق مین تیرے
شعلۂ آہ مرا تیر کا پیکان بنا
خانۂ چشم مین کسطرح مری آئی خواب
کہ خیال رخ دلدار ہی دربان بنا
بنگئی جان پہ اور تو نے نجانا ہرگز
ہاے تو اپنا مری حال سے انجان بنا
کیونکر حسرت سے نہ مین ہاتھ چباؤن ظالم
ہاتھ سے اپنے جو دی غیر کو تو پان بنا

فرق مجھ مین اور مجنون مین نہو گر میرا نام
ہو نہ سیر کاغذ تصویر مین لکھا ہوا

ای موس آ کی تست کے لکھے کی خاک ہے
ہے یہ جو کچھ نسخۂ اکسیر مین لکھا ہوا

مصحفِ رخ کی تری تفسیر ہی پر کوئی
پڑھ تو دی کیا کیا ہی اس تفسیر مین لکھا ہوا

خوب جو دیکھا تو پایا سب وہ تجھ مین ای ظفر
جو کہ ہی اوصاف عالم گیر مین لکھا ہوا

مین ہی دیوانہ فقط کیا تیرے نقشہ پر ہوا
ای پری نقاش کا بھی نقشہ دیگر ہوا

دل مرا تھا غم کا گھر ای دلبرِ ناوک فگن
جبکہ تیرا تیر آیا اور گھر مین گھر ہوا

تو تو ہی نازک زیادہ گل سے بھی ای نازنین
پر خدا جانے ترا دل سخت کیون پتھر ہوا

جسکو ای ساقی دکھائی تو ذرا چشم مست
پھر نہ وہ میکش کبھی منت کشِ ساغر ہوا

بنگیا بستر پہ جسم زار اک بستر کا تار
تیرا بیمارِ محبت اسقدر لاغر ہوا

جب ہوا تیرا قدر غنا چمن مین جلوہ گر
سرو پر پامرو کے اک فتنہ محشر ہوا

گرم ہو کر منہ پر آتا ہی ہمارے طفل اشک
منہ لگانے سے یہ لڑکا دیکھو کیا ابتر ہوا

بنے جانا تھا کشش دل کی اسی لائیگی کھینچ
اس کشش سے تو کشیدہ اور وہ دلبر ہوا

فی الحقیقت وہ برے ہین جو سمجھتے ہین برا
اے ظفر اسکی طرف سے جو ہوا بہتر ہوا

ہاتھ ملتا ہون کہون کیا یار جانی کیا ہوا
ہاتھ سے وہ قول کا پھلا نشانی کیا ہوا

رفیق ایک تھا دل سو وہ دور ہے ہوا
نہ اُسکو رکھ سکے یہ قصور ہے ہوا

بنایا تجھے جو عجز اپنا ای بت مغرور
تو اور تجھکو زیادہ غرور ہے ہوا

اسی سے عشق مین وہ تو ہو تجھے خراب کہ صبر
نہ تجھسے اور نہ دل نا صبور ہے ہوا

اگر تمنا ای ہیوہ گو ہین ناصح
تو ہم کلام وہ کیون بے شعور ہے ہوا

ہوا ہمارا کا گر حوش تو یقین ہے ہین
کیون بھی دست گریبان ضرور ہے ہوا

جہان مین جبکہ ہو حسن و عشق جلوہ نما
جفا کا تجھسے وفا کا ظہور ہے ہوا

نظر بہشت مین کیونکر سکے کا دل اپنا
خدا ہمارا اگر رشک حور ہم سے ہوا

دخواش تمنا کا ہون مین سو ذلیل کہ کہتا ہوا
کیون ہوا جاک ای محبت سینہ گل کیون ہوا

مطلع ثانی

عاشق بدل ہے تو کیون نالہ کرون تا
در بدر تو تا بے صبر و تحمل کیون ہوا

دختر رز ہات اسکا تھامکے نہین
دست گل خوردہ ہمارا دستہ گل کیون ہوا

تھا نشین محفل اس سے ہمای بار تو ہوش
سب بلب محفل مین تجھسے غزل کیون ہوا

گر نہین پھر نہال ظالم جنبش ابرو تری
شہر مین ملک دل مین پتھر زلزل کیون ہوا

گر نہین آشفتہ تیری طرح پر شکن
یا غمین اتنا پریشان حال سنبل کیون ہوا

در پی ایذا پر کا تو کیلیے باندھ رہے ہے
سست ای غافل کمر بند توکل کیون ہوا

مطلع ثانی

گر زخم پر اکودہ ہو خوناب کا پھاہا
ہم رنگ ہو برگ گل شاداب کا پھاہا

دلریش کو اس نرگس مخمور کے مرہم
کیا چاہیے کافی ہے مے ناب کا پھاہا

کام آیا نہ زخم دل صد چاک کسی سے
اک مرہم کافور ہے مہتاب کا پھاہا

اپنے خط عارض سے پھٹا ہے زہر کی چپ
چپکا نہ مرے زخم پہ سیماب کا پھاہا

منت کش مرہم ہوں نہ ہجر و ز ازل سے
دیکھا نہیں زخم گل سیراب کا پھاہا

گرمی سے مرے خون شہادت کی عجب کیا
آبہ ہو جو خورشید جہانتاب کا پھاہا

وہ زخمی شمشیر حوادث ہے کہ جس کو
آسے ہے نظر چرخ بھی زہراب کا پھاہا

زخم دل عاشق کی خورش میں کمی ہو
بالفرض اگر اسپر ہو گرداب کا پھاہا

پروردگو تربت سے غرض کیا کہ غریب
یکساں ہے گزری کا کہ ہو کمخواب کا پھاہا

پھوڑا سا نہ کیوں پھوٹ بہے دل طفر اسپر
ہے مرہم غمخواری احباب کا پھاہا

تو نے جو گل کیطرف نہ غیرت گلشن دیکھا
کبھی آئینہ میں اپنا نہ عین دیکھا

مطلع ثانی

بہ جبین ہمنے سجدہ کیا بس جا پہ دیکھا
تا بارش میں جبہا اک روشن دیکھا

تو ہوا جیسے کہ ادہم دست جنون فت آنا
ہمنے ثابت نہ کبھی جیب و دامن دیکھا

دل کو فوج غم و حسرت کا ہی ہر وقت خیال
ہی یہ سالار سپہ فکر سپہ مین اُلجھا

زلف کو اُس مہ مہ مست کی بیتابی پر
مین نے چھیڑا تو وہ کیا کیا ستہ مین اُلجھا

ہون وہ آتش قدم اس دشت مین جسکا دامن
روش برق نہ خار رہ مین اُلجھا

اے ظفر خوب کیا جسنے کیا ترک لباس
نہ رہا جامہ و دستار کلہ مین اُلجھا

عجب اس عشق کے دریا کا ہے اجرا دیکھا
خدا کا جلوہ دیکھا انمین اور ہر دم نیا دیکھا

مطلع ثانی

نہ پوچھو پوچھنے کو تو نہین ہمنے کیا دیکھا
خدا کا جلوہ دیکھا انمین اور ہر دم نیا دیکھا

مطلع ثالث

ترے عالم کو اے یکتا ہی عالم ہمنے کیا دیکھا
یہی دیکھا کہ عالم مین تجھسا دوسرا دیکھا

ہوے جب ذات سے موقوف کے ہم آشنا ہین
کہا ناصح نے تو ہمنے محبت کا مزا دیکھا

تو بیگانہ آشنائی نے ہمین جسکی اُلفت سے ہمنے
نہ دیکھا آشنا دیکھا تو بس نا آشنا دیکھا

نہ دیکھا آنہ کی مکل مین نعوذ نے وہ ہرگز
تماشا ہمنے جو دل کر کے اپنا پر صفا دیکھا

کبھی دیکھے محل باغ اور کبھی اُنمین آبادی
کبھی دیکھی خرابی اور کبھی ویرانہ سا دیکھا

چراغ و شمع مین کیا برق مین کیا اور شرر مین کیا
جہان دیکھا وہان اک جلوہ بیرنگو کا دیکھا

گیا کیا کیا گزر عالم ظفر آنکھون کے آگے سے
کہین کیا ہمنے جہان مثل صنم نقش پا دیکھا

عشق ہے یا بلا کہ اسمین ظفر
ایک عالم کو مبتلا دیکھا

کچھ جواب اُسنے دیا خط کا جو اُلٹا سیدھا
نامہبر نے مرے سنہ لیا گھر کا سیدھا

خلق سمجھی کہ شب تار مین ہی کا ہکشان
مانگ کر خط ترے بالون مین جو دیکھا سیدھا

ہمسے ہر بات مین وہ کاہیکو ٹیڑھے ہوتے
ہمنشین ہوتا نصیبہ اگر اپنا سیدھا

خوشنویسون نے کہا دیکھ کے بینی اُسکی
لکھا ہی کاتب قدرت نے الف کیا سیدھا

ہی یہی طالع وارثون اگر اپنا ایدل
نہوا ہی نہ کبھی ہمسے وہ ہوگا سیدھا

اُسنے گلشن مین دکھا کے قد دلجو اپنا
خوب ہی سرو لب جو کو نہایا سیدھا

سیدھ باندھی ہی مرثیے نے فلک کی ایسی
کہ یہ جب سینہ سے نکلا ہی پنجا سیدھا

زلف کافر کی کجی پر بھی یہ ٹیڑھا نہوا
دل مراد دیکھو مسلمان ہی کیسا سیدھا

ٹیڑھی باتون کو پسند آتی ہین ٹیڑھی باتین
اے ظفر اپنا تو انداز ہے سیدھا سیدھا

سبب اس رنجش بیجا کا پتا کچھ بھی نتھا
وہ آزردہ ہوا مجھسے کہا کچھ بھی نہ تھا

کیونکہ ہوتا ترے بیمار محبت کا علاج
جانتا کوئی طبیب اسکی دوا کچھ بھی نتھا

رنج و غم مین ہی ہا مین جو ہمیشہ ہی عشق
میری تقدیر مین اور اسکے سوا کچھ بھی نتھا

اشک خون پونچھتی جبتک کہ نہ تو ذیرے
شوخ ہاتھون مین ترے رنگ حنا کچھ بھی نتھا

لگے دنیا سے جب شاہ و گدا دونون ہوئے یکسان
کہ کوئی صاحب زر کوئی بے زر تھا تو اس جا تھا

کیا کیون چاک سینہ کو جگہ محبی دل کے پہلو مین
لگانا بھکو اے قاتل جو خنجر تھا تو اس جا تھا

لگے جہدم نکلنے پیہم ترے اشک کے موتی
کھلا پھر کہ پہان گنج گوہر تھا تو اس جا تھا

ہمین جنت مین بھی میخانہ یاد آئے گا اے ساقی
کہ ہے جو عیش وہ ہمکو میسر تھا تو اس جا تھا

ظفر آرام سے بیٹھے گا جا کر اسکے کوچے مین
نہین ہوگا وان مضطر کہ مضطر تھا تو اس جا تھا

اسکا عاشق پہ عتاب اور نتھا یہی تھا
کہ کوئی چشم پر آب اور نتھا یہی تھا

دیدۂ تر سے ترے دیکھتے ہم کیفیت
بن ترے جام شراب اور نہ تھا یہی تھا

خط مرا پھاڑ کے ظالم نے یہ قاصد کو
اور کہا اسکا جواب اور نتھا یہی تھا

گر شکنجہ مین تجھے لف کا اسنے کھینچا
تنگ کر دل کہ عذاب اور نتھا یہی تھا

گر کیا کام تمام اسنے مرا خوب کیا
کہ کوئی کار ثواب اور نتھا یہی تھا

جب خودی اپنی اٹھا کر اسے دیکھا ہے
تو یہ جانا کہ حجاب اور نہ تھا یہی تھا

دیتا تھا اس زلف کو شب آرایش کیا کیا آنکھون سے
لیتا پنجۂ مژگان سے مین اپنے کار شانہ تھا

چاہیے تھا اے ناوک افگن دل پہ لگانا تیر لگاہ
چھوڑ دیا کیون اسکو تو نے یہ تو خوب نشانہ تھا

پوچھتے ہو کیا مجھ سے عزیز و حال غم تنہائی کا
مین تھا اور غم خانہ تھا غمخوار غم جانانہ تھا

بل بے تب اندوہ محبت اُف رے گرمی داغ فراق
دل تھا کیا پہلو مین ہمارے گویا آتش خانہ تھا

کوئی ملا گر اشک کا قطرہ عشق مین تیرے شک کیا
جانا اپنی قسمت مین ہان یہ ہی آب و دانہ تھا

حسن و جمال یار ظفر جب رات کو بزم افروز ہوا
شمع رخ پُر نور پہ اُسکے ماہ بھی اک پروانہ تھا

کبھی رونیکا جو ہی عشق مین تا بو بنتا ہی — دل کا خون بنتا ہی اور خون کا ہی آنسو بنتا
تو چین مین جو دکھاتا قدر عنا اپنا — دار قمری کے لیے سرو لب جو بنتا
تنکے یہ مردم ہشیار سے ہوا تے ہین — وحشی آنکھو نسے ترے کیونکہ نہ آہو بنتا
کی عبث تیشہ زنی ہوتی جو تقدیر بھلی — کام فرہاد کا بے قوت بازو بنتا

کب ہوا تدبیر سے حاصل ظفر مقصود دل
اے نکو نیت تری نیت مین جو تھا سو ہوا

پاس عارض کے ترے کان کا گوہر چمکا
دن دیے پہلوے خورشید مین آخر چمکا

خون مرا اُس رخ گلگون کا ہوا گلگونہ
قتل ہونے سے مرے شوخ ستمگر چمکا

رو بہ اُس رخ پُر نور کے ماہِ تابان
رات کو کر کے شب تاب سے کمتر چمکا

تا زیانہ جو کیا طرۂ مشکین نے ترے
تو سن ناز ترا اور بھی کافر چمکا

چرخ پر ٹھہری تری عقدِ ثریا کی چمک
جیکہ ماتھے پہ ترے راکبِ جوہر چمکا

کلبۂ تار مین میرے نہین کار چراغ
آتشِ عشق سے داغِ دلِ مضطر چمکا

آئنہ خاک سے پاتا ہے جلا کیا ہے عجب
خاکساری سے اگر صاحبِ جوہر چمکا

ہو گیا زردیِ رخسار سے عاشق کو فروغ
سچ ہے انسان کے جہان ہاتھ لگا زر چمکا

شعلۂ آہ مرا جا کے فلک پر برسا رو ز
اے ظفر مہر درخشان کے برابر چمکا

تھا یہ کیا کہ ہے ہمسر دلِ بیتاب ہمارے کا
اُسے تو دیکھ کر ہوتا ہے زہرہ آب پارے کا

وہ یار سبزہ زار چرخ مین ہے کونسی بوٹی
بناتا ہے سایہ جس سے یہ مہتاب پارے کا

کوئی مہتاب مر کر عشق مین گر خاک ہو جاوے
تو نہ دیکھا اپنی خاک کشتہ ہو نایاب پارے کا

کرے فریاد کیا بلبل کہ ہے منظور شبنم کو
ترے اب کان مین بھرنا گل سیراب پارے کا

دل

دل سے بہتر نہین غم کے لیے کوئی زندان
اے ظفر خوب ہوا دل مین جو غم بند ہوا

جگر کا عشق مین سوزان جو داغ ہوا اچھا
اندھیری گور مین بھی یہ چراغ ہوا اچھا

ہوا بھی اچھی ہے گلشن مین گل بھی اچھے ہین
جو ساتھ یار کوئی خوش دماغ ہو اچھا

جو اشک خون سے ہو گلزار رشک دامن
تو اپنی سیر کو اک آہ بھی باغ ہو اچھا

اٹھاؤ غیر کو پہلو سے میرے رشک چمن
کہ عندلیب کے کیا پاس زاغ ہو اچھا

نہ اشک خون سے ہو اچھی سوائے گلگون
نہ چشم تر سے زیادہ ایاغ ہو اچھا

ہمارا راہنما جب تلک نہ ہو عنقا
کمر کا اسکی نہ ہمسے سراغ ہو اچھا

سوائے کنج قناعت ظفر بشر کے لیے
کہین جہان مین نہ ہرگز فراغ ہو اچھا

دل سے اک نالۂ موزون کو جہان کھینچ لیا
نقشۂ قدرت ای سرو روان کھینچ لیا

جان جانگی نخل میری اگر تیرا نکلا
تمنے دل سے مرای چارہ گران کھینچ لیا

بال شانے نے جو اس زلف سیہ کا کھینچا
اس سیہ بخت کا تار رگ جان کھینچ لیا

کیا مرے قتل کو کم تھی یہ کشیدہ ابرو
تو نے شمشیر کو اپنی جو میان کھینچ لیا

جذبۂ شوق نے تیرے طرف میخانہ
خانقہ سے مجھے اے پیر مغان کھینچ لیا

تیری تصویر کو کیا صفحۂ دل پر ہمنے
دیکھ لے دست و قلم آئینہ سان کھینچ لیا

توڑی مرض غم نے تری اسطرح سے جان
گھبرا کے غمگسار سرہانے سے اُٹھ گیا

وہ تھا جو مہ وہ مہ کے لیے اعتبار نور
سب میر ایک جلوہ دکھانے سے اُٹھ گیا

تھا کسکا تجکو پاس کہ تو میرے پاس سے
محفل مین بیٹھے بیٹھے بہانے سے اُٹھ گیا

وہ جانتا تھا مجسا نہین ہے کوئی حسین
میر سوائے حُسن بنانے سے اُٹھ گیا

ہمصورت اپنے اسکو جو آئے کئی نظر
حیران ہو کے آئینہ خانے سے اُٹھ گیا

تھا میرے اور اُسکے جو پردہ سا اک ظفر
یکبارگی دوئی کے اُٹھانے سے اُٹھ گیا

لکھا جو خط مین وہ کیون نامہ بر کو کھولدیا
کہ اُسنے جا کے بیان ہر بشر سے کھولدیا

بُرا ہو تیرا محبت کہ یار پر تو نے
جو دل کا راز تھا سب اک نظر سے کھولدیا

ہم اپنا آج گلا کاٹ ڈالتے لیکن
نہ خنجر آپنے اپنی کمر سے کھولدیا

ہم اک نگاہ پہ دل دیچکے ہین رے وہ اگر
کہ ہمنے مول پہ اس عشوہ گر سے کھولدیا

نہ کھولتے کبھی دروازہ ہم عدو کیلیے
مگر خفا نہو تو تیرے ڈر سے کھولدیا

دل و جگر کے ہی روز نمین بانس کا رستہ
اودھر سے بند کیا تو اُدھر سے کھولدیا

ہمارے شوق نظارہ مین کچھ تو ہی گرمی
جو گھونگھٹ آپنے رخسار پر سے کھولدیا

کبھی نہ دل سے کھلا اسکے زلف کا عقدہ
الٰہی شانہ نے یہ کس ہنر سے کھولدیا

بندھیگا زلف سے گر دل تو کھل سکیگا نہ پھر
یہ حال پہلے ہی ہمنے ظفر سے کھولدیا

لکھ کے خط وصلی پہ کیا تو خط جاتا ہی ہمین
سُن چکے ہم غیر سے تجکو تو تل ہو گیا

تھی اجل کو سو تو نا مل لیکن اُسکی چشم سے
کام اپنا اک نظر مین بے نامل ہو گیا

فاتحہ مین تو نہ آیا حسرتا و احسرتا
اور اس حسرت مین عاشق کا ترے قل ہو گیا

ساتمہ اس شامت کے مارے کیے سر اپنا تو نہ مار
اے ظفر دل تو اسیر زلف و کاکل ہو گیا

خط ا دیکھ مین جو کہون اس سے خط پڑھا نگیا
پڑھا گیا مگر اچھی نمط پڑھا نہ گیا

تھا سیہ صفحۂ رخسار پر خط گلزار
ہجوم خال سے تھے جو نقط پڑھا نہ گیا

ہمارا مخبر غونی جو تھکے مین گیا
لکھا ہوا تھا کچھ ایسا غلط پڑھا نہ گیا

جو کوئی مصرع مضمون گریہ ہنسنے لکھا
کسی سے شکل خط موج شط پڑھا نہ گیا

پڑھا تمام مرا نامہ اُسنے حرف بحرف
بو مدعا تھا وہی ہان فقط پڑھا نہ گیا

ترے مریض کا نسخہ طبیب نے جو لکھا
قلم کا ایسا دیا اُسنے قط پڑھا نہ گیا

لکھا ہے کیا مری تقدیر مین خدا جانے
پڑھا اگر یہ ظفر سو نمط پڑھا نہ گیا

سینے مین اک دھواں سی کبی بار اٹھکے رہگیا
نکلا نہ میرے دل کا بخار اٹھکے رہگیا

پہلو مین میرے شک سے کیا کیا اٹھا نہ درد
پہلو سے غیر کے جو وہ یار اٹھکے رہگیا

صحرا مین اے شکار فگن کھا کے تیر ابتر
اُٹھا جو کوئی تیر انشکار اٹھکے رہگیا

گلرو ہین بہت گلشن اخلاق مین لیکن
تجسا کوئی اے شوخ گل اندام نپایا

آغاز محبت کو تو ہان سمجھے ہم اچھا
اچھا پر اس آغاز کا انجام نپایا

لٹکی عجب انداز سے ہے رخصہ تری زلف
ایسا خط تعلیق مین بھی لام نہ پایا

جینے کا مزا عاشق ناکام نے تیرے
جز تلخی مرگ اے بت خود کام نہ پایا

دولت سے اس اپنے لب خاموش کے ہمنے
کچھ بزم جہان مین ظفر آرام نپایا

بکتے بکتے ناصحا تیرا تو بھیجا پک گیا
اور سنتے سنتے اب میرا کلیجا پک گیا

دل مین وہ پھوڑا نہین اپنے کہ پک کر پھوٹ جاے
تو اگر جراح کہتا ہو کہے جا پک گیا

چاہتے تھے ہم یہ مدت سے کہ پکے خیال
خواہ اے ہمدم بجا تھا خواہ بیجا پک گیا

دل ہوا اے ظالم مرا نخل محبت کا ثمر
اب نہین کچا رہا یہ اسکو لیجا پک گیا

جسم خاکی اپنا ظرف خام تھا اسنے ظفر
آتش غم سے پکانیکو جو بھیجا پک گیا

وہ داغ عشق دل ناتوان نے کھایا
کہ جسکے داغ پہ گل آگ جہان نے کھایا

کہان گیا مرا فاصد خبر نہین اسکی
زمین نے کھایا کہ ہے آسمان نے کھایا

کلام تلخ کیے سنیے کیا گلی مین ترے
کہ زہر مجھپہ ہر اک پاسبان نے کھایا

نکلکے چشم سے لی سیدھی جیب کی راہ
نہ پھر پلٹنو نکے کاروان نے کھایا

تب چرخ بھی گا اور گرمی سے سوا خورشید کو
نالۂ سوزان مرا گر آسمان پر پھر گیا

بوالہوس نے بھی کیا تھا اُنسے اقرار وفا
لیکن اس اقرار سے وہ امتحان پر پھر گیا

جب ہلی مژگان تمھاری ایک خنجر ساہوئی
یاں گلوئے عاشق آزردہ جان پھر گیا

بجھ سکا سوز جگر میرا نہ جوش گریہ سے
گرچہ اس طوفانسے پانی اک جہان پر پھر گیا

اب تو ہم دل کو بچالائے نہیں لائینگے پھر
گریہ ہو کر شیفتہ اُس دلستان پر پھر گیا

دیر کیا اور کعبہ کیا دونون سے دل میرا ظفر
پہونچتے ہی اُس صنم کی آستان پر پھر گیا

نہ اُسکا بھید یاری سے نہ عیاری سے ہاتھ آیا
خدا آگاہ ہے دل کی خبرداری سے ہاتھ آیا

نہوں جنکے ٹھکانے ہوش وہ منزل کو کیا پہونچے
کہ رستہ ہاتھ آیا جسکی ہشیاری سے ہاتھ آیا

ہوا حق میں ہمارے کیون ستمگار آسمان اتنا
کوئی پوچھے کہ ظالم کیا ستمگاری سے ہاتھ آیا

اگرچہ مال دنیا ہاتھ بھی آیا حریصونکے
تو دیکھا ہنسے کس کس ذلت وخواری سے ہاتھ آیا

مگر ظالم دل آزاری جو دل منظور ہی لیتا
کسیکا دل جو ہاتھ آیا تو دلداری سے ہاتھ آیا

اگرچہ خاکساری کیمیا کا سہل نسخہ ہے
ولیکن ہاتھ آیا جسکے دشواری سے ہاتھ آیا

ہوئی ہرگز نہ تیرے چشم کو بیمار کو صحت
نہ جبتک زہر سرمۂ خطر رنگاری سے ہاتھ آیا

کوئی یہ وحشی رم دیدہ تیرے ہاتھ آیا تھا
پرای صیاد وش قتل کی گرفتاری سے ہاتھ آیا

ظفر جو دو جہانمین گوہر مقصود تھا اپنا
جناب فخر دین کی وہ مددگاری سے ہاتھ آیا

ردیف با، موحدہ

جہان ہی دل لگی یا ہمدگر دونکی وجہ سے
لگی ہوں ہی دلمین وان خبر دونکی وجہ سے

بتونے منہ سے وہ ادہم ہونمین جب پردہ چہانکہین
رہی اک ٹکٹکی دو دو پہر دونکی وجہ سے

مزا جب ہی کہ ہم وہ یون لپٹ کر انکو سوین
نہ بدلی جاے کروٹ تا سحر دونکی وجہ سے

اٹھاتا کیون ہے رنسا و نے نوزنفکو رہنے دے
حفاظت کیلیے ای سیمبر دونکی وجہ سے

صرادل اور جگر موڑے نہ منہ تیغ دو ابرو سے
وہ پھینکے بوٹیان گر کاٹکر دونکی وجہ سے

نہ مرتا کوہ مین فرہاد اور بادشت مین مجنون
نہ لیجاتی اجل دونکو گر دونکی وجہ سے

وہ دیکھے آینہ اور ہم اسے یہ کیا تماشا ہی
کہ ہم اک جلوہ منظور اور دونکی وجہ سے

نجاے بحکیکو بہمن فی شیخ کعبے کو
محبت گر نہو دے راہ پر دونکی وجہ سے

ہوے وہ حسن مین مشہور اور ہم عشق مین رسوا
رہی شہرت جہانمین اے ظفر دونکی وجہ سے

کرتی ہی ہر لحظہ مجکو بیقرار کیا ہی خراب
کاہش جانسے ہوئی ہین بھی حزین کیا ہی خراب

ماہ سر گردان ہی اور ماہی تہ بار گران
خوب دیکھا تو یہان ہی ہمہ ماہی خراب

دیکھ میرا حال کیا سوز گداز عشق ہے
بزم عالم مین ہی جون شمع سحر گاہی خراب

وانہو غنچہ تو پھر کیون ہو پریشان استقدر
کرتی ہے اسکو صبا تیری ہوا خواہی خراب

نکلے چاہ غم یار کے غریقوں کو
کوئی بجلی ایسی مصطر آشنا نہیں آتا

وہ کونسا ہے کشمکش ترا ستم ظالم
جو خود بخود تری جانب کھنچا نہیں آتا

تمہارے وصل کو جیتے گذر گئے مہ و سال
گلہ ظفر کو کچھ اس کے سوا نہیں آتا

یار آکے مرے پیش نظر تو نہیں سکتا
اور آکے تو دیکھو تو ادھر تو نہیں سکتا

منہ تا نہ کبھی منہ تری شمشیر جفا سے
میرا سا کسیکا بھی جگر ہو نہیں سکتا

بھاتا نہیں زیبا نہ کیوں ساتھ جہاں کے
بے توشہ تو یہ مجھسے سفر ہو نہیں سکتا

تم لاکھ کرو حضرت دل نالہ و فریاد
چاہو کہ ہو کچھ اسکو اثر ہو نہیں سکتا

کچھ سمع نے ہی معجزۂ عشق دکھایا
سرکٹ کے تو بید کبھی سر ہو نہیں سکتا

جبتک کہ تصور نہ ترا انتوں کا تمہارے
آنکھو نہیں سکر اشک گہر ہو نہیں سکتا

کیا کیا نہ کیے میر نے ظاہ خرابی
براب بھی تو دلمیں ترے گھر ہو نہیں سکتا

رسوا کہاں کرتا ہے کیا کیا مجھے گریہ
میں چاہتا ہوں ضبط مگر ہو نہیں سکتا

جو کام کیا تمنے محبت میں جنوں کی
واللہ کسی سے بھی ظفر ہو نہیں سکتا

جو وہ قاتل نہ اپنے ہاتھ میں خنجر لیے پھرتا
تو یہ سر باز پھر کیوں سر ہتھیلی پر لیے پھرتا

اگر پتھر بڑے تو بجوں اس کی خوشی پر
تو یوں ہر طفل کیوں ساتھ کیوں نہ پھر لیے پھرتا

شعر تر آنسے نکالے کہ سہائے دریا
اے ظفر طبع رواں نے تری طوفان اوگلا

خدا خواستہ گر خط مین میرا نام آجاتا
تو قاصد پر غضب ہی اے وہ نامہ کام آجاتا

جو کرتا اُنکے یان آرام وہ آرام جان اپنا
تو اے جان جہان آرام کو آرام آجاتا

ترے کوچے سے آنے مین تو ٹال اپنا ہوتا ہی
کہ ہمکو ضعف سے بیخویش پر گر کام آجاتا

ہوس طوبائے جنت کی نہوتی تیرے گلشن کو
اگر تو گور پر اے سرو گل اندام آجاتا

ہوا سیلے ہی کام آخر ترے ناکام کا ورنہ
کسی دن اے بت خود کام تیرے کام آجاتا

پیام مرگ کیون پہنچا اجل قاصد کو بھیجا تا
جو قاصد لیکے تیرے وصل کا پیغام آجاتا

گر فتاری بصد سون مین ہوئی آخر چمن سے مین
بھلا اسطرح کیون صیاد زیر دام آجاتا

تری دولت سے ہوتے ساقیا جنید و بایزید ہم
اگر اس مے مین ہم تھوڑے کوئی حاصل کر آجاتا

خیالت سے دکھاتا مہر نہ اپنا ماہ گر دونبر
ظفر وہ بام پر اپنے جو خوش شام آجاتا

کسیکی نیکو بدت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا
جواب خط مین دقت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا

خطا کی مین نے ایسی کیا جو اُسنے یہ نہ پوچھا
تجھے غم کیا تھا حسرت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا

قلم خط لکھتے لکھتے مجکو اُسنے رکھدیا کیون
سبب کیا تھا حقیقت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا

جواب خط کیا جسپر تکلم انداز تو نے
وہ بات اے ہمدرد کیا تھی خط لکھا تو ہوتا

رخشار روشنیانی لعل تابانی الماس

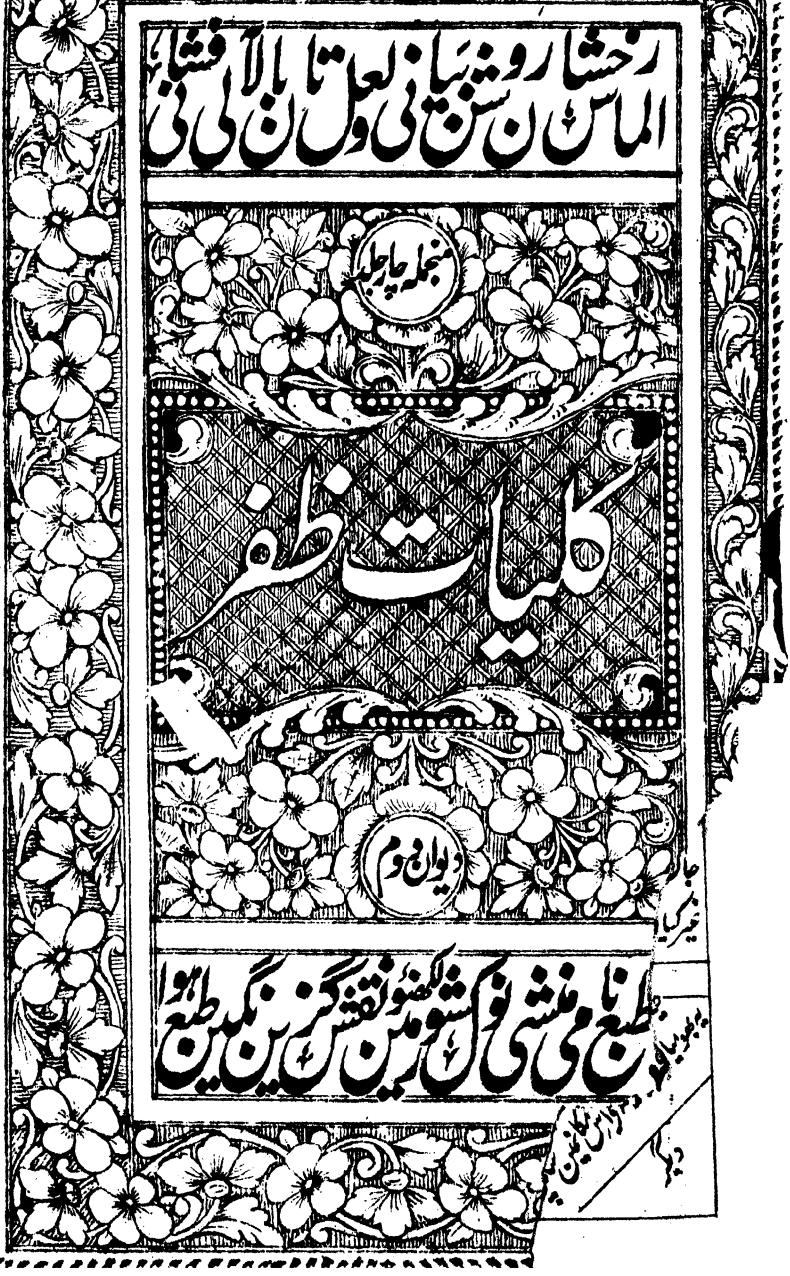

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدایا تو دلدار مشکل کشا ہے
بھولا ہوں تجھ کو تو مجھ کو بھلا نہ
بیہوش ہو نہیں دیکھ کے اس جنس کو آگہ
جیسے کہ ابھی اس نے نشہ ہوش سنبھالا
ہو داغ بدل آتش خسار سے تیرے
گر دون پہ قمر اور زمین پر گل لالا
سنبھلے ہے بیچ مرد دل تیرہ ہی زلف
کیونکر یہ بچیگا کہ جسے ہو اسے کا
اللہ رے تری جنبش مژگان ستم کش
اک پل میں کیے تو نے دو
تیرے رخ و خط کے تصور سے ہمیشہ
ہو کلبہ تاریک
جا بیٹھی نکل جان مری مجھ کو ندار
تیرا پتا اگر تجھ
ہر خار بیابان ہو موتی سے بروتا
جب پھوٹے

کرتی ہے غمزہ نرگس فتان عجب عجب
مارے ہے تیغ سبطلی ہیہان عجب عجب

گہ یاس و گہ امید و گہی رنج و گہ خوشی
مہمان سرائے دل مین ہین مہمان عجب عجب

شب کو جو اسکی زلف کا بندھے ہی خیال
ہم دیکھتے ہین خواب پریشان عجب عجب

مجروح تیغ عشق کو دکھلائے ہے مزے
قاتل ترا یہ بیک افشان عجب عجب

اے چشم بار بار نہ دیکھ اشکبار
ہر بار تجھسے اٹھتی ہین طوفان عجب عجب

سرنامہ میرے نام کا اور خط رقیب کا
ظالم ترے ستم کے ہین عنوان عجب عجب

ہو جاؤن کیونکہ محو تماشا نہ یک بیک
دیکھون تماشے جاکے جو ہین وان عجب عجب

غمزہ عجب نگاہ عجب اور ادا عجب
کچھ دلربائیونکے ہین سامان عجب عجب

وہ لوگ اس زمانے مین ہین اے ظفر کہان
دیکھے ہوے ہین آپنے انسان عجب عجب

یون تو سیکھے ہین بہت آپنے عالم سے فریب
سیکھو عالم سے نرالا کوئی تم ہمسے فریب

مطلع ثانی

ایکدن وہ تھا کہ تم پوچھتے تھے ہمسے فریب
اب لگے آپ ہین دنیا ہین سو دم سے فریب

جام مے دیکھے ہین کہتے ہو لو ساغر جم
بارے دنیا لگے کم اب آپ بھی جم جم سے فریب

جان کر مار سیہ بوسہ نہ لینے پائے
کھا گئے سب کو ہم اس طرہ پرخم سے فریب

غیر کیا دیگا فریب آنکے لگا حول ولا
بھاگے ہی صورت شیطان اس آدم سے فریب

چلے کہان ہسے روٹھ کر تم اُٹھائے تمنے قدم جھپ
انجانے دینگے لپٹ کے بوسے تمھارے لے لینگے ہم جھپ
زبان ہی چینچی سی انکی چلتی جو کچھ کہ کترینگے گل تو اے دل
اوڑاہی دیوینگے تیرے پُرزے ابھی خدا کی قسم جھپ
جو ہمکو دو حرف تم ہو لکھتے تو پہروں تم دل مین سوچتے ہو
یہ کیا کہ غیرونکو خط پہ خط ہو ہمیشہ صاحب رقم جھپ
نفس کی ہی جو کہ آمدو شد بغور کر سیر اسکی غافل
کہ دیکھ طے ہو رہی ہے کیونکر رہ وجود و عدم جھپ
خدا بچاوے کہ ان لیٹرون کو یا دلپ جھپ ہی اس بلا کی
کہ لے ہی جاتے ہین دین و ایمان کو لوٹ کر یہ صنم جھپ
زہے نصیب اُنکے عاشقونکے کہ بے تامل رہ وفا مین
اڑادے سر ایک دم مین سبکے وہ لیکے تیغ دودم جھپ
ظفر ہزار آفرین و تحسین کہ واہ کیا خوب اس غزل مین
لکھے ہین اشعار عاشقانہ اُٹھا کے تو نے قلم جھپ
ہوگا ظاہر یہ مرا درد جگر آپسے آپ
تجکو ہوجائیگی بیدرد خبر آپسے آپ

مطلع ثانی

ہی پسند اپنی تو زاہد بادہ خمار و نکا ملاپ
ہو مبارک تجکو یہ پرہیزگار و نکا ملاپ

مطلع ثانی

تیری یاری مین گیا سب سے یارون کا ملاپ
ایک ملنے ہی تری چھوٹا ہزارون کا ملاپ

ملتے ہی پروانہ ساں جان اپنی کی تجھپر نثار
تو نہ دیکھا شمع و ہم جان نثارون کا ملاپ

جو ہی میرا دوست تم دشمن ہوئے اسکی جان کی
تمکو بھاتا ہی میرے دوستدارون کا ملاپ

رنج و غم دونون یہ مدت سے مری مین غمگسار
ترک مجھسے کیونکہ ہو ان غمگسارون کا ملاپ

زخم دل انکو بھی ملجائین اگر منظور ہو
ای ستمگر تجھکو اپنے دلفگارون کا ملاپ

پس نہ ہین و آسمان کے تو نہ فلا بے ملا
ہمنشین ہے سخت مشکل ہمیارون کا ملاپ

کیا جلا آئینہ کو ہوتی ہی خاکسر تجھے
صاف کر دیتا ہی دلکو خاکسارون کا ملاپ

دیکھ باعث مہر کے دل پر ہوا کاغذ کے داغ
ای ظفر اچھا نہین ہے نامدارون کا ملاپ

ردیف تاے فوقانیہ

خواہ ہو جمعہ کی اور خواہ ہو اتوار کی رات
کٹے مشکل سے ہی ظالم تری بیمار کی رات

ندیا نے خلق نے تری مژگان کے مجھے
نشتر خار تھے بستر مین جگہ تار کی رات

تار اشکونکا جو باندھا تھا مری آنکھون نے
ہر مژہ ایک لڑی تھی در شہوار کی رات

بولتے طولی تصویر کو دیکھا کسنے — کیونکہ نکلی دہن عاشق حیران سے بات

اے ظفر مجھا بنایا کرے باتیں لیکن
اسکے من فضل من آتی نہیں انسان سے بات

پسند طبع ہو ہو سیری اک جہان کو بات — نہ بھائی وہ کبھی اس شوخ بدگمان کو بات
لگی ہے کان ملاحت ظرافت تیرے کان — کہے ہو کیا یہ خدا جانے لگے کے کان کو بات
دکھا نہ رنج مجھے اپنی تو جدائی کے — نکالی اور کوئی تیرے امتحان کو بات
کہا لیلی محمل نشین نے مجنون سے — کہ راز کی نہ ہو معلوم سار بان کو بات
سنی نہ بات کوئی اس نے ہنسے مرے شنام — ہی آگئی ہے اس شوخ بدگمان کو بات
کہے تو کیا کہو عاشق کہ بھول جاتا ہے — وہ دیکھتے ہی تمہاری ادا دان کو بات

اگر چہ پیر کی ہے بات سو دسند ظفر
مگر خوش آتی نہیں وہ کبھی جوان کو بات

نہ ہوا یہ اگر ہمیں ہوا محمل نشست — سمجھ تو ہرنفس اپنی رہ اجل میں نشست
اٹھے ہے درد سا پہلو میں تیرے ابیداد — رہے ہے غیر کی جیتے ہی بغل میں نشست
خدنگ عشق کا میں ہوں ہدف ہمیشہ سے — کہ دلپہ کی مرے اس تیر نے ازل میں نشست
جو نشین در سے انکے بھی تو محفل سے — ہماری ہوتی ہے موقوف بھی بغل میں نشست
ہمیشہ شہر میں آہ دل بیمار و دست بکار — نہ بیٹھ دشت میں نوح اور نہ کہیل میں نشست

بوٹی کا کیمیا کی سُنا سا ہون کیون جنت
تو جان سبزہ رنگ کی بھی کیمیا شناخت

ہستو وفا مین جان تلک اپنی فدا کرین
پر تجکو بھی ورفا کی ہوای ہو قا شناخت

تیغ نگہ کے تیرے بسمل ہین جو یکدم
اُسکی نہین کسیکو ہمارے سوا شناخت

پہچان لینگے اور جواہر تو جوہری
پر جوہر شہ کی ہے بشکل لا شناخت

پوچھون ظفر طبیب سے اپنی دوا سے درد
پر اُسکو اس غرض کی ہو کچھ تو ذرا شناخت

آجاے ہی جو صفت تری صیاد مین صورت
ہو جاے ہے بیان اور سبی اک نگین صورت

بتخانہ چین مین کوئی دیکھیگا کافر
تیری سی نہین عالم امکان مین صورت

زلفون سے تمھاری ہون پریشان زیادہ
دیکھو مری اس حال پریشان مین صورت

ہون عاشق سرباز مجھے یوالہوس آکر
دکھلائیگا کیا عشق کے میدان مین صورت

ہے صاف ترے تکمہ کی اختر مین شباہت
ملتی ہی مہ نو مین گریبان مین صورت

یوسف بھی ہوای شوخ ترا محو تماشا
کھنچوا کے جو بھیجین تری کنعان مین صورت

دیوانہ ترا بنکے جو مین خاک اڑاؤن
مجنون کی بگڑیگی بیابان مین صورت

تجھ بن یہ ہوئی شکل کہ پہچانے ہین دوست
مشکل ہی مری کلبہ احزان مین صورت

کیا دیکھتا ہے آئینہ اے شوخ پری رو
دیکھ اپنے ظفر کی دل حیران مین صورت

سمجھ نہ صحن چمن میں اسے گل نرگس
مجھکی ہوئی ہے ظفر چشم رخمار بسمت

ہو خوب گرچہ عکس سے کنعان کی صورت
لیکن ہے کہان تیری سی اس شان کی صورت

ہو شاخ گل اس بن مجھے کیا تیر کے مانند
آتا ہے نظر غنچہ بھی پیکان کی صورت

صورت کو تری صورت تصویر سے نسبت
ہو آپ تری عاشق حیران کی صورت

سودائی تری ہستی ہیں ہا جان پریشان
اے یار تری زلف پریشان کی صورت

یاد آتی ہے ہر سورہ قرآن کو سنکر
وہ روے کتابی مجھے قرآن کی صورت

کہتا ہوں جو صورت مجھے لیجان دکھا دے
کہتا ہے کہ کیا دیکھیگا تو جان کی صورت

انسان ہے وہی جسمیں ہو انسان کی سیرت
ہیں یوں تو ہزاروں ظفر انسان کی صورت

ردیف تاے ہندی

روز لیتا ہے جو خون عاشق مضطر کو چاٹ
لگ گئی ہے کیا یہ اے قاتل تری خنجر کو چاٹ

ایسی دنیا کی حلاوت پر گرے اہل ہوس
جائینگی یہ مکھیاں گویا کہ اس شکر کو چاٹ

جرعۂ مے کا تو زاہد کو کہاں ہے حوصلہ
مست ہو جاے اگر لیوے ذرا ساغر کو چاٹ

کان کے آویزہ لعلین پہ کب ہے زلف یار
سانپ پتھر چڑھا ہے لیتا ہو پتھر کو چاٹ

جانتی ہو کہ وہ مجھسے ہے کشیدہ خاطر
ہمنشینوں سے اُسے تم بھیجیے کیوں لائے عبث
غیر کا سر ترے زانو پہ رہیگا یوں ہیں
سر کو کوئی سنگ سے مکرائے تو ٹکرائے عبث

کیا کام کچھ ایسا جو وہاں کام آتا
کھوئی یاں عمر ظفر ہنسے یونہیں ہائے عبث

ہیں یہاں رنج کی آثار خوشی کے باعث
اشک آنکھوں سے ٹپکتے ہیں ہنسی کے باعث
عجب آیا ہیں عالم نظر اللہ اللہ
دیکھیں ان وا نتو ہیں بند جو سی کے باعث
ہو دل سمجھو مجھے خواہ بتا دو خفقان
ہے یہ جو کچھ سو تمھاری خفگی کے باعث
میرے زخموں سے نہ رکھ آب دم تیغ دریغ
خشک لب جاتے ہیں تشنہ لبی کے باعث
تم جو غصے ہو تو غصہ مرے سر آنکھوں پر
پر بشرطیکہ نہو اور کسی کے باعث

سطر ابرو ہیں اس روی کتابی پہ ظفر
ترک کاتب نے لکھی ہے غلطی کے باعث

ردیف جیم تازی

غم فرقت ترے جسکا رہو بند مزاج
سو مفرح سے بھی اوسکا نہو خورسند مزاج
سن تو لیتے ہیں مرا حال جو کچھ کہتا ہوں
اونکا برہم مری جانب سے ہے ہر چند مزاج
آگیا چشم کے بیمار کلوم آنکھوں میں
تو نے پوچھا نہ کبھی کیوں ہے گسستہ مزاج

آتش افروز ہو ساغر مین جو دی ساقی
جلوہ گر ہو رو شمع مے ناب مین موج

ہے وہ اور ہم اوس سے ہین ظفر یون باہم
موج مین آب ہو جسطرح سے اور آب مین موج

ردیف جیم فارسی

پیچ سے زلف کے چلتا نہین ہرگز پیچ
گر یہ ہے اے دل تمامت تو وہ تقدیر کا پیچ

کرتا شانہ ہے دو چند پریشان رو آب فنا
اے ستمگار ترے جوہر شمشیر کا پیچ

حرف پیدا ہے مضمون لکھا پھیپھڑو
پیچ در پیچ ہے نو خط تری تحریر کا پیچ

بچ کے پیچ سے کوئی بھی چل گرد و نکے
گو یہ ہے پیر مگر ہے غضب اس پیر کا پیچ

پانون پر پڑ کے جو رہتی ہے مجھے نیند نہین
ای خنوت کیا ہے خدا جانے یہ زنجیر کا پیچ

لیگئی بچ کے کس پیچ سے یہ دل کو
نہ کھلا مجھ سے کچھ اوس زلف گرہگیر کا پیچ

سیکڑون پیچ دو ہر بات مین کرتا ہے ظفر
ایک ہو لو کا دن اوس شوخ کی تقریر کا پیچ

چل گیا دیکھ دو اوس زلف گرہگیر کا پیچ
تھا یہ اپنی ہی بخت سیہ اپنی ہی تقدیر کا پیچ

بوسہ دینے مین ہو تم پیچ کی باتین کرنے
ہم نکالینگے کوئی اور ہی تدبیر کا پیچ

صفحۂ زلف کو رکھکر سر ابرو دیکھو
تینے دیکھا نہو گر جوہر شمشیر کا پیچ

خبر نہ تھی ہمکو آنسو نکی کہ ہوتا یہ طال اسی اثر — ہوئی ہوا ہی ستم ترے گلے کی آخر کو ہار سچ مچ
نشان دانہ جان بدون ہیں اپنی دل تاج سچ مچ — کرتا وہ جا ہے سو خستہ جان ہا ہر جان تا سچ مچ
یہ کیا ستم ہے کہ میری جانب سے کوئی غمار کوئی مفسد — اگر کہو جھوٹ بھی کچھ جا تا وہ یار سچ مچ
بہاؤں رخسار پر ہیں عشق میں اپنے اسکے گلگوں — دکھاؤں تجھکو نسو اگر جانا نہیں عشق تہا سچ مچ
بجا ہے اللہ اس ملا سنہ زلف کا فر تری بلا ہے — کہ دس لیا دل ظفر ہیزار دنکا اسی مانند اسی مچ

ردیف حا و مہملہ

جہان گیا میں میر یطر نہیں نیچ آئی اور طرح — تیوری اوسنے دیکھکر مجکو آج چہ صافی اور طرح
لکھا اوسنے اور طرح پر قاصد پر چہ کاغذ کا — تو ذمری پر چے کو ہی بات بنائی اور طرح
دست و پا گیا مذ صبی ذمندی ذمحا رے ذوب ہوا — بن نہیں آتی یون تو سے ہا تہ پائی اور طرح
ظاہر و باطن ایک طرح پر تجکو نہ دیکہا آئینہ رو — دلمیں صفائی اور طرح ہے منہ پہ صفائی اور طرح
لاکھ دوائیں ہیں الہا تیری مریض ہجراں کی — ہو نہ سوا ے وصل علاج درد جدائی اور طرح
بام پہ چڑھکر کس مہوش ذجلوہ اپنا دکھایا ہا — دیتا ہمکو آج فلک پر چاند دکھائی اور طرح
ایک طرح پر بات ہو تو کہیے بات کا اوسکی بھروسا — کہتی ہیں منہ سے اور طرح پر دہیں سمائی اور طرح
غنچہ نہیں او باد صبا یہ بیکی گرہ تو کہولے گی — میری گرفتہ دل کی ہو گی عقدہ کشائی اور طرح

اوڑتے ہیں اوسان کہ دیکہیں مر کتنوں کے اوڑتے ہیں
سان پر اوسنے آج ظفر تلوار لگائی اور طرح

پھر کہان ایسے تمکنت تو کریگا ہمکو یاد
کرلے اب ہمپر ستم ای دوستان اچھی طرح

اسقدر جلدی ہے کیا بیٹھو سنبھلکر وقت ذبح
تا مری گردن پہ ہو خنجر رواں اچھی طرح

پاس لیچل اسکے کہتا ہو دل خانہ خراب
جاتا بھی ہین نہین جسکا مکان اچھی طرح

آؤ تم اسدم کہ جسدم آگیا انکھو مین دم
مینے دیکھا بھی تمکو میری جان اچھی طرح

اتنی بھی فرصت نہ دی ہمکو فلک نے اے ظفر
کرتے اُس کوچے مین ہم آہ و فغان اچھی طرح

سوز غم پیچھے پڑا دل کے ہمارے بے طرح
لائیگی گرمی محبت کی جراری بے طرح

چل بجای بزم مین تلوار دیکھای خنجو
کرتا ہے ابرو سو تو اپنے اشاری بے طرح

جنبش گیسو سے کہدی دل ہی بیتاب و توان
کوڑی اس شامت کی ماریکو نماری بے طرح

جی ڈری کیونکر نہ میرای شب تار فراق
آنکھین دکھلانی لگے مجکو ستاری بے طرح

پارہ پارہ کرکے چھوڑینگے کتان کیطرح
دلکے درپے ہین مرے آہ پاری بے طرح

تمانہ دل کو لگی کیا آگ سوز عشق سے
ہر بن مو سے نکلتے ہین شرارے بے طرح

دیکھنا سودا زدونکا اور بگڑیگا مزاج
تمنے ہین بال آج زلفونکی سنوارے بے طرح

دل کو لیکر ہم مقرر ہوگئے خواہان جان کے
مجکو آتی ہین نظر تیور تمھارے بے طرح

اے ظفر کسطرح سے کیجے بناہ
ان طرحدارونکے ہین اطوار ساری بے طرح

تری چشم کی گردش ہی جس سے اے ساقی
مثال جام ہی ہر پیر و ہر جوان کو چرخ

جو کشت و خون پہ ہماری نہین کمر باندھی
تو باندھے پھرتا ہی کیون تیغ کہکشان کو چرخ

بچے جو چرخ کی گردش سے کیا بچے انسان
یہ چرخ وہ ہی کہ دی ہے فرشتہ خان کو چرخ

نہین ستارے یہ بھرلایا اپنی چشم مین شبنم
شب فراق مین سنکر مری فغان کو چرخ

جو خاک بھی ہون تو ہون فخر دین کی در کی
ظفر چھوڑائے نہ مجھسے اس آستان کو چرخ

تری تڑپ سے دل گرم اضطراب مین سیخ
ہی اسطرح کہ ہو جسطرح سے کباب مین سیخ

خمیدہ ہوگئے اب حلقے ضعف پیری سے
قد اپنا تھا جو کبھی عالم شباب مین سیخ

تنور چرخ سے لیتے گر سنہ کبکی اڑتا
ذرا بھی لگتی اگر قرص آفتاب مین سیخ

کباب کا جو مزا ہی زبان میکش پر
کہے ہی شیخ کو یہ نشہ شراب مین سیخ

بلا وہ بنگ ہمین سا پیا کہ سنیک تو کیا
کھڑی ہو چاہیے اس جام پر شراب مین سیخ

لگو نہ شیخ کے منھ دیکھو آج اے رندو
کہ اسکی ریش کا ہر بال ہی عذاب مین سیخ

مزا شراب کا ساقی نہین بغیر کباب
پکا کے لا کوئی اس سیر ماہتاب مین سیخ

شتاب کر تو مہیا پر اس سلیقہ سے
کہ نی کباب ہو اور نی شتاب مین سیخ

وہ سیخ آہ ظفر ہے جگر کبابون کی
نہ دیکھی ہوگی کبابی نے نی خواب مین سیخ

گر چرھاؤ زہر کا فر تری چشم سیاہ — مری جاین جھاگ منھ سے ڈال کر آہو سفید
عشق کی دولت ہی کان لعل و گوہر چشم تر — سیکڑون ہین سرخ آنسو سیکڑون آنسو سفید
تار باراں کو نشے مین دیکھ کر کہتے ہین مست — ہوگئے سب ریش مین پیر فلک کے بو سفید
اشک خونین آلودہ میرا جیسے تر ہی کوئی — ایک بازو سرخ ہی تو ایک ہی بازو سفید
خانۂ دل ہی سپید اسکی سیاہی دیکھکر — کیا سفیدی سے مخل کرتا ہی اپنا تو سفید
عشق مین ہی پر سیہ چشمونکے دل اتنا کھلے — ہوگئی پیر سے گو مژگان سفید و رو سفید
خط جسے لکھتے ہو تم لکھو ہمین کیون لکھکر — رکھ لیا ہے آپ نے کاغذ ہی زانو سفید

سرخ رو ہون ای ظفر کیونکر غریب دردسنج
بیمروت ہے زمانہ ہوگئے لوہو سفید

ردیف ذال معجمہ

چھپایا تو نے ہے کس کا کوا ڑ مین کاغذ — دھرا ہوا ہی جو در کی ڈاڑ مین کاغذ
لکھے جو مصحفی خونی کو کوہ کن کی عشق — تو برگ لالہ ہو مہری پہاڑ مین کاغذ
کسیکو لکھتے تھے خط وہ پلنگ پر بیٹھے — مجھے جو دیکھا چھپایا نواڑ مین کاغذ
جلے بھنے مرا مضمون سوز دل پڑھکر — کہے ہے پھینکو پڑے ایسا بھاڑ مین کاغذ
یہ کسکی خانہ خرابی کے تم ہو در پے — دبایا لکھکے جو تعویذ اد جاڑ مین کاغذ

یہ رہی باتین ہین دل کرتی نہین تسکین کا
جاتے تھے تیر کچھل جسکے اثر سے پیشتر

فصد کی حاجت ہی کیا مجکو کہ رگ رگ مین مری
چھپ گئے وہ موی مژگان نیشتر سی پیشتر

رخصت پرواز گر صیاد تو دیتا ہمین
ہم چمن مین پہونچتے باد سحر سی پیشتر

رکھتے ہستی مین عدم سی کیون قدم اپنا ہوم
ہوتے واقف اس مقام پر نظر سی پیشتر

تھے جو خوبان زمانہ اور بھی ہان فتنہ ساز
پر یہ فتنہ تھی کہان اس فتنہ گر سی پیشتر

ضعف سی اس در پہ اب ہم نقش بر دیوار ہین
سر بہت ٹکرا چکے دیوار و در سی پیشتر

عرصۂ ہستی ہی تنگ اتنا کہ جب ہون گرم رو
یکنفس مین ہم گذر جاتین شرر سی پیشتر

مارا سرکیون کو ہکنی پتھر سے عشق مین
تیشہ اسکو مارتا تھا اپنے سر سے پیشتر

نور تھا خیر البشر کا گو تھا ظاہر مین بشر
حق اگر پوچھو بشر ہی تھا بشر سے پیشتر

دیدۂ مشتاق کا شوق نظارہ دیکھیا
چاہتا ہے مین نکلجاؤن نظر سے پیشتر

جاتے ہین پیش نگاہ یار ہو نیکو نثار
پیشتر دل سی جگر اور دل جگر سی پیشتر

پیش آیا آہ جو جو کہ راہ عشق مین
کہدیا تھا ہمدمون سے ہمنے ظفر سی پیشتر

گذرا یہ خاطر مین خطرہ اس خبر سی پیشتر
کون خط کو لیکر آیا نامہ بر سی پیشتر

مطلع ثانی

دخل کیا وہ شب کو آئین دوسے پہر سی پیشتر
صبح یہ جلدی کہ اٹھ جائین گجر سی پیشتر

ای ظفر آئیگا کون آج تمہارے گھر مین
تم جو گھبرائے ہوے پھرتے ہو باہر اندر

کرے ہی نکہت گل دمبدم چمن مین سفر — ہمیشہ خانہ بدوشون کو ہی وطن مین سفر
کچھ ایسا آنکے قاصد سنا گیا ہی پیام — کہ روح کر گئی قالب ہی اک سخن مین سفر
خدا کی راہ مین شیطان ہی سمجھ کے چلو — مسافر ہی گذرگاہ راہزن مین سفر
وہ فوارشک ہی میرے نگاہ دیدہ تر — ہمیشہ کرتا ہی دریا بموج زن مین سفر
کہان مین اور کہان کعبہ عشق یہ جانے — لکھا تھا کعبہ کا تقدیر برہمن مین سفر
جہان سی کہتے ہی ناکام کر گئے آخر — تمہارے آرزو ہی بوسۂ دہن مین سفر

ہوا نصیب مہ و مہر کو نہ خیمۂ نو
کیا ہمیشہ ظفر خیمۂ کہن مین سفر

کیونکر نہ خاکسار ہین اہل کین سے دور — دیکھو زمین فلک ہی فلک ہی زمین سے دور
پروانہ وصل شمع پہ دیتا ہے اپنی جان — کیونکر رہی دل اسکے رخ آتشین سے دور
مضمون وصل و ہجر جو نامہ مین ہی رقم — ہی حرف بھی کہین سے ملے اور کہین سے دور
گو تیر بیگمان ہے مری پاس پر ابھی — جاتی نکل کے سینۂ چرخ برین سے دور
وہ کون ہی کہ جاتی نہین آہ جسکی پاس — لیکن ہمیشہ بھاگتے ہو تم ہمین سے دور
حیران ہون کہ اسکے مقابل ہلالیہ — جو پر غرور کھینچتا ہی ماہ مبین سے دور

ردیف زا مع ب

ہمارے گھر مین جو پتھر ہین رات کو آتے
ہمین خبر ہی وہ ہین چھپر چھاڑ کے پتھر

کسی کا ایسا ہی کھٹکا کہ بند کرکے کواڑ
لگاتے آپ ہین پیچھے کواڑ کے پتھر

اگر زمانے عدو یون مراد پاؤ ظفر
تو اسکی چھاتی پہ دھر دو پچھاڑ کے پتھر

ردیف ہ ہندی

بٹھا کے غیر کو قائم نہ کر فضا کی جڑ
نکال اسکو کہ ہی یہ بشر فساد کی جڑ

جو خط کے لکھنے مین برپا ہون سو طرح کے فضا
تو ٹھہری شاخ قلم سر بسر فساد کی جڑ

قیام ارنڈ کی جڑ سے بھی کم ہی دنیا کو
کچھ اسکی اصل نہین ہی مگر فساد کی جڑ

اکھاڑ نخل طمع کو کہ باغ عالم مین
رکھے ہی یہ شجر بے ثمر فساد کی جڑ

وہ فتنہ زا ہے نگہ دل ہی یہ فساد انگیز
ادھر ہی فتنہ کی جڑ اور ادھر فساد کی جڑ

کرے جو بیشہ دوانی یہ آہ و نالہ سے
تو جانو ہے دل شوریدہ سر فضا کی جڑ

رکھے فلک سے جو اصلاح کی کوئی امید
تو سر پہ جھول رہی ہے یہ فتنہ گر فضا کی جڑ

نہ ہی شریر کوئی اور نہ کوئی مفسد ہے
ترا ہی نفس ہی بنیاد سر فضا کی جڑ

ظفر جہان مین نہو کوئی مفسدہ پیدا
نہ ہو زمین و زن و زر اگر فضا کی جڑ

جلد دوم دیوان ظفر

نظم کیون نہو ترتیب مری یاں نشست و فراز
لکھا ہے ہم نے بھی دیوان نشست و فراز

فلک کے اوج و تنزل سے اک زمانے کو
دکھا رہی ہے روش نرد بان نشست و فراز

کسے ہی جلد ہے لمحہ فنا کو طے ہم دم
سمجھتی کچھ نہین عمر روان نشست و فراز

حقیقت اوج مین ہے سایہ مین ستارہ کی
دکھاتا کسکو نہین آسمان نشست و فراز

کون بگولے کو کیا خاک مین بیابان مین
دکھا رہی ہے فلک کی کمان نشست و فراز

ظفر

ظفر ہے راہ زن خود رفتگی عجب ہموار
کہین بھی جسکی نہین درمیان نشیب و فراز

اپنا اثر دکھائے اگر عشق جان گداز
کر ڈالے کوہ کو مری آہ و فغان گداز

دل میرا موم شعلۂ آتش ہی حسن یار
ہو جاے موم آگ سے کیونکر نہ یہان گداز

تاثیر سوز دل ہی مرے کیا عجب کہ ہو
مانند شمع تن مین ہر اک استخوان گداز

دل دم مین آہ ہان خنک دل کا شل ہے
ہو آفتاب ساغر مے سے مغان گداز

دل اس کو ہے دو چار کہ جسکی نگاہ گرم
ہی عقل و فہم سوز شکیب و توان گداز

دل میرا سخت کیا ہی وہ آفت ہی میرے آہ
آہن بھی ہو تو اس سے ہو اے دستان گداز

ہمسر ہون میرے نالہ سے کیا نالہا نے
اسمین ظفر یہ سوز کہان اور کہان گداز

نکلا ہی رخ پہ خط سرای شکنہاے سبز
کیا گل زمین حسن سے سر سر ہی واہ سبز

اس شوخ سبزہ رنگ نے کشتہ کیا جسے
رہتی ہے اسکی خاک پہ اکثر گیاہ سبز

کیا اعتباریان کی خزان و بہار کا
ہر رنگ اس چمن کا گے رزو گاہ سبز

اسکی ذقن پہ سبزۂ خط کی نہین نمود
کائی سے ہو گیا ہے سر سر یہ چاہ سبز

برسا نہ زار بار یہان ابر نو بہار
نخل مراد پر نہوا اپنا آہ سبز

انسان کی زیب یہ ہے کہ یکرنگ دل ہو
ظاہر مین خواہ سرخ ہو پوشاک خواہ سبز

محو ہون یا دِ رُخ و زلف مین اسکے ایسا
بھول جاتا ہون ظفر صبح کو مین شام کی چیز

بوسہ روز آپنے ٹھہرایا تو دو روز کا وعدہ
کیون چڑھتے ہو تم اس عاشق دلسوز کا روز

رکھتا ہی مہر جہانتاب کبھی گردش مین
شوق دیدار کسی ماہ دل افروز کا روز

اشک طوفان جو اٹھا ہی کہون کیا کہ نہ پوچھ
یہ تو اک کھیل ہی اس طفل بد آموز کا روز

کل گئی ہوش و خرد آج گئے صبر و قرار
مال لیتا ہی مری جان غم اندوز کا روز

جلوہ افروز اگر ہو نہ وہ خورشید لقا
شب یلدا سے نہو کم مجھے نوروز کا روز

عشق مین ٹھہر گئی ہی یہی روزی میری
زخم کھانا مجھے اس ناوک دلدوز کا روز

چرخ فیروزہ پہ یہ مہر کو دیتا ہے فروغ
اے ظفر جلوہ ترے طالع فیروز کا روز

خاطر سے مین ہون آپکی نستا کلام تیز
ورنہ زبان تو رکھتا ہی یہ بھی غلام تیز

خورشید بھی ہی دیکھ کے گردونکو کانپتا
ہوتی ہین جب کسی پہ بالا بام تیز

لائی ہی کھینچکے کشش دل مری اسے
آتا ہی اس طرح سے جو وہ خوشخرام تیز

پی جانا اشک خون کا ہمارا کام ہی
کون ایسی پی سکے ہی سے لالہ فام تیز

گرمی ہی کیون سوا تری پیچ کی زیر زلف
ہوتا ہے آفتاب کہان وقت شام تیز

کرتا ہی عاشقون ہی کو تو ذبح تند خو
رہتی تری چھری ہی انھین پر مدام تیز

ردیف سین مہملہ

مطلع ثانی

اپنی کشتہ کی نہین وہ زلف ماتم دار اگر
کیون سیہ اپنا کیا ہی اے شبِ شانہ لباس
گل بھی ہی تیرا شہید ناز اے رشک بہار
جامہ پر خون سر رکھتا ہی شہیدانہ لباس
لیں اسے پہچان ہر یک رنگ مین اہل نظر
بدلے گر سو رنگ سے رنگین وہ جانانہ لباس

جو کہ ہین باتین فقیرونکی ظفر وہ چاہئین
اس سے کیا حاصل اگر پہنا فقیرانہ لباس

مرغ اسیر چھوٹ گئی گر قفس کے دس
صیاد تیری دام مین در آئے پھنسکے دس
رکھا نہ ساتھ انکے فلک نے تو ایک بھی
جنکے کہ تھے رفیق جہان اک نفس کے دس
ہی ساربان ناقہ برابر نہ ہو سکین
مجنون کی ایک آہ سو نالہ جرس کے دس
ساقی خوش آج بادہ کشون سو ہی لسقدر
ایک جام مانگتے ہین تو دیتا ہی ہس کے دس
وہ بات ایک دس کے برابر ہے شعلہ خو
گرمی سو جسکی خاک ہوئی شمع تھی گے دس
اس دلربا کے پاس اگر بھیجون ایک کو
موجود ہون خوشی سو کمر اپنی کس کے دس
ظالم جو تیری خنجش مژگان نہیں شکن
نشتر ہون سیان مرا ایک نس کے دس
افسوس ایک بات بھی ہمدم ہمان کی ہو
اور ہو دین کام یا نکی ہو ہوس کے دس

خط لکھتے دیر مین تو ہین دونون برابر ظفر
یان اک برس کے دس ہین تو واان برس کے دس

طائر دل کے لئے کیجے نہ تدبیر قفس
واسطے اسکے چمن مین بھی ہی تاثیر قفس

تیرے جلوہ نے دیا دل کو جلا ہمین
یہ تعجب ہی کہ ہو تاب تم مین و رش

سوزش دل نہین جاتی کہین جاؤن کبھی
گھر کے باہر ہے جو سوزش وہی گھر مین سوزش

ڈالے دوزخ مین خدا ایک محبت مین تری
آتش غم کی دل و جان شرر مین سوزش

بیخبر سرد ی دگر می سی ہے یوں عشق
نہ اسے خلد مین ٹھنڈک نہ تفر مین سوزش

ہو دل پیر مین گر عشق کی گرمی تو یہ جان
ابھی باقی ہی کچھ اس شمع سحر مین سوزش

میری تاثیر دم سرد سے عالم مین ظفر
نہ ہی شعلہ مین گرمی نہ شرر مین سوزش

بات میری جب سے دل پر ہو ا یار نقش
فائدہ کیا جبکہ لکھون ذر گر د و چار نقش

ہو نگین خاتم دست سلیمان وہ نگین
جسپہ ہو وے نام تیرا ای پری رخسار نقش

وہ ہوا اک بار غیرون پر نہ سرگرم عنا
ہے تجھے لکھ کر جلا ؤ آگ مین سو بار نقش

نقش اپنا تو دکھا وی جسکا وی پر نہ نشین
ہو وہ یون حیرت زدہ جیسے سر دیوار نقش

تیرا خط ہی ای بت نوخط اسی تعویذ ہی
تیری بیمار محبت کو نہین درکار نقش

نقش بر آب اپنا جینا بحر ہستی مین سمجھ
ہی کہین بھی ٹھہرتا پانی پہ ای شہسوار نقش

میرے خون سی اسکے در پر ہون گر نقش نگین
ای ظفر ایک ایک ہو وہ شک صد گلزار نقش

ردیف صاد مہملہ

ردیف ضاد معجمہ

کون کہتا ہی کسیکو گھر مین آؤ بے غرض
کچھ لگاؤ بھی نہین یہ بے لگاؤ بے غرض

حضرت دل گر ہو تمکو غرض اس لف سے
آپکو دام بلا مین کیون پھساؤ بے غرض

بن سنورکے تم مقرر آج جاؤ گے کہان
یہ نہین تم نے کیا اپنا بناؤ بے غرض

کیا غرض تمکو مرا دل اُس سی گر پھر تا نہین
صحبت بک بک کی تم سرمت پھراؤ بے غرض

قصد شبخون ہی کسیکا ورنہ تم کیون شام کو
پان کا لالا کھا مسی پر یون جماؤ بے غرض

جو کہ ہین اپنی غرض کے یار وہ عیار ہین
انکو جانون یار جنکو یار پاؤ بے غرض

اپنی شستا قون سی جان گر رونمائی مین تو
کیا غرض تمکو جو تم صورت دکھاؤ بے غرض

شمع کو بھی ہین جلاتے کیہ غرض کیو سطر
یہ غضب کیا ہی کہ تم ہمکو جلاؤ بے غرض

اے ظفر صاحب غرض سے بھاگتے ہین لوگ در
اس زمانے مین کہین جاؤ تو جاؤ بے غرض

منظور ہی گر یار ہی قرآن کی بالعوض
در کار کفر زلف ہی ایمان کی بالعوض

راضی ہون دل ہی اپنی وہ ناوک فگن اگر
سینہ ہی دل نکال لو پیکان کی بالعوض

مثل شرار جھڑتے ہین مژگان ہی اشک گرم
برسے ہی آگ ابر سے باران کی بالعوض

منظور گر معاوضہ ہووے تو جانتک
دی دیجیے بوسۂ لب جانان کی بالعوض

چین دو ستار گرچہ مجھے دی کوئی نہ تو لون
مین اُسکی تار زلف پریشان کی بالعوض

گر زہر مرگ ہو تو گوارا ہو وہ مجھے
اک بار تلخی غم ہجران کی بالعوض

رو رو کے نہ کہہ حال کہ وہ رکتا ہی دل مین
کر گریہ کو تو اپنی ظفر وقت بیان ضبط

اُسنے پوشیدہ الٰہی کسے لکھا ہی خط — سنتے ہین ہم کہ چھپا کر کہین بھیجا ہی خط
خط دیا میرا جو قاصد نے کہا یون اُسنے — تو کہان سی اٹھالایا یہ کس کا ہی خط
دیکھے وہ رشک چمن کیا وہ چمن مین سبزہ — سبزہ جسنے تری رخسار کا دیکھا ہی خط
ہوگا اس رنگ سے معلوم کہ خون مین ڈوبا — وہ جو شنگرف سی اکثر مجھے لکھتا ہی خط
ہی کہ شاید دل صد چاک کی مضمون نکلا — کر کے چاک اسنی جو قاصد کو بھیجا ہی خط
کیون نہ خوش دل شکنی سی ہو مری وہ نو خط — کہ خطون مین نکستہ اسے بھاتا ہی خط

خط مین لکھی ہے ظفر جسکی شکایت ہمنے
ہاے پڑھوایا اُسی سے وہ ہمارا ہی خط

ترا نسوون مین ہو اگر چشم نم سی خط — جلجاے لکھتے لکھتے مرا سوز غم سی خط
آزاد پھر نہ کیجیے ہمین شرط ہی یہی — لکھوائے گر ہمین آپ غلامی کا ہم سی خط
یارون نے گان کا کھلے حال کس طرح — بھیجا نہین کسینے بھی لکھ کر عدم سے خط
بہتہ ہے رخ ترا گل گلزار خلد سے — خوشتر ہے تیرا سبزہ باغ ارم سے خط
دشمن ہزار وار کرے گر نہو قضا — تن پر پڑے نہ ایک بھی تیغ دو دم سے خط
کھینچی تری مژہ جو مصور نے موبمو — باریک ایک کھینچ دیا سو قلم سے خط

لکھو خدا کے لئے وجہ اس تغافل کی
لکھا جو تمنے نہین ابتلک ظفر کو خط

جو پہونچا اپنا دست یار مین خط — کھلا وہ محفل اغیار مین خط
نوشتہ مین ہو رسوائی جو قاصد — گرا دے ہو مرا بازار مین خط
خط رخسار اس رشک چمن کا — ملا دے ہے خط گلزار مین خط
نہ ہووے موت تو تلوار سے بھی — پڑے تن پر نہ اک سو وار مین خط
نہ پہونچا قاصد اس پردہ نشین تک — پھرا آیا در و دیوار مین خط
مرا تعویذ در سر یہی ہے — کہ ہو سر پر تری دستار مین خط

ظفر کا راز سربستہ کھلے گا
نہ پڑھ تو بیٹھ کر دو چار مین خط

جو بھیجے ہو مجھے مجنون اغیار مین خط — تو کوہکن بھی ہو لکھتا پہاڑ مین خط
کواڑ کھول نہین سکتا گر وہ پردہ نشین — تو پھینک دے ہے پٹونکی دراڑ مین خط
گلی مین یار کی اغیار کے جمع مین قاصد — نجانا لیکے تو اس بھیڑ بھاڑ مین خط
جلایا کاغذ آتش سوز دل کو مضمون نے — تو نامہ بر مجھے کیا دیگا پھاڑ مین خط
رہا یہ مارسیہ گھانس کچی چبے نہان — نہ نکلا سرمہ کا قرگان کی آڑ مین خط
ہوا تھا کل جو مرا خط پلنگ پر ہمدم — سو بار آج وہ پایا نواڑ مین خط

ردیف ظا معجمہ

ہمدمون عشق کی نہ پوچھو شرط — جان دیجے تو کچھ ادا ہو شرط
خو تمھاری نبھائیگی بدلی — اس مین جو چاہو ہو مجھسے بدلو شرط
ہم کو منظور یار ہے اپنی — ورنہ تم اور ہمسے جیتو شرط
دل بیمار کے علاج مین ہی — وصل دلدار اے طبیبو شرط
دل بندھا زلف سے نہین چھٹتا — اسکے چھٹنے مین تم نہ باندھو شرط
یون کسی کو ہی کون دیتا دل — دلبری بھی ہے دلربا کو شرط

اس کا دشوار ہے بجا لانا
ہے محبت کی اے ظفر جو شرط

یون ہی جنبش ابرو سے تری دل مضبوط — جیسے بھونچال ہی جاتا ہی مکان کا مضبوط
پائداری نہین ہستی کو کہ ہی سست بنا — یان محل اینٹ بناتے ہین یہ غافل مضبوط
دل کے کچھ نہین ہم جان تلک دین گے — گر رہی قول پہ یہ حور شمائل مضبوط
ہمنشین باتین بناتے ہین ہزار آسان — لیکن ایک بات پہ ہو جاتی ہی مشکل مضبوط
بسمل تیغ محبت سے چھوٹا تا حشر — تھام لے ہاتھ مین گر دامن قاتل مضبوط
زخم پر زخم لگا تیغ ستم کے قاتل — اُف نہین کرتا ہی کیا دل کا یہ پہلو مضبوط

اے ظفر کیونکہ عقیدہ مین ہو پھر سستی
جبکہ کر دے مدد مرشد کامل مضبوط

ردیف عین المہملہ

رشکِ ہمتاب ہو اسکے تری کیا جانے شمع	روشنی تیری فقط رات کی مہمان ہے شمع

مطلع ثانی

خوب شبخون کا یہ پروانہ کی سامان ہے شمع	قد ترا تیر ہے شعلہ ترا پیکان ہے شمع
اشک تو اتنی بہاتی ہے لیکن تیرا	سوزِ دل کم نہیں ہوتا کسی عنوان سے شمع
مر کے بل جا تو جا منزلِ مقصود کو تو	کرنا طور راہِ محبت نہیں آسان ہے شمع
ساق سیمیں تری دیکھے ہے سیم بدن	ہوئے خاموش کھڑی بزم میں حیران سے شمع
شعلۂ آہ جو نکلے ہے دلِ سوختہ سے	دل جلوں کے لئے وہ کاسۂ احزان ہے شمع
سر قلم ہونیکا باعث ہی بھی بزم فروز	تہ بر اس تاج سے تو یا سر عریان ہے شمع
جسطرح شمع پہ ہوتا ہے فدا پروانہ	ہوتی یوں اس رخ تابندہ پہ قربان شمع
ای ظفر اشک ندامت میں ڈبو دیکھ کہیں	کہ جلا کر دلِ پروانہ پشیمان ہے شمع
چاہیے بزم میں کیا عاشقِ رنجور کی شمع	آہِ سوزاں ہو جب اسکی دلِ محزوں کی شمع
واہ کیا جلوہ نما قد ہے ترا سیم بدن	دیکھے سانچے میں پری قدرت کے جیسے ڈھلی شمع
روشنی سوز محبت کی رہیگی تا حشر	ہمکو پروانہیں گل ہو اگر گور پہ شمع
آتشِ فرقت جاناں سے دل سوز مرا	اسطرح جلتا ہے جیسے کوئی کافور کی شمع
تار کھو دیکھ کے اپنا وہ محبت میں قدم	چاہیے دار بنے راہ میں منصور کی شمع

سایہ مین اسکے طرۂ مشکین کے بنگیا | رخسار آتشین شب دیجور کا چراغ

روشن دلون کے قرب مین ہین لاکھ فائدے
آتا نہین ہے کام ظفر دور کا چراغ

ہی پاس نو اس رخ پر نور سی چراغ | ہی ماہ نو دکھا نہ ہمین دور سی چراغ
روشن ہو چشم مست کے گشتہ کے گور پر | روغن کی جاے بادۂ انگور سی چراغ
شعلہ کو میری سوزش پہ جو رشک ہے | جلتا ہی بزم مین ترے مذکور سی چراغ
رونق ہی تفتہ جانون کو بخت سیاہ سی | پاتا فروغ ہی شب دیجور سے چراغ
کچھ موریون کرگ مین نہین روشنی کا کام | مانوس کب ہی خانۂ زنبور سی چراغ
اللہ رے تجلی انوار حسن یار | ہے میرے گھر مین روشنی طور سی چراغ

روشن ہو آفتاب قیامت کا اے ظفر
ہم دل جلون کی شمع سر گور سے چراغ

کچھ بات کہدو مصلحتاً تجھ سے ہم دروغ | اے بت قسم نہ کھاین خدا کی قسم دروغ
قاصد خطا اسنے لکھ کے جو بھیجا کبھی لکھا | تحریر جو ہی اسمین وہ ہی مکتلم دروغ
ابرو کو اسکی کہتے ہین سب تیغ صفہان | ہی اصفہانیون مین کہان ایسا خم دروغ
غم کھاتے کھاتے جان مری لب پہ آگئی | وہ ابھی جانتے ہین مرا حال غم دروغ
میں کچھ تو کچھ کہا نہین تم کہتے ہو گو کیا | کیا مٹیون اس دروغ کو ہی ستم دروغ

جو دیکھون بزم مین اُس شوخ جنگجو کی طرف
چھری کو دیکھ کر دیکھے مری گلو کی طرف

بھی کو دیکھتے ہین اپنے دل کی آنکھ سے تیر
تری سوا نہین ہم دیکھتے کسو کی طرف

جو پانی بزم مین ساقی تری جگہ خالی
بھر آیا دیکھ کے دل ساغر و سبو کی طرف

تصور اُس قد دلجو کا چشم تر مین ہے
چمن مین دیکھیے کیا سرو آبجو کی طرف

تلاش مشک مین جاتا ہی چین کو تو اگر
چلا دل اپنا نہین زلف شکبو کی طرف

نہ اسکی بزم مین آنسو بہائیو اے چشم
نگاہ رکھیو ذرا میری آبرو کی طرف

ظفر مین اُسنے کہا کر دن بات کیونکہ محفل مین
لگائے کان ہین سب میری گفتگو کی طرف

اور تھی بیمار غم کی کل خبر چار و نطرف
اب کچھ سنتے ہین احوال دگرگون چار و نطرف

ڈھونڈھتی ہین جسکو آنکھین وہ نہین آتا نظر
ہم بہت دوڑاتی ہین اپنی نظر چار و نطرف

خاک بھی ہوکر رہا آوارہ ہی مین خاکسار
خاک اڑاتی ہی مری باد سحر چار و نطرف

خط مین جو منے لکھا رسوا ہوا مین چار سو
اُسنے پھینکا خط کو میرے چاک کر چار و نطرف

دل مارتا ہی یون اس حسن کے شعلے کے گرد
جیسے پروانہ پھرے ہی شمع پر چار و نطرف

کیا نوشتہ مین ہی اپنے دیکھیو ہوتا ہی کیا
خط کے چرچے ہو رہی ہین نامہ بر چار و نطرف

ہے وہ دل ہی مین تمھارے تم اگر ڈھونڈھو اُسے
پھرتے ہو ناحق بھٹکتے اے ظفر چار و نطرف

ہر رقم مین اسکا انداز رقم ہی مختلف
جو قلم سے اسکے نکلا مکتوب ہے مختلف

وہ جو پاس اسکے نہین تو اسکے باعث ہی یہ حال
کچھ مزاج انکا بہت کچھ سوکم ہی مختلف

رو برو عارض کے تیرے روشنی خورشید کی
صاف مثل اور شمع صبحدم ہی مختلف

بات کا تیری بھر سا گیا کہ ہمنے لاکھ بار
قول کو یا تو ترے بعد اور قسم ہی مختلف

گاہ گریہ نالہ گہ ہے قلق گہ ہے اضطراب
میری دل کی حالت رنج والم ہی مختلف

اک طرح پر ہوا گر ظلم و جفا کوئی سہے
اے ستمگر تیری ہر طرز ستم ہی مختلف

باغ عالم مین مناسب ہی بشر کو احتیاط
اے ظفر جینی ہوا یان و مبدم ہی مختلف

زلف کا فر کا ہی ڈر دین کو ایمان کو خوف
چشم سفاک کا ہی دل کو خطر جان کو خوف

بیڈھرک جا تو ہین ہم اور ہمارے تھی ہین
ڈر نہ ہو صاحب خانہ کو نہ مہمان کو خوف

دل کیسا ایسا ہمارا غم حسرت نے خراب
دیکھ کر آئے ہی اس خانہ ویران کو خوف

درجانان سی ہوا پانون اٹھانا مشکل
آگیا دیکھ کے جو صورت دربان کو خوف

کم ہو اندیشہ اگر کم ہو آل اندیشی
تجربہ دانا کو ہی اتنا نہین نادان کو خوف

گرچہ ہو دشمن جان سازمانہ ندر
ہان مگر چاہیے اللہ کا انسان کو خوف

اے ظفر شافع محشر کی محبت ہو جسے
کیا ہو محشر کا پھر اس مرد مسلمان کو خوف

ہوگا تہ خاک بھی ساتھ جو دل کا قلق
جاکے ہلا دینگے ہم ساتونی مین کے طبق

لعل مسی ہے اسکی جوہر رنگ پان
ہوتی ہین کیا کیا خجل دیکھ کر شام شفق

حال شب غم میرا سب نہین جاتا لکھا
گرچہ سیہ ہوتے ہین روز ہزارون ورق

دل کی ہین مکروہین یون ہوشغول اشک
جیسے گلستان کا لین طفل بستان سبق

اسکو خط کہکشان تو نہ سمجھ رات کو
نالہ نے میرے کیا سینہ گردون کو شق

گو نہ زبان سی کہا راز محبت تو کیا
خشک ہی لب چشم تر زرد ہی منہ رنگ فق

لالہ و گل پر ظفر اوس سی پڑ جائیگی
دیکھ کے رخسار پر اس کے بہار عرق

خلکے دلونمین فرق ہی انکی زبانمین فرق
مطلب مین انکی فرق ہی انکی بیانمین فرق

مین خاکسار اور فلک پر ترا دماغ
ہی مجمین تجمین جیسے مین آسمانمین فرق

پہلو سی ہو کجان کے گریزان نہ کیونکہ تیر
ہوتا ہی ہان طبیعت پیر و جوان مین فرق

نے ہی تفاوت اس رخ پر نور و ماہ مین
نے مانگ مین ہی اور خط کہکشانمین فرق

ہو کیا غم فراق سی حال آگے دیکھیے
کچھ آگیا ابھی سے ہی تاب و توانمین فرق

ہی اپنا فیض عشق سی پیرہین اں خجل
خلق نہین ہی اپنی بہار و خزان مین فرق

ہان ہی تو ہان ظفر جو نہین ہی تو ہی نہین
نے کچھ نہین مین فرق ہی اپنے ہان مین فرق

ہی عاشق دلسوز سراپا شجر عشق
پھل جاتا پھولوں سے ہی اسکا ثمر عشق

ہوتے نہ اگر قاصد اشک اپنی روانہ
یارونکو پہونچتی نہ ہماری خبر عشق

نکلے ہی جو یون داغ بدن خاک سے لالہ
ہی زیر زمین کیا کوئی تفتیہ جگر عشق

تھرانے لگے آتش دوزخ تو عجب کیا
دکھلائی شرارت اگر اپنی شرر عشق

کیا فائدہ اشکونکو اگر چشم مین روکا
ہی زردی رخسار سے ظاہر اثر عشق

بجلی گرے اے چرخ اگر اسپہ تو ہے کیا
لیکن نہ پڑے دل پہ کسونکی نظر عشق

ہو گرچہ دماغ اسکا فلک پر تو بجا ہے
جو آپ کو سمجھے ہے ظفر خاک در عشق

ردیف کاف فارسی

سوزش عشق کی یون ہے دل بیتاب لاگ
جسطرح آتش سوزان کی ہو سیماب لاگ

آنکھ کسطرح لگے میری کہ تجہ بن شب
خواب کو چشم سے ہی چشم کو ہی خواب لاگ

آبرو رکھنی ہی دریا کو گر اپنی منظور
کہو باندھونہ مری دیدۂ پر آب سے لاگ

کام مسجد سے مجھے کیا مگر اس ابرو نے
شوق مین پنجہ لگا دی ہی محراب سے لاگ

آپکی زلف کے حلقہ سے دل ای خجستہ حسن
اس شناور کو ہی اس حلقہ گرداب سے لاگ

دل لگا اور حسین سے نہ مرا تیرے سوا
لگے جز شمع نہ پروانہ کی مہتاب سے لاگ

جو کچھ تھا وہ ہمنے دلسے سب ترک کیا
لیکن نہ محبت کی تمھاری کی ترک
مین سوزش دل بجھا دون کیونکہ اپنی
چشمون نے بھی ابتو اشکباری کی ترک

جسدن سے دیا ظفر دل اسکو اپنا
اُسدن سے نہ ہمنے آہ وزاری کی ترک

تھا تماشا ہی دل ہی میرا ہمدمو ناداری کی جھوک
گرچہ رستم ہو نہ سنبھلے اُس اِس بھاری کی جھوک
زلف کا ذکھاڈ ہے جھوکے ہلو کو دیکھنا
کیا بلا ہی عالم مستی مین اُس کاری کی جھوک
بارش گریتے ہے لاکر دیا پانی جھکا
ورنہ تھی اتنی کہان گان کے پرداری کی جھوک
ڈر ہی صرصر سی یہی مجکو کہین ایسا نہو
آشیان میرا گرادی باغ مین ناری کی جھوک
تولے ہی سبکو برابر اپنی آنکھو مین ہی
اس ترازو مین نہین جس تولنے والی کی جھوک
پھول باکے مین پڑے تو نے کیون اُنا رہین
گوش نازک ہی سنبھلنے کی نہین بالی کی جھوک

شاخ گل جیسے ہوا سے چھوتی ہی باغ مین
اے ظفر یون چال مین اُس تیز متوالی کی جھوک

حسن ہی کیا ہی پری چہرہ بھی ہو کر ٹھیک
ہی بہر وجہ غرور اُس بت مغرور کا ٹھیک
داغ دل سوختگان کو نہو ہیہو نصیب
ایک سنجہ نہ بنے مرہم کافور کا ٹھیک
دل پر آبلہ کو میری وہ چھیڑ ستا نا
کہتا ہی تاک کے یہ خوشہ انگور کا ٹھیک
حق شناس ایسا نہ تھا کوئی جو یہ حق کہتا
خون ناحق نکر و قول ہی منصور کا ٹھیک

جہانمین ہون دیوانہ جسپہ لڑکون نے — تمام پتھر اٹھا کر دیوانہ پھاڑ کے پھینک
یہ سر پہ باندھے ہے دستار کیا سنوار کے تو — کہ رند دیکھے اسی زاہد بگاڑ کے پھینک
اس اپنی شیفتہ کو سنگسار کر لیکن — نہ کنکر اور پہ تو ساتھ چھیڑ چھاڑ کے پھینک
وہ میری لاش کو گاڑی نہ اپنے کوچہ مین — اگر گڑی بھی تو اسکو وہ اکھاڑ کے پھینک

مجھے نکال کے بستی سے میری وحشت نے
دریا ہے اب تو ظفر درمیان اجاڑ کے پھینک

ردیف اللام

واہ کیا زلف بت بد پہ کے حلقہ ہین گول — دیکھ کر جنکو ترے زنجیر کے حلقہ ہین گول
آسمان پر یہ نہین بالے مہ خورشید کے — دونون اس سقف کہن تعمیر کے حلقہ ہین گول
واسطے عاشق کے ہین گرداب یا کہ فنا — وہ جو اسکے جوہر شمشیر کے حلقہ ہین گول
کہتے ہین چشم و دہن جنکو وہ میرے دیکھنا — دام حسن عالم تدبیر کے حلقہ ہین گول
ہم ہجوم خم ہی کو تیرے سمجھتے ہین — گون یہ گردن نہین ہین تیر کے حلقہ ہین گول
ہین شقاوت سے بنا ہے شہسوار انکو رکاب — یہ جو دونون دیدہ نخچیر کے حلقہ ہین گول
گر در و خوبرویان دیکھتا بیگانہ خط — کیا بنے پرکار سے نقد بر کے حلقہ ہین گول
گل جو کھائے تیرے چھلون کے تو کیا ہے جستجو — ہاتھ پر اس عاشق دلگیر کے حلقہ ہین گول

فلک کے ہاتھ سے کلفت اگر روشن ضمیر دن کو
نہو حاصل تو مہر آکا کہنا ہی لا حاصل
حمائل کر گلے مین اپنے میرا دست گل خورد
گلونکا ہار تو نے رشک کا پہنا ہی لا حاصل

نجانے ظلم سہنے پر بھی گردہ قدر عاشق کی
ظفر تو اس ستمگر کا ستم سہنا ہی لا حاصل

جبکہ دل ہی نہ ملے ماہ جبین کیا حاصل
ساتھ شکوون کے جہان اور جنین کیا حاصل
گرچہ ہمسر ہے ہر اک آہ عصا سا لیکن
دل کو منظور سہارا ہی نہین کیا حاصل
اے کماندار نہ سینے سے مرے تیر نکال
جائیگی ساتھ نکل جان حزین کیا حاصل
زلف شکین سی تری اپنا معتبر ہم
کیون پھرین صوفی صومعہ نشین کیا حاصل
گور عاشق پہ نہ لا غیر کو اپنے ہمراہ
ہو جو بالین پہ کوئی زیر زمین کیا حاصل
نظر آئی نہ تری شکل اگرچہ ہم نے
رد کا آنکھو نمین م باز پسین کیا حاصل
کیون ملاتا ہی ہمین خاک مین ظالم بار آہ
اس سے ہوگا تجھے اے چرخ برین کیا حاصل
دل و جان دیتے ہین انکار کسی کو لیکن
جب محبت کا نہین تمکو یقین کیا حاصل

اے ظفر دل ہی جو دردہ میرے نزدیک
گرچہ ظاہر مین نہایت ہی قرین کیا حاصل

موباف اسکے جعد شکین مین بال
گویا زبان ہی مار سیہ کے دہن مین بال
فرقت مین تیرے ٹپکے جو آنکھو نسے اشک خون
وقتے سی جا لیا ہین مرے پیرہن مین بال

قیس و فرہاد کو کیا تاب کہ آگے تیرے
کر سکین ایک ذرا عشق کے میدان میں بل

تیش کز دم کی کجی دا بھی اکدم میں نکال
تا ہی گونج کو بالے کے تری کانین میں بل

یہ بھی کچھ بیچ نوشتہ ہی کا ہی اپنے کہ نہین
نا وک انداز تری جو ہر یکا نہین میں بل

زور گریہ کا ہمارے نہین دیکھا اس نے
آگیا اُس ہی ہی کچھ موجۂ طوفان میں بل

آدمی خاک کرے بل کہ اجل کے آگے
ہی ظفر اُسکا نکل جاتی ہے اک آن میں بل

تیرا ایوان ہی کیا روضۂ رضوان کی نقل
بلکہ ہی روضۂ رضوان ترا ایوان کی نقل

ماہِ نو جسکو بتاتے ہین وہ ہی جلوہ ترا
اے مہ ہرہ جبین تیرے گریبان کی نقل

بے دوات و قلم اس رخ کتابی کا خیال
کرتا ہی کیا دلِ سیماب مین قرآن کی نقل

زلف کیا کیا تری ہوتی ہی پریشان سنکر
دل سودا زدہ کے حال پریشان کی نقل

لی ہی عکسِ خطِ رخسار سے آئینہ نے
اے شہہ حسن ترے حسن کے فرمان کی نقل

کرتی ہی کعبہ سمجھ کر جسے اک خلق طواف
ہی وہ دراصل دلِ حضرتِ انسان کی نقل

ہے ترے فیضِ سخن سے وہ سخنور کابل
جسنے اک بار ظفر کی تری دیوان کی نقل

کیلو اک بوسہ پہ دل عاشق بدحال کا مول
کچھ سوا کہتا نہین یا نگتا ہی مال کا مول

مطلع ثانی

بغیر اشک پیا جائے کیون خون جگر
کہ ہوتا آب سے ہے تیز تر شراب کا میل

جو ہتی گرم طپش مین شرار شعاید برق
کچھ انمین بھی ہے مرے دل کی اضطراب کا میل

فروغ حسن مین ہے نشۂ شراب کو دخل
نمود صبح مین ہے نور آفتاب کا میل

ہمارا میل ہو کیا اس سے جسکی باتون مین
کبھی ہو لطف کا میل اور کبھی عتاب کا میل

یہ کوہکن سے ملے دل مرا نہ مجنون سے
نہین کسی سے بھی اس خانماں خراب کا میل

دل برشتہ یہ مائل ہین وہ لب میگون
کہ ہر شراب کا اور اہل ظفر کباب کا میل

ردیف المیم

یہ جو تم کھاتے ہو خدا کی قسم
ہر دروغ اے بتو خدا کی قسم

پھرتے ہین مہر و مہ جو سرگردان
ہر تری جستجو خدا کی قسم

کھول دیتے ہین میری نالہ و آہ
راز پوشیدہ کو خدا کی قسم

پہونچے منزل پہ ہمسفر اور ہم
گئے غفلت مین سو خدا کی قسم

جاؤ غماز کی نہ باتون پر
ہر وہ بیہودہ گو خدا کی قسم

یہ جو تم دیکھتے ہو غفلت مین
خواب ہر غافلو خدا کی قسم

پھر کیا ذرہ کیا کہ ہر سب مین
جلوۂ یار ہو خدا کی قسم

چاک کیون جیب جگر اپنا کرین مثل گلان
گر نہون دیوانہ عشق اس قرطاس کے ہم

ان بتون کی صور تو مین واہ کیا کیا اے ظفر
ہین تماشے دیکھتے اللہ کی قدرت کے ہم

زلف پر تیری نظر جب اے صنم کرتے ہین ہم
سورۂ واللیل پڑھ کر منھ پہ دم کرتے ہین ہم

کب تمھارا شکوۂ جور و ستم کرتے ہین ہم
اور کرتے ہم تو کہدیتے کہ ہم کرتے ہین ہم

وہ قدم اپنا جہان رکھتا ہے اون پر قدم
فرش آنکھین صورت نقش قدم کرتے ہین ہم

کیا ستم ہے وہ مرے جا ہم پہ کرتے ہین ستم
اور کہتے ہین کہ یہ لطف و کرم کرتے ہین ہم

اپنے خارستان مژگان کو ہمیشہ غنچہ تن
اشک گلگون سے گلستان ارم کرتے ہین ہم

کیا کسی سے خاک ہون دشت مین اے آنوسم
دیکھتے ہین اپنے سایہ کو تو رم کرتے ہین ہم

سچ ہی سچ لکھا ہے قاصد خط یہ نمکین کلم
پھوٹ ہو تو ہاتھ بھی اپنے قلم کرتے ہین ہم

شربت خضر اس حلاوت سے گلا کوئی کیا
جس مزے سے تو شبان ہر اب ہم کھتے ہین ہم

یہ جو دم کی آمد و شد ہے اسی کو اے ظفر
دمبدم اک سیر ہستی و عدم کرتے ہین ہم

ردیف النون

گر تمنا مین ترک غم یار کی تدبیر ہو تو
کیونکہ تارک مین دگر ہو تقدیر تو ہو

لگے ہین دل پہ بہت زلف یار کے تسمین
کیا ہر ٹھیک اسے ہار کے تسمین

شکار بند مین تیری سوار تو سن ناز
کہان نصیب کہ ہون اس شکار کے تسمین

خدا بچائے اُسے جسکے قتل پر کھولین
بتان عربدہ جو سو کٹار کے تسمین

بتا تو کھینچی کس دن نہین تری نفسین
گلے مین ڈالکے دو تین چار کے تسمین

فلک نے رعد کے طبلہ پر آج اے ساقی
چڑھا دیے رگ ابر بہار کے تسمین

ابھی جو ہاتھ لگا تا ہی ایک دہ قاتل
تو پھر لگے نہین رہتے ہزار کے تسمین

رہی نصیب جو کام آئے ان حسینون کے
بوقت قصد ترے جسم زار کے تسمین

فقیر جلے کمر بند باندھتے ہین سدا
کمر مین ہمت پر استوار کے تسمین

ستم سے ہاتھ وہ کھینچے ظفر یہ کیا امکان
نہ کھینچے جب تلک اس بیقرار کے تسمین

گو بنگیا ہون سو کھ کے کانٹا سا مین حقیر
لیکن کھٹکتا اب بھی ہون چشم حسون مین

وہ کھیل کھیل جس سے بنے کچھ وہان کا کھیل
کیا فائدہ یہان کے ظفر کھیل کود مین

چوسے لب میگون دم خواب ایسی مے مین
پی تھی نہ کبھی ہمنے شراب ایسی مے مین

اس رو کتابی کا ہی آنکھون مین تصور
ہم دیکھتے ہین دیکھو کتاب ایسی مے مین

جو ہمنے مزا عشق کا پیری مین اٹھایا
گذرا نہین ایدرد کا شباب ایسی مے مین

ساقی مری توبہ کے ٹھہرنے نہین پاؤن
گر جھومتا آئیگا سحاب ایسی مے مین

پر وا تیرے زخمی کو نہین آب بقا کی
رکھتی ہی تری تیغ کی آب ایسی مے مین

جیسا کہ دل سوختہ ہوا اپنا مزی دار
رہتا ہے کہان جل کے کباب ایسی مے مین

پوچھو نہ یہ تم مجھسے لیے کتنے مزی سے
رہتا ہی کسے یاد حساب ایسی مے مین

چھٹا ہے مزا عشق کا ہمسے کوئی صبح
آئے نہین ہم خانہ خراب ایسی مے مین

ہوتے ہی نشہ کیونکہ نہ کھل جائے وہ ہمسے
رہتا ہے ظفر کوئی حجاب ایسے مزی مین

ڈھونگنے بن بن کے دنیا مین مکان ہستون کے ہین
ای فلک تو فی مٹائیان نشان ہستونکے ہین

حال دیوانونکا انسے پوچھ خار دشت سے
یعنی افسانہ اسی نوک زبان ہستونکے ہین

ہر قدم پر تیرے انداز خرام نازنے
دل کیے پامال سر سر روان ہستونکے ہین

پانچ بیچ اچھی جتائی خوب پھینکا چرخ نے
گہ بلندی پر ہمین گاہ پستی مین ہمین

ابر باران مین ہوا ہوتا ہے مے نوشی کا لطف
ساقیا دے جام مے بدلی پرستی مین ہمین

جوش وحشت کر ہمارے اور ہی کچھ رنگ ہین
رہنے دیگا یہ نہ خنگل مین نہ بستی مین ہمین

ای ظفر ہو کچھ کہے جینے زبردستی مین کام
انکے بدلے مل رہی ہے بردستی مین ہمین

جاؤ تم تنہا کہین ایسا تو ہو سکتا نہین
اور نہ مین پہونچون ہون ایسا تو ہو سکتا نہین

جھیڑون چین زلف کو مین اور نہ تقصیر پر
ہو نہ وہ چین جبین ایسا نہ ہو سکتا نہین

کیا ہوا گو حسن یوسف قہرۂ آفاق ہے
تو ہی پر جیسا حسین ایسا تو ہو سکتا نہین

فی عنایت فی نوازش کیونکہ اس کی فی کہون
دون دل فی ایمان و دین ایسا تو ہو سکتا نہین

زلف کے حلقے مین بھی جیسا ہے روشن تیرا
ماہ بھی ہالہ نشین ایسا تو ہو سکتا نہین

جاؤ تو جانے سے میرے اور رنجا ہے تیری سا
میری یہ جان حزین ایسا تو ہو سکتا نہین

مین ہون ایسا چاہتا دل ہوا اسپر مبتلا
کیا کہون پر ہمنشین ایسا تو ہو سکتا نہین

سینہ کادی بیان کر ہی کوئی نہ جبتک اے ظفر
نامور ہو جون نگین ایسا تو ہو سکتا نہین

دن گئے زلف بت کافر مین آ ہو پھنسے تو ہین
شام کو شامت زدہ پر گھر مین آ ہو پھنسے تو ہین

کوئی دن مین یکھتا اخترِ بیگانہ بھی آئین گے
قطرۂ خون دل کے چشم تر مین آ ہو پھنسے تو ہین

اہل بخشش کی برابر ہوں گمان مجھ میں ہے
سر موزن ہو تو کیا تل بھر گراں مجھ میں ہے

جوہر دل میں وہی نشتر پرلاتے ہیں آئینہ دار
ہم نہیں ہیں وہ کہ دل میں اور منھ پر اور ہیں

خوبی جوہر ہے باہم ہر اک شے میں تمیز
لعل بھی پتھر ہی ہیں لیکن وہ پتھر اور ہیں

سوز غم سے جل کے خاکستر تو ہو ہیں ہو چکا
ہے جو گرمی ہی ہی شاید کہ اخگر اور ہیں

شعلۂ آہ و فغاں ہم سے سر چرخ کہن
دیکھتے ہر شب عیاں تا بندۂ اختر اور ہیں

ہم قناعت کو تری دولت سمجھتے ہیں ظفر
ڈھونڈھتے جو زر کو ہیں وہ طالب اور ہیں

ابھی زاہد نہیں یاں ہی میخوار و نکو قابو میں
چھکا تینگے فراگر آ گیا یار و نکو قابو میں

منافع کو ہو محو حضرت عشق آپکی دولت
پھنسی ہی جنس دل جا کر خریدار و نکو قابو میں

ابھی جائیں یا تک زندگی سی تنگ ہیں لیکن
نہیں ہے ہوتا اپنی تیرے بیمار و نکے قابو میں

وہ چشم مست ہی ہو گے کہ تیرے سامنے ظالم
نہیں رہتے ہیں بالکل ہوش ہشیار و نکے قابو میں

نگاہ و ناز انداز و ادا سے دل بچے کیونکر
کہ یہ تو آ گیا بیچارہ ان چار و نکے قابو میں

کہیں ہیں دم دیدہ مرے اشکوں سے رو رو کر
کہ اب تو آ پڑے ہم مردم آزار و نکے قابو میں

ظفر بچتا ہی رہیو دیکھ اہل موسمہ سے تو
خدا کے واسطے آنا نہ مکار و نکے قابو میں

نیند اس فکر میں یاں رات بھر آہ آئی نہیں
گہ ہو کیا جو وہاں کی خبر آج آئی نہیں

مطلع ثانی

خود نما ہو تم کوئی پردہ میں کیا رکھے تمھیں
وہ رکھے در پردہ جو دل میں چھپا رکھے تمھیں

حضرت دل کیا کرونمیں خود ہی آپکی
تم اسی سے رہتے ہو خوش جو خفا رکھے تمھیں

ناسخو جانو مرا تم حال گرچہ زلف یار
ایک دو دن بھی گرفتار بلا رکھے تمھیں

درد اٹھے اس طرح سے دل میں پھر کیوں دمبدم
اپنے پہلو میں اگر عاشق بٹھا رکھے تمھیں

تم ہو عیار لیکن وہ بڑا عیار ہے
اس بگڑنے پر جو یار اپنا بنا رکھے تمھیں

نکلے دم جب تک کہ میرا آہ بالیں پر رہے
کوئی ایسا ہو کہ باتوں میں لگا رکھے تمھیں

خط تو میں لکھتا ہوں لیکن یہ مجھے رہتا ہے ڈر
کوئی دشمن بیچ نہ پہلے ہی پڑھا رکھے تمھیں

اسکے حسن جیرت افزا کو جو دیکھا ہے ظفر
عمر بھر آئینہ سا وہ چشم دار رکھے تمھیں

کیا کہیں ایسی تو ہمیں ہمنے کیا دیکھا نہیں
جو یہ کہتے ہیں سنا ہی پر خدا دیکھا نہیں

جیسے دیکھا ہے ترے ابرو کو ہمنے جا بجا
ماہ کو تو آسمان پر آنکھ اٹھا دیکھا نہیں

پہلے ہی سے حسن کا اپنے ہی تجھکو اک غرور
آئینہ تونے ابھی اے خود نما دیکھا نہیں

خوف ہے روز قیامت کا تجھے اے واعظ
تونے اے زاہد کبھی دن حجر کا دیکھا نہیں

وہ تماشا دیکھے گر دیکھے زلیخا بیخل
خوبیں بھی ایسی جواں مہ لقا دیکھا نہیں

یوں تو ہیں سرو گل اندام در عبی آرشکل
تجھسا پر رنگیں ادا گلگوں قبا دیکھا نہیں

واعظو صبح قیامت کا جو تم لاتی ہو دھم
کون ایسا ہی جو زلف کو مھو دیکھے پیچ

سنے دکھلایا نہیں اپنا بنا گو تم تھین
مجھ سا ملنے کا نہیں کوئی بلا نوش تھین

شمع ساں گو کہ سراپا ہو زبان تم لیکن
دیکھتا ہون ظفر اس بزم مین خاموش تھین

جگر اور دل جو زخمی میری جان دونون کے دونون ہین

خدنگ ناز و غمزے کے نشان دونون کے دونون ہین

جہان مین رنج و راحت کی ہو رہنے کا ٹھکانا کیا

وہ دل ہی ہے سما جاتے جہان دونون کے دونون ہین

مرے جو سینۂ و پہلو مین ہین دو تیر کے روزن

اندھیرے گھر کے یہ تو تابدان دونون کے دونون ہین

ہوے ہین اشک خون سے جیب و دامن اسقدر رنگین

مرے تر دیک یہ باغ جنان دونون کے دونون ہین

ترے ابرو ہین وہ کج خلق مانگو اک اگر بوسہ

ابھی رخ پھیرتے مثل کمان دونون کے دونون ہین

امید وصل دل مین چشم مین ہے شوق نظارہ

بہت دن سے تصرف مین مکان دونونکے دونون ہین

مطلع ثانی

نہین آتا سمجھ مین یوگ سمجھاتے ہین کیا انکو
کہ سمجھا کے کسیکے کب تئے خیدا سمجھتے ہین

ندو خورشید کو نسبت ہمارے داغ سوزان سے
کہ اُسکو اسکا ہم اُترا ہوا پھایا سمجھتے ہین

تری باتین تری گھاتین سمجھ مین کس کی آتی ہین
انھین تو کہنہ ہین ای شوخ بچہ ہم بڑا سمجھتے ہین

دل پر خون ہمین نہ کیون کرا نپر تلوونسے
کہ خون دل کو ہیرے کا ترا پانا سمجھتے ہین

الٰہی حضرت دل کی سمجھ کیون ہوگئی اُلٹی
کہ اس نا آشنا کو آشنا اپنا سمجھتے ہین

کبھی گر دیکھتے ہین آئینہ حیران ہوتے ہین
ظفر وہ حسن مین جو آپ کو یکتا سمجھتے ہین

لاغری سے یون ترے اندوہگین کی ہڈیان
ہین عیان جیسے کہ مجنون حزین کی ہڈیان

گرتراد لسوز سرگرم فغان ہو دل اٹھین
شمع سان گرمی سے آہ آتشین کی ہڈیان

یہ حلاوت ہے محبت کی کہ سر سے پانون تک
ہے مزا سب مین ہما کھائی کمین کی ہڈیان

خاک کو بھی جسم ہے غافل نہین یا کو کو
یہ زمین کی ہین نگین اور وہ زمین کی ہڈیان

جیمین ہر میرے لکھون قاتل ترے شرح ستم
ہون قلم برش سے گر شمشیر کین کی ہڈیان

قابل نفرت ہے وہ یا تک نو جسکو یقین
کھاتے کھاتے بھی نہین اُسے یقین کی ہڈیان

آگے اُن آنکھون کے گر تو خی کرے تو ای ظفر
توڑ ڈالون مار کر آہوے چین کی ہڈیان

ہنسی مین لکھائی رکھائی کے قربان
تری واہ اس خوش ادائی کے قربان

مین بھلائی کہون تو کسکی کہون | اور برائی کہون تو کسکی کہون
کہو نا آشنا کہون کسکو | آشنائی کہون تو کسکی کہون
رند بے باک ہین کہون تو کسے | پارسائی کہون تو کسکی کہون
شیوۂ راستی کہون کس کا | کج ادائی کہون تو کسکی کہون
جبکہ ہو سب مین وہ ہی جلوہ نما | خود نمائی کہون تو کسکی کہون
وہ تو کہتا ہے باوفا ہونمین | بیوفائی کہون تو کسکی کہون
روبرو روے صاف کہ اسکے | مین صفائی کہون تو کسکی کہون
وہ تو ہر دم ہے میرے دم کے ساتھ | پھر جدائی کہون تو کسکی کہون

اے ظفر بخت نارسا کے لئے
نارسائی کہون تو کسکی کہون

چوری سے وہ بوسۂ عارض لف اٹھا کر کیون کر لون

مال دزدی یون تو چھپا کر سب کو دکھا کر کیون کر لون

میری طرف سب تاک رہے ہین محفل مین ہین جتنے حریف
ساقی مجھ سے ساغر مے مین آنکھ بچا کر کیون کر لون

کیا کیا مجھپر ظلم کئے ہین چرخ نے ہی یہ فکر ہے مجھے
بدلا اس سے لون جو کئے ہین قابو پا کر کیون کر لون

جدا جسے ہوا دل یہ نہ سمجھا وہ کہ مدت سے
رفیق سکا ہون تن کل آسکی قابو نکہ کیونکہ کرجاؤن

پلاہی غیر تجکو مے پیون مین خون دل اپنا
گوارا اُسکو مین آجیروت کیونکہ کرجاؤن

وہ بھاگین لگھ مجھ سے دور مجکو پاس ہی انکا
کنارہ انسے مین اب ہی محبت کیونکہ کرجاؤن

جو باعث اس مصیبت کے ہین وہ سب پاس ہین میرے
ترے آگے بیان اپنی مصیبت کیونکہ کرجاؤن

سفر دنیا سے کر جانا تو کچھ مشکل نہین لیکن
انہا ایدل کہ طی مین ہا الفت کیونکہ کرجاؤن

دل بیتاب کو تو تھام کر مین نے رکھا اپنے
مگر نالہ کو ضبط ہی درد فرقت کیونکہ کرجاؤن

مری صورت تو پیچھے نیچ ہین اسکے کوچے مین
اگر جاؤن بدل اپنی صورت کیونکہ کرجاؤن

ظفر منظور ہو جلوہ دکھانا جب اسے اپنا
نہ دیکھون کسطرح مین اور غفلت کیونکہ کرجاؤن

گر درت کھوکے گر سارے دل بیکینہ بجاؤن
صفای سینہ سے مین اپنے ایک آئینہ بجاؤن

کرے مشق خدنگ ناز تو گر ای کمان ابرو
تو مین تو وہ مقابل کرکے اپنا سینہ بجاؤن

برابر آشنای نو کے بھی سمجھے نہ وہ مجکو
اگر مین عمر بھو کر عاشق دیرینہ بجاؤن

کہان یہ دانے منصور سے گر قصد ہو تیرا
تو بام عشق کا تیرے لئے مین زینہ بجاؤن

نہین جای تعجب ای ظفر گر عشق کی دولت
ہجوم داغ سے مین اپنے ایک گنجینہ بجاؤن

وہ بیٹھے بیٹھے یونہین جو اداس بجا ہون
تو پھر بجا ہے مرے گر حواس بجا ہون

باندھا کیا کیا ہوا ہون اپنی مانند حباب
آگیا اس ہستی اکیدم کے ایسا دم مین ہون

مجھ سے کیون الجھے ہے تو ناصح کہ مین الجھا ہون
آگے ہی اسکے خیال گیسوے پرخم مین ہون

رہتا ہون مثل گل خندان گریبان چاک مین
یہ نہین معلوم شادی مین ہون یا ماتم مین ہون

بڑھتے بڑھتے دل تلک پہونچا ظفر زخم جگر
اور مین اب تک تلاش نشتر مرہم مین ہون

مین ہون عاصی کہ پرخطا کچھ ہون
تیرا بندہ ہون اے خدا کچھ ہون

جز دل کو نہین سمجھتا مین
دل مین تھوڑا سا جانتا کچھ ہون

تم سے الفت بنا ہتا ہون مین
بادفا ہون کہ بے وفا کچھ ہون

جب کہ ناآشنا ہون سب سے
تب کہین اُس سے آشنا کچھ ہون

نشہ عشق نے اُڑا ہے مجھے
اب مزے مین اُڑا رہا کچھ ہون

خواب میرا ہے عین بیداری
مین تو اسمین بھی دیکھتا کچھ ہون

گرچہ کہہ بھی نہین ہون لیکن
اسپہ بھی کچھ نہ پوچھو کیا کہہ ہون

سمجھے وہ اپنا خاکسار مجھے
خاک رہ ہون کہ خاک پا کچھ ہون

چشم الطاف مخبرون سے ہون
اے ظفر کہہ سے ہو گیا کچھ ہون

کان سے سنین ہم بات چیت تمہاری دن
پر کہین منھ سے ہم بات چیت تمہاری دن

پھر گئی اک بار ایسی بارغ عالم کی ہوا
بولتے وہ بولیان بھی جانور اگلی نہین

اور ہی طرز روش پر لکھ کے بھیجا انسنے خط
وہ رہ و رسم کتابت نامہ بر اگلی نہین

نالہ شب ہی کے کیا اگلے اثر کو رو سیے
تجھ مین بھی تاثیر اے آہ سحر اگلی نہین

دیکھتے ہین ہم ترے ہر نئے ظلم و ستم
بھولتے تیری وفا پیارے مگر اگلی نہین

ہو گیا معلوم انداز سخن ہی سے مجھے
وہ عنایت انکی میرے حال پر اگلی نہین

گرچہ آیا وقت پیری جا چکا عہد شباب
پر وہ باتین ہمسے چھٹتی اے ظفر اگلی نہین

نصیب وصل جو اس زہرہ جبین سے نہین
اندھیری گھر مین مرے روشنی کبھی سے نہین

تو اسکی دید کی طاقت نظر مین پیدا کر
کہ بس وہ نظر آئے گا دور بین سے نہین

برنگ نقش قدم خاک مین ہین ہم جا ہے
پر اٹھنے کو چہ جانان کی ہم زمین سے نہین

اگرچہ کیسا ہی ہوگا کڑی کمان کا تیر
وہ پیش جائیگا آہ دل حزین سے نہین

یہان ہر آتش دوزخ بھی اک شرار ہے برق
ترا مقابلہ اس آہ آتشین سے نہین

کیا ہے تو نے نیا اسکو زخم اے سفاک
کہ چھوٹا جسکا یہ خون تیری آستین سے نہین

ہمیشہ رہتے ہین انکی مصاحبت مین وہی
ظفر ملاتے ہین جو ہان مین ہان نہین سے نہین

نقاب اسکی رخ پر عتاب پر رنگین
شفق کا پردہ سا ہے آفتاب پر رنگین

سینہ کو بی سی ہوا کیا جانے کیا سینہ کا حال
تا بلب اک درد ہی شدت سے میرے ہاتھ مین

یا دو لوا تا ہی ساقی مجکو چشم مست یار
دیکے جام بادہ کیفیت سے میرے ہاتھ مین

طوقِ گردن کے ٹکڑے گریبانکے پرزے
دیکھو تو کیا زور ی وحشت سے میرے ہاتھ مین

نسخہ بیماری دل ہے یہ نامہ یار کا
آگیا کیا جانے کس حکمت سے میرے ہاتھ مین

کیونکہ دامن گیر ہون اس قاتل سفاک کا
ہو ربا عشہ سا ہی سیب سے میرے ہاتھ مین

دے گئے تھے وہ نشانی مجکو اپنے ہاتھ سے
یہ جو چھلا ہے ظفر مدت سے میرے ہاتھ مین

دولتِ عشق ہو گر پاس تو زر کچھ بھی نہین
گر زرِ نقد باز داغ جگر کچھ بھی نہین

سمجھ رہم ہین محبت مین تمھاری سب سے
کیا خبر پوچھتے ہو ہمکو خبر کچھ بھی نہین

غیر پر لطف و کرم ہم پہ نہ شفقت کی نگاہ
واہ جو کچھ ہی ادھر ہی ہے ادھر کچھ بھی نہین

جو ہی کام اسمین مضرت ہی مضرت ہی تمام
ایک سودے محبت مین مفر کچھ بھی نہین

یکدن وہ تھا کہ تھی آہ مین کیا کیا تاثیر
یکدن یہ ہی کہ نالون مین اثر کچھ بھی نہین

گرچہ بے پردہ ہی وہ پر مین ہزارون پردے
کام کرتی مری غفلت مین اثر کچھ بھی نہین

واہ ری عقل کہ مرتے ہین یہ شاعرون پر
جن حسینون کے دہن اور کمر کچھ بھی نہین

آپ سے بھی کہتا ہون سرگرم شرارت کچھو
گرچہ ہستی مری مانند شرر کچھ بھی نہین

جبتلک چشم ہے وا آتا نظر ہی سب کچھ
ہوگئی بند جہان آنکھ ظفر کچھ بھی نہین

کل تھی نگاہ اور تری آج اور ہے
ہی کچھ پھری ہوئی سی نظر کل مین آجمین

دورِ فلک جوش گر بہ سی تو نے ہزار اٹھا
طوفان اٹھائی دیدۂ تر کل مین آجمین

کل ہی رقیب گھر مین ہوا تھا تو آج تک
دنمین کہین گیا ہو نہ گھر کل مین آجمین

تھا کل تو وعدہ آج کا کہتے ہو آج کل
جائیگی یونہین عمر گذر کل مین آجمین

اکل اشک گرم چشم مین تھا خوف ہین اثر
کتنا بڑھا ہی سوز جگر کل مین آجمین

ہے کل تھا دل کو چین نہ ہر جی کو آج کل
کچھ ہو تو کہیے فرق ظفر کل مین آجمین

بعد دو دن کے گر دکھا اسکو تیسرے دن
جانو مسیحا ہو کے یہان آیا تیسرے دن

جو سب طبیب لیتے ہی مجھے ہوگی شفا
یہ دوا وہ نہین ہو جسکا اثر تیسرے دن

کیا بھر سہ نظر لطف کا ہر روز دو دن
پھر نہین دیکھنے کا بھی وہ دھر تیسرے دن

تو ہو ساتھ جنازے کے سوم مین چلے
تجھ سے عاشق کے وہ مرنیکی خبر تیسرے دن

اگر زمانہ مین ترقی نہ ہو فتنہ رفتہ
کیون ہلال اوج فلک پر ہو تمر تیسرے دن

تب تنم جان ہے ساتھ نہین یہ بجا
رہی دو روز چڑھا جا ہے اتر تیسرے دن

ہم رہے اس نگہ مست سے دو دن بیہوش
بارے کچھ ہوش آیا ظفر تیسرے دن

کیون قدر نہ آنو کی ہو تجھ نظر مین
بچلے نہ گھر ایسا ہزارون گہر مین

دشتِ جنون کو جائینگے ہم کل مین آجمین
لینگے ہماری خام قدم کل مین آجمین

کرتے تھے یون تو ظلم ہمیشہ پر آپ نے
کچھ کچھ کیے تھے تازہ ستم کل مین آجمین

ہستی کے قید خانہ سے مجنون مجھے ہے تیرا تنک
چلتا ہی کوئی دشت عدم کل مین آجمین

معلوم ہی ہمین بھی جو کچھ عدو کے ساتھ
تمنے کیے ہین قول و قسم کل مین آجمین

اُس بت کی بیوفائی اگر ہے یہی تو ہم
ڈھونڈ لینگے کوئی او صنم کل مین آجمین

جو کل تھا دل کا حال وہی آج بھی رہا
پایا کچھ اضطراب نہ کم کل مین آجمین

پڑھ قافیہ بدل کے ظفر اور بھی غزل
کچھ شعر کر لیے ہین تو تم کل مین آج مین

کرتا وہ بیچارہ کیا تدبیر سے چارہ نہین
پر کرے کیا چارہ گر تقدیر سے چارہ نہین

صورت تصویر مین حیران ہون حسرت کا کرون
ہوتا کچھ اُس عالم تصویر سے چارہ نہین

زلف کی سودائیون کو قید کرنا چاہیے
بہتر انکے واسطے زنجیر سے چارہ نہین

روز ہوتا جاتا ہی وہ بت زیادہ سنگدل
ہوتا کچھ اس آہ بے تاثیر سے چارہ نہین

کرتی ہی دل کو نشانہ ناوک مژگان یار
خیر رضا کو ئی قضا کی تیر سے چارہ نہین

وہ مریض عشق کو کوئی دوا کیا اور خاک
ہوتا اس بیمار کا اکسیر سے چارہ نہین

تشنہ لب ہین جو شہادت کی ظفر اکمے لیے
بہتر اس آب دم شمشیر سے چارہ نہین

منھ لگ نہ ظفر اسکے وہ کہہ بیٹھتا ہی صاف
جو آئے ہی اُس آئینۂ رخسار کے منھ مین

مرید قطب دین خان کا پاکر فخر دین ہونمین
اگرچہ شاہ ہون انکا غلام کمتر مین ہونمین
الصین کے فیض سے ہی نام روشن میرا عالم مین
وگرنہ یون تو بالکل روسیہ مثل گبین ہونمین
نہ کعبہ سے غرض مجکو نہ میخانہ سے کچھ مطلب
ہمیشہ گمتا انکے آستانہ پر جبین ہونمین
رہونمین مست میکش پر ہون انکی محبت مین
نہین خواہش مجھے یہ صوفی خلوت نشین ہونمین
مجھے تو خانقاہ و میکدہ دونو برابر ہین
ولیکن یہ تمنا ہے کہ انکا ہون کمین ہونمین
یہی عقدہ کشا میرے یہی ہین رہنما میرے
سمجھتا انکو اپنا حامی دنیا و دین ہونمین

بہادر شاہ میرا نام ہے مشہور عالم مین
ولیکن اے ظفر انکا گدای روشین ہونمین

محرم کی دی تری جو گرہ یار بند مین
دون ٹھونک مینھین غیر کے مین چار بند مین
مین باغ و گلشا مین بھی تمین گرفتہ دل
ہون اس طرح کہ جیسے گنہگار بند مین
جھگڑے سے کھڑ دین کے نہ نکلین گے جبتلک
دونون رہینگے کافر دیندار بند مین
پگڑی کو اپنے ہاتھ سے اہی ہو شمند نے
کیون بند ہی یہ بند شد ستار بند مین
سر جھکنے کے ساتھ ہی اک سرکشی کی قید
آزاد بھی ہی باعث پندار بند مین
مجکو یقین ہے بات مری بول جائینگے
دینگے گرہ اگرچہ وہ سو بار بند مین

ظفر رکھے اُسے در پردہ دل مین کیا عاشق
چھپائے ماہ کو کیونکر کرستان کے پردے مین

گر کام تیرا دہم کے بھٹکاؤ پر نہین — تیرے لئے اٹک کسی اٹکاؤ پر نہین
جھٹکے ہی جب وہ ہاتھ تو کیا کیا ہمارا دل — جھٹکے اُٹھاتا ہاتھ کے جھٹکاؤ پر نہین
جوڑا بسے دہکو باندھونہ الجھاؤ نہ ہین — مشکین بلا سے پیچ و لٹکاؤ پر نہین
دل سے بلائین لوتی ہی ہاتھون سے کون لے — کچھ پیار اونگلیون ہی کے چھٹکاؤ پر نہین
بھٹکائے ہی تو غیر کو کیا کیا کہ یان نہ آئے — لیکن وہ رکتا اس ترے بھٹکاؤ پر نہین
اے کو کہین نہ سر کو ٹپک کوہ سے کہ عشق — رکھتا ہی شکوہ سہی کے پٹکاؤ پر نہین
اڑنے کی دام سے نہین ہمکو ممانعت — حیلا ایک ہی یہی اٹکاؤ پر نہین
کیونکر نکالے سوزن تدبیر دل سے خار — جب اطلاع ہی اُسے کھٹکاؤ پر نہین

مٹکائے آنکھ یا نہ وہ مٹکائے اے ظفر
موقوف آنکھ ہی کے تو مٹکاؤ پر نہین

ہو ستمگر ضی ہم اے رنگ قمر لیتے نہین — کیسلئے بتر پہ تم کروٹ ادھر لیتے نہین
کیا کہین حال اپنا تجھ سے اے مسیحا بیوفا — سانس بھی پھر ہون ترے تسکہ جگر لیتے نہین
تم ہوے رشک مسیحا بھی اگر کیا فائدہ — اپنے بیمار الم کی تو خبر لیتے نہین
دیکھ اس نو خط کو خط جسپر دے پانی نہ ذرا — خط کو میرے ہاتھ مین بھی نامہ بر لیتے نہین

تسلی ہمکو کیا تی ہے جسبدم غیر کی منھ سے
شکایت ہم تری سنی دلبر طنز سنتے ہین

کنارے بیٹھ کر انکو سنا تو مدعا اپنا
سر محفل ظفر کہتا ہے کیا غماز سنتے ہین

مرے اور غیر کے کیا منھ سے جام مے لگاتے ہین
وہ اک کاسہ مین پانی شیر بکری کو پلاتے ہین

لگائی عشق نے وہ آگ دل مین بجھ نہین سکتی
دفور اشک سے ہر چند ہم دریا بہاتے ہین

دکھاتے ہین دل پر داغ جب ہم چارہ سازونکو
ہمارے داغ دل کیا کیا انھین آنکھین دکھاتے ہین

نہین معلوم بھونکا کیا صبا نے کانمین گل کے
چمن مین جس سے غنچے چپکے چپکے مسکراتے ہین

ادا ئین سخت خوابیدہ کو گر میرے تو مین جانون
کہ یہ بیدرد خوب سوتونکو جگاتے ہین

نئی تلوار جسدم کوئی انکے ہاتھ آتی ہے
تو پہلے اسکو وہ اس سخت جان پر آزماتے ہین

قطعہ

وہ ہمسے وعدہ کر جاتے ہین اکثر شب کے آنیکا
مگر آتے نہین ہرگز کہ جاکر بھول جاتے ہین
گذر جاتی ہے ساری رات کہتے کہتے یہ ہمکو
آتے ہین اب آتے ہین اب آتے ہین اب آتے ہین

اگرچہ کھینچتے ہین آپ کو وہ دور تر ان کو
کشش سے اپنے دل کی ظفر کھینچ لاتے ہین

وہ ہو چلے ہین اتنی جلدی دیکھین کدھر کو جاتے ہین
ٹھہرتے ہین رستے مین کہین یا سیدھے گھر کو جاتے ہین

مطلع ثانی

ہوا جو بلند ہتے اس قلزم خما مین ہین — حباب دار و ہ بیخیز کس ہوا مین ہین
نہ انکو چاہیے خنجر نہ چاہیے شمشیر — وہ قتل کرتے ہزارہ نکو اک ادا مین ہین
ہمارے اُنکے محبت کا کچھ نہ پوچھو ڈھنگ — کہ ہم وفا مین ہین سرگرم وہ جفا مین ہین
جنون کے ہاتھ سے دو چار تار بھی باقی — نہ جیب مین نہ مرے دامن قبا مین ہین
مزا ہو آج اگر اُنسے ہاتھا پائی ہو — نگار ہے وہ حنا اپنے دست پا مین ہین
ترے ہی کوچے مین ہین دفن میرے کشتہ ناز — یہ تجھ سے چاہتے وہ اپنے خونبہا مین ہین
کرینگے پارہ کو کیا خاک یہ مہوس خاک — کہ آپ کشتہ تمنا سے کیمیا مین ہین

جو اپنے دل مین جگہ دیتے ہین تو نکو ظفر
بناتے تنکدہ وہ خانہ خدا مین ہین

فدا یروانہ سان جان اُسپہ ہم جانبر ہین لیکن — اگرچہ پر نہین پر شوق مین پرواز کرتے ہین

مطلع ثانی

ستم پیشہ نہین یہ دلبر طناز کرتے ہین — ستم کا ظاہر اپردہ ہی لیکن ناز کرتے ہین
تمہارے گھر مین شب کو کسطرح ہم آکین چور سے — کہ چوکیدار کھٹکا سنتے ہی آواز کرتے ہین
جو کہتا تھا وہی کہتا رہا منصور سولی پر — کہ کہکر حرف حق انکار کب سر باز کرتے ہین
ہم اُسمین آپ ہو جاتے ہین گم انداز سے باہر — نظر مین جب نگاہ یار کی انداز کرتے ہین

گمان ہی آئینہ کو تا بہ تنی ای پری پیکر
کہ وہ ہے مقابل تیرے عارض کے صفائی مین

نہوتے آشنا تیرے جو ہمکو یہ خبر ہوتی
کہ تو ہو جائیگا نا آشنا یون آشنائی مین

سیہ بختی ہمین ہو رد کنار اسکا تصور سے
مرے ہم وصل کے لیتے ہین یہ بھی جدائی مین

اسیر ارتقضی نے دل اپنے بال و پر توڑے
ہوا حاصل ظفر کیا یہ تمنائے رہائی مین

ظفر رنگ حنا ہین گو نہان ہر اسقدر شوخی
کسیکا خون ملا اسنے مگر دست حنا ئی مین

گاہ بیگاہ ادھر وہ جو گذر کرتے ہین
خوب چھڑکاؤ مرے دیدۂ تر کرتے ہین

پھرتے ہین خاک اڑاتے ہوئے مانند صبا
ہم بھی ہم خاک بسر خاک بسر کرتے ہین

کیون نہ قربان ہون کیا تیرے تیر و سنکے
واہ کیا چھٹتے ہی دل مین سے گھر کرتے ہین

دیکھو ای غنچہ دہن باغ مین خندان ہو گل
ہنستے ہی گلشن ہستی سے سفر کرتے ہین

دل پہ جو گذرے ہی ہو جاہی ہی بجکو معلوم
قاصد اشک مرے آکے خبر کرتے ہین

ہنستے ہین کیونکہ ترے سوختہ جان ہجر کی
شمع کی طرح سے رو رو کے سحر کرتے ہین

ای ظفر ہمکو ادھر دو ہی نظر آتا ہی
ہم نظر اس کے تصور مین جدھر کرتے ہین

ناصافیون ہی سے ہے بالصاف صافیون مین
چھنتی ہی ہنسے اس سے کیا بر خلافیون مین

کر پیچ مین تلف کے تو رہنے دے سیر دل کو
ای شانہ متون سے ہی یہ معافیون مین

دریاے اشک مین ہی مرے چرخ ہاے نیلوفر — جتنے کہ ہین ستارے وہ سب بلبلے سے ہین
زندان مین یہ جنوان نے مرے غلغلے سے ہین — برپا ئے جنون نے مرے غلغلے سے ہین
دل عاشقون کے ہین شجر عشق کے ثمر — پیران مین ہین مزے وہی جو گلے سے ہین
شادی ہی رہ سکے آنیکی گلشن مین اے صبا — غنچہ کے گال پھول کے جو گلگلے سے ہین

نالے ہمارے بارش گریہ سے اے ظفر
چڑھ چڑھ کے اونچے ہوگئے باران پلے سے ہین

اٹھے پارہ دل آکے کب مژگان پہ ہوتے ہین — جہان مین عشق کے ہم پھولکا نو مین پروتے ہین
رہیشہ چاہتے ہین پھیر اُس کافر کی مژگان سے — یہ کانٹے حضرت دل اپنے حقمین آپ بوتے ہین
جدائی مین تری ہر رات میری آہ وزاری سے — زمانہ جاگتا ہو اور میرے بخت سوتے ہین
اگر دیتا ہی اپنی تیغ کو وہان آب قاتل — نوجانبار محبت جانسے یہان ہاتھ دہوتے ہین
جو تجھسے آشنا ہین وہ ترے چاہ زنخدان مین — نہین دل کو ڈبوتے پر نصیب انکو ڈبوتے ہین
تمھارے محو صورت صورت تصویر حیران مین — نہ کہتے ہین نہ سنتے ہین نہ ہنستے ہین نہ روتے ہین

وہ اپنی جنبش مژگان دکھا کر اے ظفر مجکو
جگر مین اور دل مین سیکڑون نشتر چبھوتے ہین

رہینگے کب تک عاشق غم و حسرت مین جتنے ہین — پھرینگے دن مصیبت کے یون ہی قسمت مین جتنے ہین
ہوے گلہاے رنگ تجھسے کیون ہمچشم گلشن مین — کہ ہین آنکھین جھکائے سب وہ اس خجلت مین جتنے ہین

جہل کھیلے ہی شاید عاشق سربازے کے سر
ہم خود بدم آج اپنی وہ شمشیر کرتے ہین

بجاے تیرے غمزن سے خدا صید محبت کو
کہ یہ کافر پیشہ ویسے بے تکبیر کرتے ہین

نہین آئے گی ہرگز بات بھی اس شوخ کے آگے
یہ بیٹھے حضرت ناصح نہین تقریر کرتے ہین

خدا جانے اثر ہوتا نہین کیون دل مین اس بت کے
ظفر نالے مرے پتھر مین بھی تاثیر کرتے ہین

کام جو کرتے ہین بیہودہ ظفر کرتے ہین
سیر زہ گردی مین ہم اوقات بسر کرتے ہین

شب غم یا ہو شب عیش برابر ہی کہ ہم
شمع کی طرح سے رو رو کے سحر کرتے ہین

پنجہ دل پہ جو گذرے ہی محبت تیری
قاصد اشک میرے مجکو خبر کرتے ہین

جبکہ وہ جنبش خرگان مین دکھاتے اپنی
ایک پل مین دو جہان زیر و زبر کرتے ہین

کیا ہنسین کھولکے دل غنچہ صفت وہ دلگیر
باغ ہستی سے جو ہنستے ہی سفر کرتے ہین

مکرمے کرتے ہین جگر اپنے وہ غمخوارون کے
آہ جس وقت ترے خستہ جگر کرتے ہین

تیر مژگان ترے سیکھے ہین کچھ ایسی گھس بیٹھ
چھوٹتے ہی دل عشاق مین گھر کرتے ہین

خاک اڑاتے ہوئے پھرتے ہین بگولی کی طرح
عمر کیا خاک بسر خاک بسر کرتے ہین

اے ظفر یہ ترے اشعار ہین یا نالہ زار
کیا بلا ہین کہ جو یون دل مین اثر کرتے ہین

سبھی مالیدہ جو ذمدان پہ نظر کرتے ہین
بہم آئینہ مین وہ شام و سحر کرتے ہین

چتون کو خوب چاہ کی پہچانتے نہین
پر دیکھنے سے میرے وہ شرما گئے تو ہین

کوٹھے سے جو اُتارتے ہین اپنے وہ مجھے
کچھ اونچ نیچ غیر انھین سمجھا گئے تو ہین

گو ملگئے ہین خاک مین اہل صفا مگر
جوہر شناں آئینہ دکھلا گئے تو ہین

کھائین گے اور کیا وہ مرے گھر مین آن کر
کھانے کی میرے پاس قسم کھا گئے تو ہین

میرے کہا ہے جب خفقان کا کچھ اپنے حال
یکبارگی سکونکے وہ گھبرا گئے تو ہین

آتے ہین کیونکہ حضرت دل پھر کے دیکھیے
کوچے مین زلف یار کے تہرا گئے تو ہین

آئینگے یا نہ آئینگے یہ کسکو ہے خبر
لیکن یہان وہ آنے کو فرما گئے تو ہین

دنیا کا ہے مزا ظفر انجام کار زہر
میٹھا سمجھ کے لوگ اسے للچا گئے تو ہین

مری آنکھون سے شکل ابر جب آنسو ٹپکتے ہین
تو ہنسکر برق آسا مجھ پہ وہ کیا کیا چمکتے ہین

مطلع ثانی

چمن مین جب بہار آتی ہے اور غنچے چٹکتے ہین
تو حسرت سے اسیران قفس کیا کیا پھڑکتے ہین

مجھے سمجھانے مین ناصح کو کوئی سمجھائے
نہین آتا سمجھ مین میری تنا کیا وہ بکتے ہین

مجال گفتگو ہمکو کہان ہے اُس پریرو سے
مگر آئینہ سان حیران سے صورت تکتے ہین

گیا منزل پہ سارا قافلہ اور راہ غربت مین
ہم آواز جرس کی طرح سے تنہا ٹھٹکتے ہین

کرے ہے گر مجوسی غیر سے جب وہ آتشیں خو
تو میرے دلمین کیا کیا شعلہ حسرت بھڑکتے ہین

حضرت دل نے کوچے مین دست تناسے
کیا ہوا کھاتے ہین ٹھوکر بار بار
لگ رہا کچھ ٹھکانا کی دن اے ظفر
طور کھاتے ہین ٹھوکر بار بار

دیکھ کر سب غریب رہتے ہین
ہم سے نصیب رہتے ہین

ہو وہ تنہا تو کچھ کہون مین **ظفر**
ساتھ اُنکے رقیب رہتے ہین

نہ ہم کچھ ہنسکے سیکھے ہین ہم کچھ رو کے سیکھے ہین
جو کچھ تھوڑا سا سیکھے ہین کیسے کے ہو کے سیکھے ہین

کسیکو کیا اگر جی کھ کے سیکھے ہم فن اُلفت
نہین سیکھے کیسا کھو کے اپنا کھو کے سیکھے ہین

تھے آگاہ ہم اس کشت کاری سے محبت کی
زمین دل مین اپنے تخم اُلفت بو کے سیکھے ہین

لیا ہی دیکے دھوکے دل نھون نے ایک عالم کا
خدا جانے کہ دھبے کس سے وہ یہ دھو کے سیکھے ہین

کسیکو کا ہیکو آتی ہو راہ و رسم جانبازی
مگر ہم زندگی سے ہاتھ اپنے دھو کے سیکھے ہین

سکھائی زلف نے ہین اُنکو طرزین مکر و ادائی کی
وہ یہ انداز سب اس کافر خم رو کے سیکھے ہین

ہین عشق محبت نے سکھائی نالہ و زاری
ظفر دو کام یہ ہم فیض سے ان دو کے سیکھے ہین

جب سے صحبت مین تمہاری یار بیڈھنگے سے ہین
ہو گئے سب آپکے اطوار بے ڈھنگے سے ہین

ہوتے ہین معلوم ان باتون سے ہمکو ڈھنگ اور
بولتے وہ وجود دم گفتار بیڈھنگے سے ہین

آئی یکبارہ مہینے کا اُنکے کوئی ڈھنگ
ہو گئے ایسے ترے بیمار بیڈھنگے سے ہین

روبرو ہونے دنکے تیرے لعل ہین بیرنگ سے
آگے دانتونکے در شہوار بیڈھنگے سے ہین

زاہد مکار سے بہتر ہین اُنکے رنگ ڈھنگ
کیا ہوا ظاہر مین گر مےخوار بیڈھنگے سے ہین

غمگساری کے مرے آتے ہین اُنکو خوب ڈھنگ
ورنہ جتنے ہین مرے غمخوار بیڈھنگے سے ہین

دیوان دوم

فرہاد و دین جہاں گر خون کے کشتون کے ۔۔۔ ہمیشہ پھول وہان کے ہونگے ہر جگہ بچھڑے ہین
ستم پسند ہے ایسا وہ خوش نہو ظالم ۔۔۔ جو رو دوار یہ دو چار بیگنہ بچھڑے ہین

ظفر یہ کون کہے موے زلف مشکین کو
کہ منہ یہ یار کے اتنے یہ روسیہ بچھڑے ہین

جو پہلے تھے یار اپنے اب انکو کہان ڈھونڈین ۔۔۔ باقی ہے نشان کسکا ہم کسکا نشان ڈھونڈین
جب موت کے ٹھہرنے کا دم پھر نہ ٹھکانا ہو ۔۔۔ نادان ہین جو رہنے کا یان پھر مکان ڈھونڈین
سمجھین اگر غافل جو نیستہ یا نیست ۔۔۔ ہاتھ آئے وہی آگے جب تجھ کو یہان ڈھونڈین
اس ابرو نے پر خم سے تیغ ایک ہاتھ دے ۔۔۔ پھر پھر کے بصد گرز سالار اصفہان ڈھونڈین
کشور ہی ہی گنا ہونگی کیا کم ہے گر ناہی ۔۔۔ جو اور زیادہ ہم کچھ بار گران ڈھونڈین
جو ابر دو زر گمان ہے ہی امید کرین ۔۔۔ وہ صید فگن ناحق کیون تیر و کمان ڈھونڈین

ظفر بستر ہے ہمدم زیر نیہ
جو لوگ جوان ہون وہ دلدار جوان ڈھونڈین

تمھارے کچھ بعض غمزے کہتے ہین سنتے ہین ۔۔۔ پڑے بستر پہ ہین ہیہات کیا کہتے ہین سنتے ہین
مثال آئینہ کیا تاکے کسی دیکھے کہ صورت ۔۔۔ ہمارے یہ تحیر ہم کہ کیا کہتے ہین سنتے ہین
اوٹھاتے ہیہین ہلنے کی کیا کیا ناز و ادا ہم ۔۔۔ پڑے ہین چپ بچشم نم نہ کچھ کہتے ہین سنتے ہین
ہم اب کہ نہین سکتے کچھ کسی سے ہین نہین سکتے ۔۔۔ ہے اب سکتہ کا سا عالم نہ کہتے ہین سنتے ہین

ظفر یہ کون کہے موے زلف مشکین کو
کہ منہ یہ یار کے اتنے یہ روسیہ بچھڑے ہین

جو پہلے تھے یار اپنے اب انکو کہان ڈھونڈین ۔۔۔ باقی ہے نشان کسکا ہم کسکا نشان ڈھونڈین
جب موت کے ٹھہرنے کا دم پھر نہ ٹھکانا ہو ۔۔۔ نادان ہین جو رہنے کا یان پھر مکان ڈھونڈین
سمجھین اگر غافل جو نیستہ یا نیست ۔۔۔ ہاتھ آئے وہی آگے جب تجھ کو یہان ڈھونڈین
اس ابرو نے پر خم سے تیغ ایک ہاتھ دے ۔۔۔ پھر پھر کے بصد گرز سالار اصفہان ڈھونڈین
کشور ہی ہی گنا ہونگی کیا کم ہے گر ناہی ۔۔۔ جو اور زیادہ ہم کچھ بار گران ڈھونڈین
جو ابر دو زر گمان ہے ہی امید کرین ۔۔۔ وہ صید فگن ناحق کیون تیر و کمان ڈھونڈین

ظفر بستر ہے ہمدم زیر نیہ
جو لوگ جوان ہون وہ دلدار جوان ڈھونڈین

تمھارے کچھ بعض غمزے کہتے ہین سنتے ہین ۔۔۔ پڑے بستر پہ ہین ہیہات کیا کہتے ہین سنتے ہین
مثال آئینہ کیا تاکے کسی دیکھے کہ صورت ۔۔۔ ہمارے یہ تحیر ہم کہ کیا کہتے ہین سنتے ہین
اوٹھاتے ہیہین ہلنے کی کیا کیا ناز و ادا ہم ۔۔۔ پڑے ہین چپ بچشم نم نہ کچھ کہتے ہین سنتے ہین
ہم اب کہ نہین سکتے کچھ کسی سے ہین نہین سکتے ۔۔۔ ہے اب سکتہ کا سا عالم نہ کہتے ہین سنتے ہین

داغ پر داغ جو وہ دل پہ مرے دیکھتے ہین
گھر مین کیا گھی کے چراغ انکے ظفر جلتے ہین

قمار عشق مین کھیلا جو کامل ہین وہی ہین
کہ جان پر کھیلتے آخر فقط دل ہین وہی ہین

برنگ شمع قسم کرتے ہو میری محفل افروزی
تمہین سے روشنی ہی زیب محفل ہین تو ہی ہین

کسیکی عقل پر کرتے نہین یہ عشق بازی ہم
جو نادان ہین تو ہی ہین جو عاقل ہین تو ہی ہین

جہان مین اور بھی ہین بہ دسفاکان عاشق کش
مگر میرے کشندہ سے تو قاتل ہین تو ہی ہین

کسیکا دل جو لیتا ہے کوئی دل ہی کرتا ہے
مرا دل لیکے رکھتے مجکو سیدل ہین تو ہی ہین

کرے ہین صید اگلن بیچ بو امید کو اپنی
مگر ایک چھوڑ دیتے نیم بسمل ہین تو ہی ہین

یہ رستہ عشق کا ہے حضرت دل کیونکر ہو سکے
کہ اس منزل مین اپنے میر منزل ہین تو ہی ہین

حجاب جلوۂ دیدار جانان ہے خودی اپنی
نہین پردہ کوئی حائل جو حائل ہین تو ہی ہین

زمین سہل ہین تو ہین سبھی کچھ شعر کہہ لیتے
ظفر لیکن غزل جو اسی مشکل ہین تو ہی ہین

ردیف الواو

بھری دماغ مین کس زلف پر شکن کی بو
کہ خوش نہ آئی کسی ہین نافۂ ختن کی بو

لگا یا منہ جو اس غیرت چمن کو گلے
بدن مین بس گئی نسترن و نسترن کی بو

دیکھ لینا ہوگی جو برپا قیامت سرو پر
جلوۂ قامت جن میں اُسکو نہ لانے تو دو

میرے سمجھانیکو آئے حضرت ناصح ہیں آج
دیکھیے کیا مجھکو سمجھاتے ہیں سمجھانے تو دو

ہیں بہت دوشیزہ رُو پر ایک میں اور آپ قیس
ہو گئے ہیں شہرۂ آفاق دیوانے تو دو

عہد مو پھر شعلہ بازی دیکھنا اس آگ کی
عشق کو دلمیں ہمارے آگ بھڑکانے تو دو

پوچھتے کیا ہو الٰہی ویسے محبت کا مزا
زخم شمشیر ستم اُسکو بھی کھانے تو دو

دیکھو اس ناقدر داں کو دو نہ دل اپنا ظفر
قدر وہ دل کی ہماری کچھ اگر جانے تو دو

لانے کو مرے رکھکے نہ دیوار میں جن دو
ہوں کشتۂ قامت تنے نارمیں جن دو

درکار ہوں بارود جو کسیکو گھر اشنک
بکھرے ہیں ٹبے کو جہ و لدار میں جن دو

دو تم دل عشاق کو جا چشم میں انکی
ان شیشونکو اس غالیۂ خمار میں جن دو

گل کھاؤں نہ کیونکر رشک سے میں سیر کو جاکر
تم ہاتھ سے گل اپنے جو گلزار میں جن دو

ہیں صندخ رخ پارہ جو میخانہ میں مستو
زاہد انھیں گر باندھے دستار میں جن دو

عاشق ہیں بہت ایکے لیکن کوئی ایسا
جب جانون کہ تم ایک بھی جا رمیں جن دو

کرتا ہے ستارونکو جو شرمندہ تو اے جان
ماتھے پہ ظفر اسکے شب تار میں جن دو

یار و سفر کا کچھ سر و سامان تو کرو
جانان کہاں ہے تمکو ذرا دھیان تو کرو

کسکی ہر تصویر لفظا ہو آشنا سا رو برو
روز ہو روز سیاہ و شام غربت ارو برو

ٹھوکرون ہی مین اگر لے وہ خرام ناز سے
اسکے قامت سے جو آجائے قیامت رو برو

جو مرا احوال ہر اپنی زبان سے مین کہون
گر بلا سمجھین مجھے وہ وقت فرصت رو برو

اپنی آنکھون مین جگہ کیونکر تصور کو دون
رہتی ہو کسکی بدولت اسکی صورت رو برو

کس لب شیرین کا ہون یارب شیفتہ کلمہ
جو لیے حد مین کھڑی ہین جام شربت رو برو

کرتے ہو غائب مین کیون ذکر اگلہ تم میرے
جو تمھین کرنی ہو کر لیجے شکایت رو برو

تاب نظارہ کہان ہو دیدۂ پر آب کو
اتھی جاگر چہ وہ خورشید طلعت رو برو

جب سے دل اس آفت جان کو دیا اسی ہمنشین
موت ہے سر پر کھڑی ہر روز اور آفت رو برو

پیچھے سنتے اسنے کیا کیا اے ظفر کہتے ہین وہ
کرتے ہین جو آکے اظہار محبت رو برو

ہو گئی تیرے ہجر مین ایسی رونے کی عادت آنکھون کو
ایک گھڑی نہین اٹھ سکہ مین گریہ سے فرصت آنکھون کو

روے عرق افشان پہ تیرے سیر اب ہو ایسا سبزۂ خط
دیکھ کے جسکو دل کو ہو ٹھنڈک اور طراوت آنکھون کو

کیون وہ ناحق مجھ سے ہو برہم کیون یہ بیجا مجھے لڑین
گر نہو سودا زلفون کو تیری گر نہ ہو وحشت آنکھون کو

جی دھڑکتا ہی نزاکت سے تمھاری دیکھو
اپنی تم گردن نازک مین نہ سیکل ڈالو

صندلی اسکا عرق مین ہی ہو نگھا دو مجکو
نہ دواؤن مین طبیبو مری منسل ڈالو

اپنی تم جنبش ابرو نہ دکھاؤ مجکو
کشور دل مین کمر دیکھو نہ ہل چل ڈالو

جس طرح غنچے کو مل ڈالتے ہو مٹھی مین
مجکو ڈر ہی کہ یو ہین دل نہ کہین مل ڈالو

گشتہ ناز کرین شور قیامت برپا
سایۂ قامت اگر تم سر مقتل ڈالو

عشق کہتا ہی ہمن کرو فقیرانہ لباس
تم گلے مین کفنی دوش پہ کمبل ڈالو

گردن دل مین ہے مژگان گرفتاری تم
نہ بجز حلقۂ گیسو سے مسلسل ڈالو

کچھ ہی ہو جائے قدم پھر نہ ہٹے واں سے ظفر
پانوؤن ہر کام مین تم سوچ کے اول ڈالو

سرمہ کی اپنی چشم مین تحریر کھینچلو
تیرے تو قتل کو یہی تشہیر کھینچلو

گرمغ دل کو دام مین ہو کھینچنا تمین
دکھلاکے اپنی زلف گرہگیر کھینچلو

تم وہ نہین کہ کھینچو تو ظلم و ستم سے ہاتھ
جبتک نہ روح عاشق دلگیر کھینچلو

تم ای مصور دلبری صورت کو دیکھکر
مجنون کی کھینچتے ہو جو تصویر کھینچلو

کھینچے ہی تیر سینہ سے ہوجائیگا دم نکل
السا نہ ہو کہ تم کہین یہ تیر کھینچلو

ہی صبح کوچ حضرت دل جب تلک ہو راست
دو چار اور نالۂ شبگیر کھینچلو

منظور کھینچنا ہی گر اپنی طرف مجھے
کیون کھینچنے مین کرتے ہو تاخیر کھینچلو

تمھیں ہو عاشق بے دل کسے لیا دلکا کیا خیال — کہ تم دمباز ہو جو وقت چاہو دیکے دم لیلو
نہیں ہو اعتبار آنکا وہ کمر ہیں کمر جاتے
نوشتے انکے ہاتھ ہی کے **ظفر** تم یہ قسم لیلو

جاؤ اُس بن اگر آرام نہیں تم جانو — حضرت دل ہیں کچھ کام نہیں تم جانو
چڑھتے نظر نہیں ہو لگ جا کسی بالکل — بیٹھنا خوب لب بام نہیں تم جانو
طلب بوسہ یہ کہتے ہو کہ دیں گے گالی — بات قابل دشنام نہیں تم جانو
دل تو موجود ہی کرنا ہو جو سودا نمطور — گرہ زلف میں گر دام نہیں تم جانو
قتل کرتا ہو ترا ناز سے کہنا ساقی — کوئی تیسے ہو پیو جام نہیں تم جانو
ابتدا ہی میں ہے یہ ڈھنگ جتاتے ہیں یہیں — عشق کا جانتے انجام نہیں تم جانو
مسکنو جان جلاؤ گی کہ ساقی کی نظیر — ہے یہ آتش ہی گلفام نہیں تم جانو
قاصد ذکر نکرو منع نہ کرو پھر کہو — مجھسے اُنکے خط و پیغام نہیں تم جانو

تم مسلمان ہو **ظفر** خوب نہیں عشق بتان
اور اگر یہ ہو تو اسلام نہیں تم جانو

کہتا ہو کون مول اسکا مہ جبین نہ لو — پر جب تلک تو دمکے گھر کے قرین نہ لو
سودا نکلے پڑے کا نہیں مول ہیں بیچے — خواہش اگر ہو تو تمھیں تمام نہیں نہ لو
ڈر ہی یہی کہ حضرت دل تم ہو مضطرب — کروٹ پڑے پڑے کوئی زیر زمین نہ لو

اچھے ہو تم جو حضرت دل زلف یار سے
ہو کر شکستہ خوب پریشان تو تو نہو

صورت جو اسکی دیکھنی منظور ہو تمکین
اے آنکھو مثل آئینہ حیران تو تو نہو

تم زعم میں گرائیے فرشتے نہ تو کیا
اے زاہد و ذرا الٰہی انسان تو نہو

ایسا نہو چرا کے وہ لے جائے اے ظفر
بنتے ہو اپنے دل کے نگہبان تو تو نہو

ہو رہائی یا نہو زلف دوتا سے کچھ ہی ہو
جا پھنسا دل تو بلا میں بلا سے کچھ ہی ہو

ہو گئے جبروقت اے سفاک ہم سینہ سپر
منھ نہ موڑینگے تری تیغ جفا سے کچھ ہی ہو

وہ ترش ابرو ہو یا ہو تیغ گویر ہمکو آج
بوسہ اک لینا لبِ شیریں ادا سے کچھ ہی ہو

ظلم ہو یا ہو جفا اُس بیوفا کے ہاتھ سے
ہاتھ اُٹھا لینگے نہیں ہمتو وفا سے کچھ ہی ہو

ناصحا بک بک کے تو کیوں سر پھرا تا ہے عبث
دل نہیں پھرنیکا ایسی ویسی ادا سے کچھ ہی ہو

گرچہ دنیا کی ہوا ہیں سو طرح کی ہو ضرر
لیکن بچ سکتے نہیں ہم اس ہوا سے کچھ ہی ہو

کوچۂ دلبر میں ہمتو آج جاتے ہیں ظفر
دل کو لے آتے ہیں دیکر دم دلا سے کچھ ہی ہو

واہ کی مخلصی کرے قسمت ہو تو کیونکر ہو
کہ ہیں آلودہ عصیاں ہوں ندامت ہو تو کیونکر ہو

مطلع ثانی

بحر مغفرت ہو تو کیونکر ہو
کہ بے اشک ندامت جوش رحمت ہو تو کیونکر ہو

نہ مرا یاس کسیکو نہ کوئی میرے پاس — ہان مگر ایک جو ہو مجھسے بہم تم ہی تو ہو
کفر و دین کا مجھے تبلا دیا تنے رستا — میرے تو راہبر دین و حرم تم ہی تو ہو
خواہ رلواؤ ہمین خواہ ہنسا دو ہمکو — کہ ہمارے سبب شادی و غم تم ہی تو ہو
جبر کو یاد نہ تھے پہلے یہ انداز ستم — اس ستمگر کو سکھاتے یہ ستم تم ہی تو ہو
جب تلک تم ہو تو ہستی ہے تمہی تم تو عدم — میرے نزدیک تو ہستی و عدم تم ہی تو ہو

دم محبت کا تمہاری جو ظفر بھرتا ہے
اُسمین کیا دم تھا مگر دیکھئے دم تم ہی تو ہو

اگر عمر اپنی مجھے یاد کم ہو — تو کیا دخل کچھ اُسکی میعاد کم ہو
وہی جائے خوش آخر اس عمکدہ سے — جو غمگین زیادہ رہے شاد کم ہو
کھٹے تو رہ بلد ہا آسمان پر — پر اُسکا نہ حسن خداداد کم ہو
نہین پائمار اپنی تعمیر ہستی — کہ ٹھہرے وہ کیا جسکی بنیاد کم ہو
محبت مین فریاد دل ہے زیادہ — ستم ہی جو تاثیر فریاد کم ہو
نہ کم ہو کبھی جوش سودا کا میرے — ہزار اب لہو میرا فصاد کم ہو

زمانے مین اُس شوخ بیداد گر کے
ظفر کس طرح داد بیداد کم ہو

دوستی مجھسے اگر تجکو صنم دل سے ہو — جو ہو قول قسم اللہ کی تم دل سے ہو

کیسے دل کے پرزے کرکے ہنس کے پوچھا پرویں
نہیں بر جھا لیا طالعِ تم اندر کتنے ہو

تم گلگیر اہلِ بزم کی یہ شوخ کہتی ہے کہ
مرا سر کاٹتے ہو تم کہ مجھے سر کرتے ہو

مرا زخمِ جگر تو دیدۂ پُر خوں سے اچھا ہو
عبث بھاپا پر اپنے دل کے رکھ رکھا کرتے ہو

وہ صیاد کو نسا ہے جسکے نزلہ بند کی خاطر
ظفر کو نذر کے گل تم جانکے ہمسر کرتے ہو

ہاتھ اٹھائے نہیں لفظ دعا کچھ
ہو چکے ہم تو یہ بخت بلا سے کچھ ہو

بیوفا تجھسے شکایت ہے ستم کی بیجا
کہیے اس سے کہ جو آگاہ دعا سے کچھ ہو

سر سے پا تک ہے جان بچے یا بچے
منھ موڑینگے نہ تیغ جفا سے کچھ ہو

ہو چکا بس ترے بیمارِ محبت کا علاج
نہ تو اب کچھ ہو دوا سے نہ دعا سے کچھ ہو

خاک سے بچنے کو ہیں کیسی کیا خاک
جب تلک او سکی لگاوٹ نہ ملا سے کچھ ہو

دستگیر اسکا جبتک ہو نہ ارادہ ستم
ہاتھ کٹواؤں جو شمشیر قضا سے کچھ ہو

تیرے غمزوں کی یہ پوچھوں کہ ہے تم میں کیا کیا
یا ابھی اور بھی خونریز ادا سے کچھ ہو

کہے دیتی ہیں نگاہیں ہی ہماری سب کچھ
کیا ہو اگر نہیں تم کہتے حیا سے کچھ ہو

نہیں معلوم ظفر اُن سے ہو مَیں کیا باتیں
جبکہ بیٹھے ہوئے تم آج خفا سے کچھ ہو

تجھ سے ہم دیکھ کر اپنا جو پوچھے کیوں ہو
نہیں پوچھے کا سر گر میرا ہو پوچھے کیوں ہو

تو سو جہاں میں لو پھر درد دوستی کی نہ ہو
زخم کھانے میں محبت کے حلاوت آئے ہے
دل صفائی اتنی گر دیکھا تو پھر آئینہ
ہوتی ہے تیغ محبت کی تجھ سے سپاہ
سودا کا خام ہوں ہے دل سودائی الضمیر میں
کشتی شکستہ ہے دل ما میں پنہانی ہری
دل اگر پھر درد ہوں ہے ان غمخوار میں

بیقراری رات بھر دل کو نہ کیونکر نہ ہو
تیر تیرا نیشکر دل کو نہ کیونکر نہ ہو
تو حیرت دیکھ کر دل کو نہ کیونکر نہ ہو
داغ دل نیچہ پر پسر دل کو نہ کیونکر نہ ہو
با ضعیف اسکے فقیر دل کو نہ کیونکر نہ ہو
ہے جو خطرہ دل کو نہ کیونکر نہ ہو
ہے تڑپنا دل کو نہ کیونکر نہ ہو

دل سے دل کو راہ ہے راز دل دلدار سے
میرے آگاہی ظفر دل کو نہ کیونکر نہ ہو

تم ہو جس پر مہربان اوس پر ہے کیا نظر
جلوہ گر جو وہ تو نے پردہ ہے کیا نظر
ہو گئے تم نظر سے اسکے پر باندھے رہو
ہو اگر منظور تم کو ملا رہو اگر نہ چاہے
تم ہو اوس پر مہربان اوس پر ہے کیا نظر
تم ہو جس پر مہربان اوس پر ہے کیا نظر

ہو نہ بغیر از مرگ شفا بیمار علم الفت کو ترے
اسکا علاج اور سوا کچھ ہے نہ ہوئے تو یہی ہو

زیر خاک بھی دل میں میرے خار حسرت کھٹکے گا
بعد فنا کچھ مجھکو کھٹکا ہے نہ ہوئے تو یہی ہو

لکھتے ہیں وہ خط میں کچھ ایسا دیکھ کے جسکو خامہ ہم
جانتے ہیں تقدیر کا لکھا ہے نہ ہوئے تو یہی ہو

تو نے کیا خون تازہ میرا ای عربدہ گر جسپہ ہم
ہے سا ہے کچھ کج جو جسپہ جا ہے نہ ہوئے تو یہی ہو

کیوں نہ لگائے سینہ سے لیکن اپنے داغ عشق کو ہم
کچھ تو ہیں مونس اپنا ہے نہ ہوئے تو یہی ہو

رکھتا جگر فولاد کا ہر یاں کون سوائے آئینہ
جاسکے حریف اس تیر نگہ کا ہے نہ ہوئے تو یہی ہو

لکھو ظفر تبدیل و توانی کرکے غزل اس بحر میں تم
لیکن ہے نہ ہوئے کا جا ہے نہ ہوئے تو یہی ہو

کون ہے جو دل سادہ پر فن ہے نہ ہوئے تو یہی ہو
نادان دوست اور دانا دشمن ہے نہ ہوئے تو یہی ہو

ہمارے پاس تم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو
تمہارے کہنے سے تصویر ہم تمہارے ہے

ترے سے مریض ہیں ہم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو
جو تجھ کو آتا ہے اے مہ مسیحا دم

دو بارہ قول دو ہم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو
کیا ہے عہد تو پھر پھر نہ وہ اس سے

بہ سوز دل مرا کم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو
کسی نے گر نہ تجھ دیکھا دیکھ دیدۂ تر

تری نگاہ کرم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو
فقط ہے جسم عنایت پہ زر گل میری

زمین بہ نقش قدم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو
تمہارے کوچے سے آگاہ ہو دل بیمار

رواں نہ سب سے علم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو
تری گلی سے کہاں جائے ناتوان ظفر

ہم اس صنم کے رہین اے ظفر بلا گردان
نصیب طوف حرم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو

برحق ہیں جان نثار محبت تلف نہ ہو
کہتا ہے کون تجھ سے کہ تجھ پہ کلف نہ ہو

جھٹکے کہ تیرے تیر نگہ کا ہدف نہ ہو
خاطر نشان دل کی ہو لاکن لگے کبھی

فتحے ہیں آگے کر نہیں آوردن نہ ہو
آتی ہے سبزہ کوہی عاشق کی تو صدا

مژگان کی کیونکہ فوج کھڑی صف بصف نہ ہو
لکھی ہے قصہ خنگ مسلم بار

جلیے وہ یہ کہ ہو مجھے عزو شرف نہ ہو
جھٹکے کہ خوبتی میں خلش سو خراب

ناداں وہ خوش آب ہے تو اے مقدمہ نہ ہو
بہتر ہے یہ کہ مرے خیم بر میں تنگ

گو وہ اگر نہیں ہے ہماری طرف نہ ہو
اللہ ہے ہمارا طرف دار اے ظفر

بہاؤں کیونکر نہ آنسو کہ وہ مکدر ہو — دل اُسکا مجھسے صفا ہو تو یونہیں نہ ہو

خیال زلف ترا آج میرے ساتھ رہا — یہ دن کسی سے بلا ہو تو یونہیں نہ ہو

فنا سے چاہیے ہو جاوین ہم فنا پہلے — نصیب کو بھی بقا ہو تو یونہیں نہ ہو

عدو ہے کہتے ہیں حق میں گو وہ ہو کہ نہو — کہے وہ ہوش رہا ہو تو یونہیں نہ ہو

گرہ کو دل کی ہے درکار ناخن ابرو — یہ عقدہ وہ ہے کہ وا ہو تو یونہیں نہ ہو

مریض عشق ترا کسطرح خدا مانگے موت — اگر نہ جانبر ہو شفا ہو تو یونہیں نہ ہو

ظفر لگا نہ سینہ سے یار کی تصویر
قرار دل کو ذرا ہو تو یونہیں نہ ہو

میرا شکوہ جب انھیں سن عدو سے ہنسکے کہا — چپ ہو رہو کیونکر مجھے بھی گفتگو لب ہی ہے

جب ہو خلوت کا سماں اور یار بھی ہو ہمدم — پھر تو نہیں اپنے دل کی آرزو جب ہی ہے

اے سراپا ناز خاکساران نازبیر — میرے ہونٹوں کی ہنسی تا ہو تو جب ہی ہے

شب وصل یار ہی کہے جس سے اپنا یار کا — وان سہانا اپنا یار نکلو تو جب ہی ہو

بس ہو وہ نازک بدن اور نازکی ہو جامہ میں — چاک سینہ پر اگر کپڑے رفو جب ہی ہو

جو کرے ہر جا تجھی کو دل طلب پھر نا طلب — در پہ رحمانہ کے کعبہ کو کعبہ جب ہی ہو

تیری محراب خم ابرو میں جو سجدہ کرے — اپنے آپ بنے سے اسکو دنیا و عقبیٰ جب ہی ہو

ذبح کرنا جسکا اے قاتل مجھے منظور ہو — زیر خنجر آپکو رکھ اپنا گلو جب ہی ہو

ٹھہرتی اُس رخ مصفا پر
نہیں ہرگز نظر صفائی کیا تھ
اسکا تیز نگاہ سینہ سے
جاے ہے کیا گذر صفائی کیسا تھ

کیا مقابل ہو خاک آئینہ
اُسکے رخ کے ظفر صفائی کے ساتھ

کیا ہی لایا قول پر اُس رونق محفل کا تھ
اُسکے جھوٹے قول پر جھوٹے آفرین سے تھ

مطلع ثانی

چڑھ بھی جاتے ہیں جو برسوں کبھی کل ہوتی ہے
بھاگ جاتے ہیں چھوڑ کر اپنے وہ بل سے ہاتھ
کون کہتا ہے نکر کو پیچ پر اصطلح سے
ہوں نہ آلودہ ترے خون دل سے ہاتھ
چاہتا ہے جی کہ ہو جاے مسخر وہ پری
کوئی آجاوے علاج ایسا کسی عامل سے ہاتھ
خوط کھاتا ہے جی ہی میں آشنا بحر عشق
تار گر ہو نیچے نہ اُس ساحل تک اُس ساحل سے ہاتھ
ہو نہیں سکتے کا بیمار محبت کا علاج
اے طبیبا نہ اُٹھا تدبر بیماحل سے ہاتھ
ہو گا خون مجنوں کا دامن تیرے رانہ رضا
گر نکالا تو نے لیلی پردہ محمل سے ہاتھ
حسرت اُس مسل دیا من گیر ہو سکی قضا
اور اوسکا درد ہو دامن قاتل سے ہاتھ

پونچھے آنسو خاکسار دن کے وہ کیا جواے ظفر
دھووے سو سو بار گر بھر جاے عطر گل سے ہاتھ

خط اُسے جلدی میں لکھتا ہوں قلم برداشتہ
جایو اے نامہ بر تو بھی قدم برداشتہ

شمع سے پروانہ مل کر دیکھو جی جاے ہے
سوختہ ہونا ہو جسکو جاے سو سوختہ

بیخبا دل آتش کدہ ہوا انکو آتش کیلیے
کیھیرا ہے حقیقی کی تلاش اور جستجوے سوختہ

عاشق دل سوختہ چپ ہی رہے تو خوب ہے
کون سنتا ہے ظفر واں ہاے و ہوے سوختہ

خجل ہو دیکھ کے ابرو ہلال کیسا کچھ
اسی سے جانو کہ ہوگا جمال کیسا کچھ

فلک کے منہ سے ستارے تو کر لیے معلوم
کھلا نہ یہ کہ ہے اس رخ کا خال کیسا کچھ

جو دوست تھے وہ ہیں دشمن عجب ماجرا ہے
ہوا ہو دیکھو زمانے کا حال کیسا کچھ

مرے زوال سے جانو کمال کو میرے
زوال یہ ہے تو ہوگا کمال کیسا کچھ

نہوے کیونکہ گرفتار تار مین دل
بچھا یا زلف نے یہ کسکے جال کیسا کچھ

نہ آئے سہر عیادت جو وہ مسیحا دم
تو ہو مریض کو اسکے ملال کیسا کچھ

ظفر نکالے فلک نے جو کجروی سے ڈھنگ
تو اک زمانہ ہوا یا کمال کیسا کچھ

ہے جہان مین خواہش نام و نشان بیفائدہ
سینکڑو ہی ہاتھ گئین کیطرح یان بیفائدہ

مسکن اس بحر فنا مین کر نہ مانند حباب
ڈال پانی پہ بنیاد مکان بیفائدہ

چین دیگیسو خلق آپ ہی چکر مین
ہے ہوس راحت کی زیر آسمان بیفائدہ

دیکھ غنچہ کہ ہے آخر مثل گل یہ مرو گی
پیر یہ ہنستا ہے تو کیا ایجوان بیفائدہ

میری صحبت خوش آئے کیونکہ انھین	اُن کی صحبت کا اور ہی نقشہ
دل تو کیا جان تک بھی دین تجکو	اپنی ہمت کا اور ہی نقشہ
جلتے تدبیر سے تب غم کیا	اس حرارت کا اور ہی نقشہ
ہو قیامت سے اُسکو کیا نسبت	تیری قامت کا اور ہی نقشہ
سیدھی باتونپہ بیڑھے ہو جانا	اسکی خصلت کا اور ہی نقشہ
تیری اس سرد مہرین پر بھی	سوز الفت کا اور ہی نقشہ
جانے کیا بوالہوس حقیقت عشق	اس حقیقت کا اور ہی نقشہ
کیونکہ جان برہو درد و سند ترا	درد فرقت کا اور ہی نقشہ
تھا تو مجنون کو بھی جنون لیکن	میری وحشت کا اور ہی نقشہ
نقش جب لکھتے ہین عبث احباب	کرحمت کا اور ہی نقشہ
جسے دیکھا ہی تجکو آئینہ رو	اپنی حیرت کا اور ہی نقشہ
کھینچ صورت نہ اُسکی صورت گر	اُسکی صورت کا اور ہی نقشہ
کر جراح چارہ کس کس کا	ہر جراحت کا اور ہی نقشہ

ای ظفر ہی جہان مین خلق کہان ذ ذ ذ
اب تو خلقت کا اور ہی نقشہ

کھینچا جب تیرے روئے حسین کا ہی نقشہ	وہ مہر کا ہی یہ ماہ مبین کا ہی نقشہ

پھرتا آوارہ ہون پیچھے کسی ہرجائی کے
ٹھہرے کسطرح ظفر میرا قدم ایک جگہ

قلم سے خامۂ نوک قلم نکال کے لکھ
جگر سے آہ دلا و سبدم نکال کے لکھ

جواب نامہ ہمارا ہمارے قاصد پر
نہ آنکھین غصے سے اے پرستم نکال کے لکھ

لگا دل کو وہی جو اٹھائی جان سے ہاتھ
کفن سیر ہے تو میرا دم نکال کے لکھ

کبھی تو رقعہ طلب مین مرے خدا کے لیے
کوئی ملاپ کا رشتہ صنم نکال کے لکھ

کسے ہے کون کہ خط اسکو تو لکھ اے دل
پرایا حد سے نہ باہر قدم نکال کے لکھ

طبیب میرے لیے بھی کتاب مین سے تو
کوئی تو نسخہ آزار غم نکال کے لکھ

پڑھے وہ دلبر نوخط ظفر خوشی سے خط
کچھ ایسی تو نئی طرز رقم نکال کے لکھ

اسکے کوچے مین کہان ایسے ٹھکانے کی جگہ
کہ جہان ہمکو ملے آنکھ ملانے کی جگہ

آئینہ کو تم اگر منھ نہ چڑھاؤ اپنے
تو نہو اسکو کہین منھ بھی دکھانے کی جگہ

نقش بر آب ہے ہستی کی نہین کچھ بنیاد
اے حباب ایسے کہان گھر کے بنانے کی جگہ

دلبہ گر زخم نہو کوئی تو کیا ہو معلوم
کہ یہ ہے ناوک جانانکی نشانے کی جگہ

کیا کرین جائین اگر آپ نہ ہم یار کے گھر
گھر مین جب اپنے نہو اسکے بلانے کی جگہ

تجھے اے شمع ہو سر کے ٹھانے مین فروغ
جا شادی ہے نہین اشک بہانے کی جگہ

دیکھ

دور سے بھی جسکی صورت دیکھنے پاتے ہم
یہ تماشا ہے کہ ہو اُسکا مقرب آئینہ

دیکھیے ہوتی ہے کیا کیا ہمکو حیرانی ظفر
سُنھ لگا ہے اُس پری پیکر سے بیتاب آئینہ

کب کہا مینے کہ تو اُسکو بھی الفت سے نہ دیکھ
دیکھ پر میری طرف جیتم عداوت سے نہ دیکھ

مطلع ثانی

جو کہ ہو تجھے سو تو اُسے حسرت سے نہ دیکھ
اور جو تجھسے ہو کم اُسکو حقارت سے نہ دیکھ

وہ تو دکھلائے ہے ہر رنگ مین تجکو جلوہ
خواہ تو دیکھ اُسے خواہ تو غفلت سے نہ دیکھ

دیکھ آئینہ صفت ساتھ صفائی کے ہمین
روش کینہ آئین کدورت سے نہ دیکھ

دیکھون کیا گلشن ہستی کو کہ کتنی ہے خزان
تو بہار اسکی بہت بیٹھکے فرصت سے نہ دیکھ

دیکھ کر تو مری تصویر بڑھاتا کیون ہے
تجکو بیزاری اگر ہو مری صورت سے نہ دیکھ

فال کیا دیکھتا ہو تو کہ تری فال نکو
نہین دنیے کی زیادہ تجھے قسمت سے نہ دیکھ

زال دنیا تجھے سو جلوہ عروسانہ دکھاوے
ہو جو انمرد اگر تو اُسے رغبت سے نہ دیکھ

سُن ظفر قافیہ مصرع طرحی مین غزل
میری جانب کو ذرا چشم حقارت سے نہ دیکھ

کون کہتا ہو کہ شوخی و شرارت سے نہ دیکھ
دل کو لیکن تطرز دزدی غارت سے نہ دیکھ

دیکھ تو ہمت عالی سے بشر کا رتبہ
مرتبہ اسکا بلندی عمارت سے نہ دیکھ

آنسو دن سے راتدن بہنے لگی نمدیدہ آنکھ
کیون لگائی ہمنے اُس سے ایدل شوریدہ آنکھ

خواب مین بھی دیکھنے پاؤنگا اُس مہوش کو ہم
کھل گئی یکبارگی اے طالع خوابیدہ آنکھ

لیگئے دلکو چرا کر رہگئے سب دیکھتے
کیا بلا ہو دزد اے کافر تری دزدیدہ آنکھ

سچ ہو رنجش کے سوا کیا اُڑا ہمین حاصل
تجھسے لڑکر دلکو کرتی ہو سری نخچیدہ آنکھ

جلوہ نما فہمونکو دنیا اپنے دکھلایا کرے
دیکھتے ہین کب اُٹھا کر دم سنجیدہ آنکھ

چاہتا ہو شوق نظارہ مرا آنا مہ پر
خط کے نامے پہ جا مہر ہو چسپیدہ آنکھ

اے دل شامت زدہ یہ حلقہ موست سمجھ
تجکو دکھلاتا ہو اُسکا طرہ پیچیدہ آنکھ

ماہ کی تجکو نہ لگ جائی نظر ڈرتا ہے جی
ڈالتا ہو تجھپہ مثل مردم نادیدہ آنکھ

اللہ اللہ جلوہ حسن و جمال فخر دین
ہے اُسی پر اے ظفر گردیدہ دل گردیدہ آنکھ

ردیف الیاء التحتانیہ

خاے یا جو تری دیکھا ای صنم لیتے
تو یا مین باغ مین جھک جھک کے گل دم لیتے

مطلع ثانی

اگر وہ نام ہمارا نہ دمبدم لیتے
تو اُنکا کیا یہ نہین مطلب سمجھ نہ ہم لیتے

یہ ناتوان ہین کہ چڑھتا ہو اُنکا ضعف سے دم
جو سانس بھی ہین تھا رہو مریض خم لیتے

کیا زمین دلکش ہو کو چکی تری اُٹھے نہ پھر
جو شاں نقش پا دان بیٹھے جم کے آدمی

دلم ہو اسطے ہوں جانور اسمین اسیر
پھنستے ہین پھندے مین زلف خم بخم کے آدمی

جو گیا پھر کر نہ آیا اور کس سے پوچھیے
رہتے ہین کس حال مین ملک عدم کے آدمی

ہے عبث کوشش فریب انسان کی تسخیر کے لیے
جب تلک طالع چمکاؤ نہ چمکے آدمی

ای پریرو ہو اگر آگاہ تو آجاے پھر
کیون فریبو ہین ترے قول و قسم کے آدمی

عشق کا کب بوجھ اُٹھتا ہے فرشتون سے ظفر
ہین اُٹھانے والے اس بار الم کے آدمی

شوخ چشمی خوش نگاہی بیوفائی بدگمانی
دل فریبی دلنوازی دلربائی دلستانی

مست نازی فتنہ سازی تندخوئی خیرہ جوئی
ظلم کیشی ظلم گوشی ظلم خواہی ظلم رانی

کج کلاہی بیدماغی پرفریبی پرغنائی
بدطریقی بدشعاری بدمزاجی بدزبانی

چشم بیگانہ نظر تیغ نگاہی بادہ توبے
خط عارض سبزہ زاری روی گلگون گلستانی

خوش نگاہی خوبروئی بدلہ سے بےمہر گوئے
ہرشیاری چرب گیری نکتہ طبعی نکتہ دانی

خودپرستی خودنمائی خودپسندی خودستائی
خودسے ناآشنائی سرکشی نامہربانی

ہم ظفر ہین اسپہ منحصر خوار و سوگوار محزون
وہ یہ مانے یا نہ مانے وہ یہ جانے یا نہ جانے

کیا کہون گر پوچھے کوئی کچھ چشم پرامید بنی
دیکھنے سے ہاتھ دھوئے یہ بڑی مشکل بنی

مطلع ثانی

پھپھولے دل کے تازہ طرز اشک افشانی
رہ الفت میں ہے روز اک نیا دانہ نیا پانی

کہا میں نے کہ کھینچ اُس لب کی تصویر کھینچیگا
نہ مانی بات مانی نے مری آخر کو چین مانی

ترے سر باز کو دن ہو نہ کم عید قربان سے
کرے جو صبر تو قربان اُسے مانند قربانی

دکھا دیتا جو حسن اپنا وہ طلعت گر لیخا کو
تو اُسکو خواب ہو جاتا جمال ماہ کنعانی

پریشان مثل زلف یار ہو ہر سطر کا مضمون
جو کچھ لکھوں میں نے دل کا احوال آشفتہ

تماشا آ کے اسصورت کدہ میں اے کیا دیکھا
کہ اتنی صورتوں میں نے اک صورت نہ پہچانی

کوئی جاتی ہو اسمیں پیش تدبیر آخر دیشہ
نوشت اپنی جو پیشانی میں ہے وہ ہی ہے پیشانی

ظفر اس عالم تصویر کی صورت کو جب دیکھا
ہوئی صورت گر دن کو صورت تصویر حیرانی

صحبت اِن بتوں سے گر اتنی ذرا نہ ہے
واللہ اعلم اپنے دل و جان پہ کیا بنے

لیجائے اُڑا کے زر گل نہ کس روش
بادِ چمن میں چور جو بادِ صبا بنے

سر تو ہمنے آنکھوں میں اُنکی لگا دیا
پر ڈر ہے یہ کہ اور نہ کچھ طوطیا بنے

وزارت پیتے ہیں سر کشی سے کیوں
کیا نہ فلک حق میں مرے آسیا بنے

انمیں ظلم کیش کیا وہ بچے جسکے واسطے
تیر نگاہ ہمسر تیر قضا بنے

دود دلِ جگر سے میرے ہی آہ کیا عجب
زیر فلک جو اُسکو فلک دوسرا بنے

کہون سو یاد لکو مین اگر بانے کہا میرا
جو زخمی ہو ترے تیغ عشق کا ایسکو واجب ہے

جو مانے ہی نہین تو پر کہو کسکی بلا کہوے
لب ہر زخم سو قاتل کو اپنو مرحبا کہوے

ستارون کی طرح سے تو بھی کاٹے رات آنکھون مین
ظفر اپنی کہانی کچھ سے گر اے مہ لقا کہوے

نہ تو بی بنگ کبھی ہنسے نہ مینوش ہوے
سینہ زنگون کی لگا ہون ہی بیہوش ہوے

اٹھگیا کون سا اس بزم سے بیکس ساقی
جسکے ماتم مین تن و دل ہین سیہ پوش ہوے

عہد و پیمان تھے مرے ساتھ تمھارے کیا کیا
ہو گیا کیا کہ جو سب نمک فراموش ہوے

دل خرفتہ کوئی کیا مجھ سا چمن مین آیا
کہ جسے غنچہ گل دیکھ کے خاموش ہوے

گئے آغوش لحد مین ہم اسی حسرت سے
کہ کبھی ہمسے نہ تم آکے ہم آغوش ہوے

گئے اس منزل ہستی سے بارام وہی
جو کہ بار ہم دنیا سے سبکدوش ہوے

نکلے اشک آنکھ سے اور سینہ سے میرے نالے
دل مین پیدا جو محبت کے ظفر جوش ہوے

جب سنی بات تری شک دلو رسنی
شام کو اور سنی وقت سحر اور سنی

نہ سنا ہمنے کسی بات پہ حرف تحسین
منہ سے گالی تری ہان کوئی مگر اور سنی

نہین تحقیق کہ ہو کیا ترے بیمار کا حال
کل خبر اور سنی آج خبر اور سنی

دیکھیے حال جو ہوتا مگر اس ظالم نے
اک ذرا میری نہ فریاد جگر اور سنی

تری تیغ نگہ کے سامنے ہو کون آسکتا
وہی آویگا قاتل موت جسکی آئی ہوگی

جو اتنا گرم ہو کر آج تو اے شعلہ خو آیا
ہوا خواہوں نے تیرے آگ کچھ بھڑکائی ہوگی

سبب غافل نہ پوچھ اسکا ارے دے بخوں آسکا
چلن دیکھکر تیری زمین تھرائی ہوگی

عدو کے ہاتھ سے گر ساغر مے یہاں پیگا تو
توسن لیجو یہاں بھی افیون کھائی ہوگی

دکھاتا ہی رہیگا وہ تو اپنے ہر طرح جلوہ
ظفر دیکھے گا پردہ ہی جسے بینائی ہوگی

زیادہ غیر سے جسدم ترے پاک ہوے
ہم آتش تب حسرت سے جلکے خاک ہوے

تمھاری موج تبسم کے ایک خنجر سے
ہزار دن گنجی گلستان مین سینہ چاک ہوے

خدا ہی جانے کہ ہین دل تو نکے کیا پتھر
کہ تجھسے ہمدم اے آہ و دل ناک ہوے

لگی رہی مے انگور سے جو اپنی تاک
تو بعد مرگ بھی ہم دفن ریز تاک ہوے

عجب طرح کا طبیعو مرض ہے مہلک
کہ جو ریض صحت ہوے ہلاک ہوے

جنھون کے دل رہے آلودگی مین دنیا کے
ہوئی طہارت ظاہر تو کیا وہ پاک ہوے

بڑے تھے عشق مین فرہاد و قیس مرد نبرد
گر نہ یاد وہ ظفر سنکے تیری دھاک ہوے

ملا ے خاک مین گر وہ ستم شعار مجھے
بلا سے سمجھے مگر اپنا خاکسار مجھے

وہ گرچہ دشمن صبر و قرار ہے لیکن
ندیکھون جب تلک اسکو نہین قرار مجھے

فلک پر ماہ گرچہ آپکو چمکاتا پھرتا ہے
مگر اس مہ جبین کے گرد چکر کھاتا پھرتا ہے

خبر ہے یا نہیں تجکو کہ ہر شب سیر کو چھت پر
کوئی دیوار و در سے اپنا سر ٹکراتا پھرتا ہے

بہا ہے صبا گلگشت کے وہ عیرت گلشن
بہار اپنے گلون کی یا عین دکھلاتا پھرتا ہے

نہین اپنی خبر بھی مجکو اور وہ سب سے کہتا ہے
خبر یا مجکی ہو تو جا بجا پونچاتا پھرتا ہے

قیامت قتلگہ مین کیونکہ اے قاتل ترے پہلو
کہ لاشین اسے مقتولون کی ٹھوکر اتا پھرتا ہے

ترے کوچے کو اے رشک چمن گلزار کر دیکھا
کہ عاشق چشم تر سے اپنے خون سا تا پھرتا ہے

تسلی دے ہو کیا مجکو ابھی وہ جوانا ہے
تو میری طرح تو بھی نشین گھبراتا پھرتا ہے

لگایا عطر تو نے غیر کو ہان ہمنے پوچھا تھا
وہ تیری اس لگاوٹ پر بہت اتراتا پھرتا ہے

نہین دل یار سے پھرتا اگرچہ ناصحا مشفق
پھرے ہے ساتھ میرے اور مجھے سمجھاتا پھرتا ہے

بلا ہی فتنہ گر ہے شوخ چشم سرمہ سا تیری
کہ جسکی دیکھ کر گردش فلک چکراتا پھرتا ہے

الجھ کر پھر سلجھنا دیکھ اس کافر کا مشکل
ظفر زلف بتان مین دلکو کیون الجھاتا پھرتا ہے

اشک خون بہکر جو شب گان سے تھے چلے
سیکڑون نالے مرے خون جگر سے تھے چلے

خط مرا پونچا رسید آئی مگر ہے یہ خط
ذکر کچھ شاید عدو ناسہ بر سے تھے چلے

گر کسی کے قتل پر تجنے کمر باندھی نہ تھی
باندھکر تلوار کیون اپنی کمر سے تھے چلے

کو بکو ڈھونڈا تو اگر اس کوچہ مین کہتے قدم
سر کٹانیکی ہوس تھی ہم جو سر سے تھے چلے

قاتل اگر پھنسے ترے عاشق کا مزغ جان
تیری ہی دام جوہر شمشیر مین پھنسے

دنیا کی چاٹ چھٹتی نہین کیا کرین کہ یہ
مثل مگس ہین شکر و شیر مین پھنسے

رہتے ہو اب جو فکر و تردد سے اتنے تنگ
تم اے ظفر ہو کون سی تدبیر مین پھنسے

گوشہ کہ کنج لعل بت پرفن ہے
سانپ بانبی سے نکالی ہوئے گردن یہ ہے

نرم ہوتا ہے نہین دل بت کافر تیرا
کوئی پتھر ہی خدا جانے کہ آہن ہے

نخل سرو اسنے جو دیکھا میری بالین پہ کہا
کشتۂ قد کامرے دیکھا ہو مدفن یہ ہے

دم گلگشت نہین ساتھ جو وہ گلشن مین
تو مرے واسطے گلشن نہین گلخن یہ ہے

مہ کو اور یار کے رخسار کو دیکھو یارو
چشم انصاف سے تم دیکھ ہو روشن یہ ہے

کہتے ہین منزل دنیا جسے گھر اسکو جان
فکر کر خانۂ عقبیٰ کا کہ مسکن یہ ہے

دوست اس دل کو سمجھتا تھا ظفر مین اپنا
اب جو دیکھا تو مری جان کا دشمن یہ ہے

خیال اپنا ادھر ہو پنجا بصد تدبیر مشکل سے
کھنچی کلک تصور سے بھی وہ تصویر مشکل سے

رہے ہے ہجر کی شب ہجوم رنج و غم دلمین
کہ نکلے ہی ہمارا نالۂ شبگیر مشکل سے

ہزارون طرح کے ہین پیچ اسکی زلف پیچان مین
بنائی کسی صناع نے زنجیر مشکل سے

جو دیکھین خط کا عالم مصحف رخسار پر تیرے
سمجھ پھر لکھین قرآنکی تفسیر مشکل سے

ہاتھ آئے جو عاشق کے تیرے دولت کونین
یکمشت گھٹا دے اسے یکمشت اُٹھائے

اس قاتل سفاک نے آفاق مین کیا کیا
ہنگامے نہ ہنگام زد و کشت اٹھائے

انگشت نما صنعت سے ہون مثل مہ نو
ایک خلق ہو میری طرف انگشت اُٹھائے

ایدل تری بس دیکھی رفاقت کہ ابھی سے
تونے تو قدم اتنے مین چل ہشت اٹھائے

تھا موتونکا ڈھیر جو اشکون سے ہمارے
یہ کس نے اُسیمین سے کنی مشت اُٹھائے

جو بار امانت کہ ہے انسان نے اُٹھایا
کیا تاب فلک کی یہ نہ پشت اُٹھائے

اسلام عجم مین ظفر آیا تھا عرب سے
اسواسطے تا مذہب زرتشت اُٹھائے

رو دی کب آہ ہونگی کب نے آنسو پی گئے
کب بہا چشمون سے پانی اور کب آنسو پی گئے

مطلع ثانی

خون ہر کیون اس بت کافر کا گھسپی گئے
کچھ یہ گنگا جل تھا جو اسکو ہندو پی گئے

ایکدن اسنے کیا ہوا ہی تھا تحکم کے خم
بیٹھکر ساقی کے سب نور انور پی گئے

بولے زہر جدائی آگیا غصہ انھین
پردہ کچھ تھوڑا سی ہو چین بر پی گئے

ہاتھ سے گر کے تو نے پیا جام شراب
ہم پیالہ زہر کا سن لیجیو تو پی گئے

تیری آب تیغ ہو عشاق کو آب حیات
جی گئے وہ اسکو جو ہی عرصہ جو پی گئے

بے نشہ تو ایک ن بھی ہم اوساقی رہے
موہنین تو بنگ ہی دو چار چلو پی گئے

رشک سے خون شفق میں غرق ہے کون ماہ رو
دیکھ پایا کیا کہیں تو لب پان خوردہ ہے

ساقیا دے بھر کے تو جام شراب آتشین
اب یہی میرا علاج خاطر افسردہ ہے

رکھدیا سر زیر تیغ یار تو نے اے ظفر
آفرین شاباش تیرا واہ کیا دل گردہ ہے

جو زندہ اہی بت بے مہر سے پھرے
ترا مرید محبت خدا کرے پھرے

نظر تو پھیر جو مجھ سے تو پھر گلے پہ مرے
نہ کیونکہ خنجر بران تری نظر سے پھرے

مسافران عدم کا کھلا نہ حال افسوس
کہ جو ادھر سے گئے پھر نہ وہ ادھر سے پھرے

چڑھے جو منہ پہ دم گریہ ابر در یا بار
بہا بہا وہ مرے اشک چشم تر سے پھرے

حریص صاحب زر ہو نہ ار جون خورشید
اگر تلاش ہی میں شام تک سحر سے پھرے

نہ پھر عہد محبت سے وہ کبھی لیکن
ہمارے طالع برگشتہ کے نہ ڈر سے پھرے

بتاؤں پھر کوئی عمر رفتہ کو کیونکر
کہ نہ علم و ہنر اور نہ زور و زر سے پھرے

وہ پھیر چشم سے منہ یا غضب سے پھر آنکھ
مگر نہ دل کبھی اس شوخ عشوہ گر سے پھرے

تمھاری بات کا کیا کوئی اعتبار کرے
کہ قول دیکے کبھی یار تم ظفر سے پھرے

یہ جلوہ کس کا مثل آفتاب آنکھوں کے آگے ہے
وہ رشک سے جو حجاب آنکھوں کے آگے ہے

تصور میں ترے اے رشک گل روی کتابی کے
ہمیشہ اک گلستاں کی کتاب آنکھوں کے آگے ہے

ظفر اُس چشم وحشی مین نہین نخچیر سرمہ کی
اِس آہو کے گلے مین ہے پلنگ لاجوردی ہے

عیش سے گذری کہ غم کیساتھ اچھی نبھ گئی
نبھ گئی جو اُس صنم کیساتھ اچھی نبھ گئی

دوستی اُس دشمن جانی نباہی تو سہی
گو نبھی ظلم و ستم کیساتھ اچھی نبھ گئی

خوب گذری گرچہ اوروں کی نشاط و عیش مین
اپنی بھی رنج و الم کیساتھ اچھی نبھ گئی

ہمکو تھا منظور اپنی خاکساری کا نباہ
بار ہو اُس خاک قدم کے ساتھ اچھی نبھ گئی

جو زبان پر اُسکی آیا دلپہ نقش اُسنے کیا
لوح کی صحبت قلم کیساتھ اچھی نبھ گئی

بوی گل کیا رہے کرتی گل نے رہ کر کیا کیا
وہ نسیم صبحدم کے ساتھ اچھی نبھ گئی

شکر صد شکر اپنے مُنھ سے جو نکالی مین نے بات
اے ظفر اسکے کرم کے ساتھ اچھی نبھ گئی

خط مین بہت سی اُسنے چنان اور چنین لکھی
ہر بات اک چنی ہوئی تبکہ نہین لکھی

گر رُخ اُس حسین کے خوبی نے حُسن کی
کیا خوب خط خوب سے حصن حصین لکھی

ثابت ہو جب خطا مری اور ہاتھ ہون قلم
خط مین اگر ہو مینے شکایت کہین لکھی

ہوتا اسیکا صفحہ ہستی پہ ظہور
جو کچھ کہ سرنوشت مین مثل نگین لکھی

میری دوا تو شربت دیدار یار ہے
نسخہ مین کیون طبیب نے سرکا نگبین لکھی

لکھا جو اُسنے خط مین کسکے مجھے سلام
سو بندگی رقیب کو بھی ہمنشین لکھی

ہم سوا تیرے نہیں کچھ اور جا شاد دیکھتے
اس تماشا گاہ میں ہیں تا تماشا دیکھتے

تو نے مارا کس کو ای ظالم تری کو چہ میں ہم
ہیں بنا آج ایک خون آلودہ لاشا دیکھتے

جوش وحشت اپنا دکھلاتے اگر مجنوں کو ہم
بھاگتا صحرا سے وہ کیا بے تماشا دیکھتے

یار و اُس نو خط کی تم مشق ستم مشل قلم
سر ہمارا اُسنے تھا جسدم ترا شا دیکھتے

ای ظفر جس کو بتلاتے ہیں میر ابو الفضول
پاس اُنکے ہم نہیں دو نیم ماشا دیکھتے

صورت ہے اُس یار نے دکھلائی نہ ہوگی
چشم اُسکی جو ہوگی بھی تو بینائی نہ ہوگی

گر آہ و فغاں ضبط کریگا دل بیتاب
ہوگا ہمیں تا فائدہ رسوائی نہ ہوگی

ہوگی نہ تری چشم کے بیمار کو صحت
جب تک کہ ترے لب سے مسیحائی نہ ہوگی

افسانۂ غم جس نے سنا ہوگا ہمارا
اک لحظہ اُسے رات کو نیند آئی نہ ہوگی

ہونگے بہت باغ میں شمشاد و صنوبر
اے سرو رواں تیری سی رعنائی نہ ہوگی

مٹی تجھے دینی ہو اگر کشتہ کو اپنے
جا جلد پہنچ لاش ابھی قفائی نہ ہوگی

اُس یار دل آزار کو دل دیکے کسی نے
راحت کبھی دنیا میں ظفر پائی نہ ہوگی

واں رسائی نہیں تو پھر کیا ہے
یہ جدائی نہیں تو پھر کیا ہے

ہو ملاقات تو صفائی سے
اور صفائی نہیں تو پھر کیا ہے

بوسے لینے خیال کرتا جو تمہارے جائینگے | زلف کے ہاتھوں وہ اک نکتہ پہ مارے جائینگے

مطلع ثانی

بحر غم میں دست و پا اک عمر مارے جائینگے | اس کنارے کہیں جس کنارے جائینگے
کچھ اشارہ ہو ادھر کا جو کیا ہے ہمنے قصد | ہم نہیں ہیں وہ کہ انکے بے اشارے جائینگے
تو جلاتا ہی ہمیں دیکھ اے مہ وش | آسمان تک اپنی آہوں کے شرارے جائینگے
ہم جیالے ہونگے رخصت جائینگے جی سے گذر | آپ رخصت ہو کے جب گھر کے ہمارے جائینگے
مرد سن بھی زبان اپنی ہوگا تیرا نام | چپ نہیں رہنے کے ہم تجھکو پکارے جائینگے
آشنائی گر جتائینگے تجھے اے بحر حسن | اکیدن ہم پار دریا کے اتارے جائینگے
کوئی حسرت ایفلک اپنی نکلنے کی نہیں | ساتھ ہی یہ زیر زمین ارمان سارے جائینگے

کل تو کہتے تھے قصر کے گھر نہیں جائینگے پھر
آج ہیں کچھ مہربان کہتے ہیں بارے جائینگے

رخ روشن کو شاعر جبیں خورشید مانیگے | جبین کو ماہ در گوش کو ناہید مانیگے

مطلع ثانی

ادھر تم ملتفی اپنی جو قد خورشید مانیگے | عدو کیا جانے کیا کیا دیکھکر تمہید مانیگے
کمر اس پیکر کے قتل پہ باندھینگے گر دشمن | تو وہ ابدوست تیری باعث تائید مانیگے
نہ پھیرینگے کبھی رہرو راہ قاہر گر | وہ جسدم سیدسوے عالم جاوید مانیگے

گاہ خوشی ہین گاہ خفا ہین گاہ مکدر گاہ صفا
گاہ جدا ہین گاہ بہم یہ کسکے ہوے اور کسکے ہونگے

کرتے ہین ظاہر لطف و عنایت منکے ہین میٹھے نہایت
دلمین بھرے ہے انکے ستم یہ کسکے ہوے اور کسکے ہونگے

قول و قسم سب اُنکے غلط ہین اپنی غرض کے یار فقط ہین
جانتے ہین خوب انکو ہم یہ کسکے ہوے اور کسکے ہونگے

کتنے ہین انکے مریض ہجران مرگئے آہ بغیر از درمان
چارہ ساز عیسی دم یہ کسکے ہوے اور کسکے ہونگے

کس سے اُنھون نے مہر و وفا کی جس سے لیا دل اُس سے دغا کی
ایسے ہو کیا امید کرم یہ کسکے ہوے اور کسکے ہونگے

اُنکو کسکا پاس محبت یہ کیا جانے طرز مروت
اُنکی نہ بھریے چاہ کا دم یہ کسکے ہوے اور کسکے ہونگے

کشتہ اگر ہو تیغ جفا سے کوئی انھین کیا انکی بلا سے
اُنکو ظفر ہے کسکا غم یہ کسکے ہوے اور کسکے ہونگے

اس میکدہ مین کیا خوش پیکر شراب ہوگے
تم اے شراب خوارو دیکھو خراب ہوگے

مطلع ثانی

دیکھنا دل کیا قیامت پر قیامت لائیگا
لیگئے محشر مین جو ہم ساتھ اس بلا کو جائینگے

قتل سے عشاق کے کوسلے ڈرتے ہو تم
آپ سے کیا مانگتے وہ خونبہا کو جائینگے

نسخۂ اکسیر خبگو خاکساری نے دیا
کیا غرض جو ڈھونڈھنے وہ کیمیا کو جائینگے

گل گریبان چاک کر ڈالین گے جسدم العیا
وہ چمن مین کھولکر بندِ قبا کو جائینگے

جائینگے گر ناصح مشفق ترے پاس
پوچھا سمجھاکے کیا اس مبتلا کو جائینگے

ہم جو کعبہ جائینگے تو وہان سے ہوکر اے ظفر
پھر مدینہ کو بخفت کر کربلا کو جائینگے

آئینہ سے یونہین تیری آنکھ گر لگجائیگی
دیکھنا پھر تجکو تیری بھی نظر لگجائیگی

آج بھی آئیگا تو یا پھر وہی کل کی طرح
یا تو نین مہندی ترے او فتنہ گر لگجائیگی

ہو پری اُس زلف کی سرکار اپنی جنس دل
گر لگا دیگا کوئی آشفتہ سر لگجائیگی

جیتے دینے کا نہین یا ن اضطراب دل مجھے
دیر گر تجکو وہان آنا مر لگجائیگی

تم جو پوچھوگے کسی سے کوچۂ دلدار مین
ہمنشینو کچھ نہ کچھ دلکی خبر لگجائیگی

کیون لگاتے دل کسی سے ہم اگر جانتے
جان کے پیچھے بلا اک اسقدر لگ جائیگی

گر یہی ہے آہ آتشبار تو جاے شفق
خرمنِ افلاک کو آگ اے ظفر لگ جائیگی

گفتگو ہونے وہان آٹھ پہر اور لگی
دل خبردار رہو یہ آج خبر اور لگی

بنگیا اتنا تصور گر مصور دیکھنا | یار کی تصویر کب پیش نظر بنجائیگی

دیکھو مانو دختر رز کو لگا دُو تم نہ منھ
یہ پڑے گی جب گلے مشکل ظفر بنجائیگی

تنہا کبھی اُنسے ملاقات ہو گی | باتیں ہی ہونگی اور بھر کچھ بات ہوگی
مہمان بلا کے غم کو کیا وا ہی گھر تباہ | ایسی بھی کم کس کی مدارات ہوگی
آئیگا خاک ہو کے بھی دامن اُس کا ہاتھ | قسمت تو اپنی ساتھ ہی یہ بات ہوگی
برسینگے اشک یہ نہیں جو آنکھ سے متصل | بارہ مہینہ ملک میں برسات ہوگی
خط غیر کا چھپایا جو اُس نے تو کھل گیا | کچھ خط کے ساتھ اور بھی سوغات ہوگی
ہونگے جا بجا تو طرحدار اور بھی | لیکن یہ چھب کہاں تری گات ہوگی
ہوتی نصیب ہے مے شب وصال | جب تک دن پھرینگے تو وہ رات ہوگی
نکلینگے خانقاہ سے جس وقت پیر ہی | ہم ہونگے رند ہونگے خرابات ہوگی

چھپ چھپ کے رات کا نہیں جاتا پیے سبب
تنے ظفر لگائی کمین گھات ہو گی

صلح کی ٹھہرے اب تو لڑائی ہو چکی | ہو چکی صاحب محبت آزمائی ہو چکی
سیر گریبانے ہوا یار کے دامن کا غبار | ہے زیادہ تر کدورت بیصفائی ہو چکی
جسطرح ایدل پھنسا تو جائے زلف یار میں | تجکو اس دام بلا سے اب رہائی ہو چکی

جو مست سرکشی کے پیکر شراب ہونگے
مستی مین آپ ہی وہ اپنے خراب ہونگے

مطلع ثانی

گرم فغان جو ہم با چشم پر آب ہونگے
ہو دینگے دشت دریا دریا پایاب ہونگے

گرمی سے اس تمھارے رخسار آتشین کے
گلشن مین گل ہزارون گلزار گلاب ہونگے

غفلت سے آنکھ تیری جسدم کھلیگی غافل
جتنے ہین تماشے دنیا کے خواب ہونگے

تھمرے یہ سانس ٹھنڈی ہم سامنے آنکے
گر جانتے وہ ہمدم گرم عتاب ہونگے

ہے سوز عشق سے وہ لبریز ہر گری
دیکھین گے گر فلک دل جلکر کباب ہونگے

چپ سے خنجر تمھارے سبکی زبان ہے چلتی
جب تم جواب دوگے سب بے جواب ہونگے

اس نگاہ مست سے کچھ ایسی مستی لگ گئی
چھٹ گئی پرہیزگاری مے پرستی لگ گئی

گر پڑے فوارہ سرکش نکیونکر سر کے بل
ہو بلندی کے عزیزو ساتھ پستی لگ گئی

آگیا اس سرو پیوستہ کا جسدم خیال
دل پہ میرے یک بیک تیغ دو دستی لگ گئی

اک نگہ پر لے لیا ہو مول تو نے میرا دل
دیکھ میرے ہاتھ یہ کیا جنس سستی لگ گئی

کھولدی اسنے عرق افشان جو وہ زلف دراز
کیا زمین سے جھوم کر بدلی برستی لگ گئی

بھاگا مجنون دشت کو لعنت نفی خلق کے
کیا کرے وہ پیچھے اسکے ساری بستی لگ گئی

اسنے ہنس ہنسکر گذاری عمر غفلت مین مگر
مثل گل جسکو ہوا ہے باغ ہستی لگ گئی

مارا قاتل نے ہمین کو سب سے پہلے اے ظفر
اسکے سر بازو نہین بارے اپنی غرت رہ گئی

دھیان رکھیے تری لگت کا پڑھیگی
لہر کالے کی ہی اسکو اک بلا چڑھیگی

ہم سوں بوسہ چڑھتے نہ منھ گر جانتے
تیوری تو ن ہی تیری اے کافرا چڑھیگی

تو چلے گی دشت وحشت مین ہمارا ساتھ کیا
دو قدم مین سانس تیری اے صبا چڑھیگی

رات کے آنے پہ تیرا کیا کرون تکرار مین
ضد تجھے تو اور بھی اے مہ لقا چڑھیگی

چھوڑنے ہی کے نہین ہم دخت رز کو دیکھنا
جب وہ قابو پر ہمارے ساقیا چڑھیگی

زخم دلپر میرے پٹی زہر کی اے چارہ گر
چڑھ چکی ہی بار ہا اور بار ہا چڑھیگی

ڈھیر تک اپنے جو آئے گا ظفر وہ شہسوار
باڈ کے گھوڑے پہ خاک اپنی سوا چڑھیگی

ابرو کی تیرے بات ذرا چلکے تھم گئی
تلوار آج ہوش بالچلکے تھم گئی

بحر حیا مین کچھ نہ چلی کشتی حباب
تھوڑی سی دیر تو دلا چلکے تھم گئی

قاتل چلی تھی خلق پہ میرے ذرا چھری
تو نے جو ہاتھ تھام لیا چلکے تھم گئی

تو کیا چلیگی خاک کہ آندھی تھی میرے ساتھ
دشت جنون مین بادصبا چلکے تھم گئی

ہے کچھ سبب کہ اب تلک آئی نہین اجل
یا تو ابھی چلی نہین یا چل کے تھم گئی

تن سے نکل چلی تھی مری جان ناتوان
پر بے عصا کے آہ رسا چل کے تھم گئی

کیفیت اپنی چشم سیہ مست کی نہ پوچھ
صوفی تمام دیکھکے میخوار بن گئے

مین نے دیا تھا دل انھین دلدار جانکر
وہ لیکے میرے دل کو دل آزار بن گئے

اُس گل بغیر رات کو آئی نہ مجکو نیند
بستر کے تار حرص مین مرے خار بن گئے

کیسی ہے گی دیکھیے کیونکر چھپے گا راز
غماز میرے دیدۂ خونبار بن گئے

بنا بگڑنا ساتھ بنا ہے زمانہ مین
دو چار گر بگڑ گئے دو چار بن گئے

یہ کیا بلا ہوئی کہ ابھی پیش چشم یار
ہم تندرست آئے تھے بیمار بن گئے

بھیجا تھا مین نے اپنی طرف سے جنھین دلہان
جاتے ہی سب وہ اُسکے طرف دار بن گئے

ہشیار رہنا چاہیے یارون سے اے ظفر
ہین یار اس زمانہ کے عیار بن گئے

چشم غفلت اک ذرا تیری اگر کھلجائیگی
جو حقیقت ہے وہ سب اے بیخبر کھلجائیگی

مطلع ثانی

زخم سینہ کی مری بٹی اگر کھلجائیگی
بند ہر دہ جو رہ خون جگر کھلجائیگی

تو سمجھ دلکی گرہ میرے عنچہ کی گرہ
تجھ سے یہ کسطرح اے باد سحر کھلجائیگی

چشم مہرو ماہ مین ہو جائیگا عالم سیاہ
زلف مشکین جب ترے رخسار پر کھلجائیگی

گرچہ دنیا سا ہے تو آخر دلکی بات
میرے بیچھے پونچھ اے چشم تر کھلجائیگی

نامہ اسکو نہ لکھا خط جو مین نے جانتا
خط کو کھلنے سے خبر ان میں پیشتر کھلجائیگی

مانگ کیا بیٹھا سوار اسپ گلے لگ تا سر
رات باقی اور ہے پیر آدھی رہ گئی

آکے آدھی دور سے گھر دیکھ وہ پھر گئے
کیا کشش میں دل کی اپنا پاؤں آدھی رہ گئی

نامہ بر جلدی میں تیرے وہ پڑھی مطلب کی آدھ
خط میں آدھی ہو سکی تحریر آدھی رہ گئی

پاس تیرے وہ جو آئے تھے تو بیدل نقش سے
نکلی آدھی حسرت اور تقدیر آدھی رہ گئی

دل نے کی ساری خرابی لے گیا مجکو ظفر
دان کے جانے میں میری تو قیر آدھی رہ گئی

کیا خرد بد خواہ کیا تدبیر دشمن ہنگئی
میرے حق میں تو مری تقدیر دشمن ہنگئی

پُر زنی پر زے ہوتے کیوں اُسکے جو لیتا مانے خط
میرے قاصد کی مری تحریر دشمن ہنگئی

زلف مشکین یا مذہبی ہو دلکی مشکین کیلیے
کیا خطا کیا جرم بے تقصیر دشمن ہنگئی

میں اگر جانتا تجھ سے نکرتا دوستی
خلق میری اور بے پیر دشمن ہنگئی

جانتا ہو میں سے پگی یہ مقرر میرا خون
میری اے قاتل تری شمشیر دشمن ہنگئی

گر نہ کہتا حال اپنا کیوں وہ ہوتا چشم ناک
میری اے یار دمری تقدیر دشمن ہنگئی

اے ظفر اس وقت میں عزت ہی ذلت کا سبب
صاحب توقیر کی توقیر دشمن بن گئی

کبھی منہ سے انکا نام یار دنمیں نکالینگے
ہم اُن سے کام اپنے سب اشارو نمیں نکالینگے

نہیں کھلتا دل اپنا صوفیو نمیں نکدن جلکر
دہن ہم دلکی اپنے باده خوارو نمیں نکالینگے

چڑھجائین نظر اپنی گر اُسکے در و دان
اُسکو نکی طرح گو ہر آنکھون سے گرا دیجے

جب جا کے ساتھ اپنی جائے رقیب اپنا
کیونکر غم جانان کو پھر دلمین جگہ دیجے

نرگس کو سبت ہے یہ دعوی ہم چشمی
یکبار اُسے آنکھین گلشن مین دکھا دیجے

صورت کے دکھانے مین اُٹھتا ہی اگر پردہ
تو پردہ ہی مین اپنی آواز سُنا دیجے

بھڑکا نے سے غیرون کے تم آگ نہو ہمپر
گر ہمکو جلاتا ہی تو یونہین جلا دیجے

زخمونپہ مرے دلکے کیجے نمک افشانی
الفت کا مزا اُسکو ہان کچھ تو چکھا دیجے

تو بھی نہ ہلے ہرگز وہ غیر کے پہلو سے
نالون سے ظفر اپنے گر عرش ہلا دیجے

کب تصویر نری تصویر بن دیکھے کچھے
پر محبت مین ہے یہ تاثیر بن دیکھے کچھے

کہتے ہین اُس سے کہ جبکی دیکھتے ہین یہ لحظا
مجھ سے کیا جانے وہ کیون تقصیر بن دیکھے کچھے

صورت اپنی وہ جو دکھلاوے تو پھر کیا حال ہو
جسپہ اروئین ہم تحیر بن دیکھے کچھے

قصر جنت خبکو کہتے ہین وہ ہین اے حور وش
تیری گھر کے نقشہ کی تصویر بن دیکھے کچھے

دیکھکر اُسکو نہو ے جان کے دینے مین دیر
کچھ کچھے عرصہ تو اسی تقدیر بن دیکھے کچھے

صیدل میر اکماندارون نے دیکھا بھی نہین
ہین کمانو نین ہزارون تیر بن دیکھے کچھے

دیکھکر دولت جو کھینچا ہاتھ دنیا سے تو کیا
اے ظفر کچھ ایسی ہو تدبیر بن دیکھے کچھے

لگے بیخبے جہانمین اپنی رسوائی کو لیکے
محبت مین تری نوبت اہ بیدادگر پہونچی

ہماری خاک اُس کو جیمین جو تو زیر پو دی
تجھے تکلیف تھی کیا اُس سے اہ بادسحر پہونچی

کبھی تو پہنچا نہ جاتا آنسوؤن سے میرے دامن تک
مدد جانب سے خون دل کی پرہی چشم تر پہونچی

ہوئی اُس مہرش کو حال سے میرے آگاہی
اگرچہ آسمان میری فریاد جگر پہونچی

غم دوری ہی پاس اپنے نشانی اُنکی کافی ہی
نہ بھلانے انگوٹھی چاہیے ذاتی ظفر ہو بخی

ہر کام کے آخر پہ نظر پہلے ہی پہونچی
عقل اپنی جدھر پہونچی اُدھر پہلے ہی پہونچی

کیا کوئی فرشتہ تھا مرا ایک تصور
قاصد بھی نہ پہونچا کہ خبر پہلے ہی پہونچی

کیون خاک اُڑائی ہو کہ اُس خاک بسر کی
وہان خاک تو اہ بادسحر پہلے ہی پہونچی

اول ہی سے اُسکے لب شیرین کا خیال
مکھی سر سنگ شکر پہلے ہی پہونچی

آیا نہ وہ مہوش ابھی گلشن مین کہ نرگس
لے ہاتھ مین ایک کاسہ تر پہلے ہی پہونچی

پہونچے ہی جواب دیدہ تر اشک سے پانی
ہوا آتش دل تا بجگر پہلے ہی پہونچی

پہونچے سر منزل جو کئی راہ رو عشق
تقدیر مجھے لے کے ظفر پہلے ہی پہونچی

خیال اور ہم اک عمر رہے کہین پہونچے
جہان سے آئے تھے آخر کو پھر وہین پہونچے

مطلع ثانی

تماشا اور ہی کچھ ہے دیکھا سا غور دل مین
مطلب کیا دل کیفیت کو اسکی جام جم پہونچے

مکدر ہو جیو کیون اور صفائی سو چکر کیجے
اگر پہلے ہی ان سے آشنائی سو چکر کیجے

نہو قدرت خدا کی جسمین کوئی شے نہین ایسا
صنم خانہ مین سیر خدائی سو چکر کیجے

کیو سیدھے ہیزرون ٹیڑھے بانکے چرخ بے درد
اگر کیجے بھلا کچھ کجرائی سو چکر کیجے

کسان وازکی طاقت نہین ہین ان پہ جا پہنچا
قفس مین کیا تماشا رہائی سو چکر کیجے

گرہ زلفون کی اپنی کھولتے ہین آپ سے
مرے دل کی بھی کچھ گرہ کشائی سو چکر کیجے

لگایا پانو تو کو ہاتھ تو جھجکا آپ ہی دل مین
کہ ہاتھ اور دے بھی ہین ہاتھ پائی سو چکر کیجے

نہین ہے بیچ تامل خوب کوئی کام دنیا مین
مطلب کیجے بھلائی یا برائی سو چکر کیجے

دلبر بلا و زلف گرہگیر ڈال دی
تو نے مصیبت امری تقدیر ڈال دی

جب بر دے تیغ تو پانے نگاہ مین
موج سرشک چشم نے زنجیر ڈالدی

اپنی بھوین کے دکھا مین جو بانے
شمشیر گرنے ہاتھ سے شمشیر ڈالدی

لکھا جو تھے اپنی سرنوشت کا گلہ
گردن قلم نے بھی دم تحریر ڈالدی

جب ہم کہ گئے کہ ہی تقدیر کیمیا
دریا مین جتنی تھی اکسیر ڈالدی

دون نہر و مہ ہمیشہ دوبار گرد و روز
تو نے جدائی ای فلک پیر ڈالدی

کم ہوئی جب آتش دل کی بھڑک اُس شمع نے
جنبش مژگان سے دو پنکھے برابر جھل دیے

توڑ کر زنجیر ہمکو وحشت نے کہا
جاؤ رہنے کو تمہارے ہم نے اب جنگل دیے

شعلہ ساں دین ہیں اسی نے ہمکو بھی بیتابیاں
جسنے مثل برق ہیں اُس شوخ کو چھلبل دیے

اب وہ مانگے گا تو کیا دو گے اُسے تم اے ظفر
دین و ایمان جان و دل تو آپ نے اول دیے

چمک کے غنچہ جو بے جواب منہ پر دے
طپانچہ اُسکے صبا اک شتاب منہ پر دے

برا بھلا نہ کہے پیٹھ پیچھے ہم خوش ہیں
وہ گالیاں ہمیں گر لے حساب منہ پر دے

چمنمیں بل نکرے شاخ سنبل پیچان
وہ اپنی زلف کو گر پیچ و تاب منہ پر دے

یہ زندگی ہی تری خواب کیا عجب غافل
سفید ریش جو تعبیر خواب منہ پر دے

کھلے نہ راز محبت جو مہر خاموشی
لگا یہ عاشق پر اضطراب منہ پر دے

لگا دی گر نہ مرے منہ سے جام مے ساقی
بلا سی تھوڑی سے ٹپکا شراب منہ پر دے

ظفر ہو دامن شب پردہ رخ خورشید
جو کھول اپنی وہ مشکین نقاب منہ پر دے

تو نے بعد از صبح پھر سے لڑائی ڈالدی
جلکے شاید کچھ کسینے جلتوائی ڈالدی

وہ صنم سیدھا ہو کیا ہمسے خدا نے مثل لف
ہے طبیعت ہی میں اُسکی کج ادائی ڈالدی

جلتے ہیں اعضا مرے سارے ہر رگ خار و خس
تو نے کیا چنگاری اے سوز جدائی ڈالدی

نہیں گرچہ جگر ریزہ بھی لیکن اشک خونی ہے
مدد گر کی تو فی چشم تر پہونچا تو یوں بھی دی

نلی گو فصد دیوانے تو تیرے پر رگ جان تک
تری مژگان نے نوک نیشتر پہونچا تو یوں بھی دی

اگرچہ دم بھی لینا ضعف سے دشوار تھا لیکن
فلک تک میں نے فریاد جگر پہونچا تو یوں بھی دی

کبھی آیا بھی تو وہ ساتھ اپنے غیر کو لایا
مجھے اس نے اذیت اے ظفر پہونچا تو یوں بھی دی

چاہ ذقن میں تیرے کوئی دل ڈبو ندے
قسمت بجز اسکے جو رشامل ڈبو ندے

ظالم ہے وہ لا اسے تو کر دے یہ
عالم کو گر یہ ترا مائل ڈبو ندے

دریائے عشق جو ہووے آشنا
کیونکر خرد کا و نفر باطل ڈبو ندے

دل کو الگ نکال لے تو سینہ چیر کر
ہاتھ اپنا تیر کو ہو میں قاتل ڈبو ندے

خوشے جو دیدہ ہائے مجھے بحر غم میں عشق
گردن میں میری باندھکے کیوں سل ڈبو ندے

ہندو کبھی بنانے ستارے کا ڈوبنا
جب تک پسینا نہ پتے پر تل ڈبو ندے

ڈرتا ہوں موج بحر محبت سے اے ظفر
ہاتھ آتے آتے دامن ساحل ڈبو ندے

کیا نگاہ مست میں ساقی کی مستی بھری
سیکڑوں دلمیں ارزو ہے پرستی بھری

ہم تو نہیں دیکھتے ہیں جلوہ حق زاہدا
بت پرستی میں ہے حق پرستی بھری

سیکڑوں دل اک نگہ پہ لیے ہیں اسنے مول
ہو نہ ہو کچھ نقص لیکن جنس مستی بھری

وہ ہے مارے جو اُسکو چھیڑے
اُسے زلف دوتا مارے کہ چھوڑے

بلا مین زلف کی کیون جا پھنسا دل
مری جانے بلا مارے کہ چھوڑے

مجھے غمزہ ترا ای چشم قاتل
تری مرضی ہے کیا مارے کہ چھوڑے

اُسے مین نے نچھوڑا اُسنے مجھکو
بہت تیر جفا مارے کہ چھوڑے

گرفتاری مین ہون مدت سے مجھکو
کہین وہ بیوفا مارے کہ چھوڑے

ظفر چھوڑونگا مین دامن نہ اُس کا
مجھے قاتل مرا مارے کہ چھوڑے

مشہور ہے یہ دوست ہین جو سب مین ہمارے
کرتے ہین عداوت وہی مطلب مین ہمارے

جاگیر مین وحشت نے دیا ہمکو جو صحرا
جانا کہ ترقی ہوئی منصب مین ہمارے

گر ہو بھی گئی رات کوئی وصل کی گویا
ارمان نکلتے ہین کب اک شب مین ہمارے

شیرین دہن اب اور بھی ہین وہ کہان ہے
جو بات ہے اُس شوخ شکر لب مین ہمارے

کیون خال رخ یار پہ مائل ہو تو اتنا
اے دل جو نحوست سہ رکب مین ہمارے

عکس رخ ساقی ہے کہ خورشید درخشان
ہے جلوہ نما جام لبالب مین ہمارے

دم اُسکی محبت کا بھرے جائینگے ہر دم
جب تک کہ ظفر جان ہے قالب مین ہمارے

عقل سے اپنی کوئی تدبیر جو چاہو کرو
پر ہو بے تقدیر کیا تقدیر جو چاہا کرے

کیون زلف کو اُس کافر بدکیش کی چھیڑا
بیشک ہوئی ہمسے خطا مارے کہ چھوڑے

کب چھوڑتے ہین ہاتھ سے ہم دامن قاتل
وہ کھینچے شمشیر جفا مارے کہ چھوڑے

گل سے ہو وکش تو رخ گل پہ طپانچہ
گلشن مین کہو باد صبا مارے کہ چھوڑے

مین بس مین ہو صیاد کے وہ دیکھیے مجکو
پھڑکا کے تہ دام بلا مارے کہ چھوڑے

مین لے ہی کے چھوڑونگا ترا بوسہ بلا سے
کوڑی مجھے گیسو سے دوتا مارے کہ چھوڑے

اُس کوچے مین چھپ چھپ کے جو تم رات کو جاؤ
پھر کوئی ظفر تمکو بلا مارے کہ چھوڑے

خیال شام تک یا سحر سے دوباری
کہ نکلے شب کو وہ کیون اپنے گھر سے دوباری

ہم اک نظر مین مد و نیک تاڑ لیتے ہین
چھپا ہو گدڑی مین کوئی نظر سے دوباری

خط اُس سے لیکے مرا اور خط کو پھر پڑھکے
خفا ہو وہ مرے نامہ بر سے دوباری

وہ روز نکلے ہین یون گھر سے باعث عید
نکلتے شاہ ہین سب کر و فر سے دوباری

دل ایکبار مرا خون ہوا جگر اکبار
بہا لہو جو مری چشم تر سے دوباری

ہمین نہ شوق ہوا ہو تو کیون روانہ ہو
خط ایکبار اِدھر سے اُدھر سے دوباری

خفا ہو غیر سے دو چار دن مین تم اک بار
اور اک گھڑی مین ہو برہم ظفر سے دوباری

حضرت دل جبکہ قابو ہی سر لبی مین پڑے
ہم بھی ہنکر اک خرابی خرابی مین پڑے

ہماری ساتھ رہا گریہ ہم جدھر کو پھرے
ابسان ابر بھرے چشم نم جدھر کو پھرے

ابھی تمام خدائی اُدھر کو پھر جاوے
تو نکی آنکھ خدا کی قسم جدھر کو پھرے

نہ ہووے کشور دل کسطرح اُدھر تاراج
یہ عشق ساتھ لیے فوج غم جدھر کو پھرے

اُدھر ہی قبلہ ہو اپنا کہ دلکا رخ آپ
مثال قبلہ نما اے صنم جدھر کو پھرے

پھر جو نازہ وہ کیوں نہ اپنی آنکھ کو
اُدھر بچھائے زیر قدم جدھر کو پھرے

چھری گلے پہ اُدھر سیکڑوں کے پھر جاوے
ذرا تری نظر اے ستم جدھر کو پھرے

کوئی زمین ہو اُدھر پھر لے دیجیے اسکو
ظفر غان کیست قلم جدھر کو پھرے

دوست تو بد خو نہو دشمن جو بد خوئی کرے
تو نکوئی کر اگر تجھ سے بدی کوئی کرے

ہر جو گویائی کی خاطر منھ میں انسانکے زبان
پر زبان کس کام کی وہ جو کہ بد گوئی کرے

ہووے تو سرگرم آرائش قناعت سے اگر
جو دو شالہ کام کرتا ہی وہی لوئی کرے

تو نکر اس زلف سے بل ہی دل شامت زدہ
لاکھ کج خلقی کرے وہ لاکھ خم روئی کرے

کہکشاں سے کیا عجب ہے پیڑوے کیلیے
اک ستارہ زینہ آسمان کوئی کرے

بیچ ڈالے آپ کو شوق خریدار میں مشک
بو ہی زلف یار گر دو کان خوشبوئی کرے

حق تو یوں ہے بندہ حق ہے وہی جو لے ظفر
بندگی لائے بجا حق کی رضا جوئی کرے

ہزار کوس اگر کوئی ایک دم دور ہے
ہوا ہے وصل میں اس گل کی ہم پہ کس کا زور
ارادہ کیا ہے ضرا جانے پھر اب جانب
ہمارا گھوڑے کو کاہے کو پھیرتے ہو ظفر

ظفر لگے نہ لگے ہاتھ کچھ نصیبوں سے
پر انکی جھاتی پہ ہاتھ اپنا دمبدم دوڑے

حضرت دل وصل جانانکی شتابی مین پڑے
ہو کے ہم مہتاب سا تھ انکے خرابی مین پڑے

محتسب سے سدراہ میکدہ کیونکر نہ ہو
لو مین انگارہ پہ دکان بی مین پڑے

چاہتا ہے کھڑی ہم چلے چلے سب سین
غیر سے باتین کرو تم بے حجابی مین پڑے

کون وہ مہوش ہے جسکی زلف کیواسطے
نقل انجم فلک کے ہین رکابی مین پڑے

ہوتے ہین سب خدمت عالی مین حاضر بازبان
ہم ہین دروازہ پہ فکر باریابی مین پڑے

تم نے کس کام کی ساقی کہ قسم ہی سر بھر
منھ پر مارے اسے اگر جام گلابی مین پڑے

بہگیا چشمون سے دریا اے ظفر مانند سیل
وہ نظر اس رنگ سے پوشاک آبی مین پڑی

کرتے ہین تدبیر ہم تدبیر دیکھین کیا کری
اور پھر تدبیر سے تقدیر دیکھین کیا کری

خط تو اسکو بھیجتے ہین ہم مگر یہ سوچ ہے
وہ جواب اسکا ہمین بحریر دیکھین کیا کری

سینہ دل تو شبک کر چکے فرقت مین تیر
کھینچی اس ابرو نے بھی شمشیر دیکھین کیا کری

بان تو قاصد نے بہت باتین بنائین ہمسے
جا کے اسکے روبرو تقریر دیکھین کیا کری

سیکڑون کو قتل کرتا ہو وہ ظالم بیقصور
ہمسے تو سرزد ہوئی تقصیر دیکھین کیا کری

ای پری جو سنکے شہرت ہی ترا دیوانہ ہو
دیکھلے جب وہ تری تصویر دیکھین کیا کری

جفاکش اور ستم پرور نہ ہم جیسے تم جیسے
بلاکش اور غارتگر نہ ہم جیسے تم جیسے

نہ رہتے عشق کے چرچے نہ پڑتے حسن کی دھومیں
جہانمیں ہوتے پیدا گر نہ ہم جیسے تم جیسے

کہاں یہ چشم ترمیں پارہ ہائے دل نے آنسوؤں سے
نہ ہونگے لعل اور گوہر نہ ہم جیسے تم جیسے

جہانمیں حضرت دل یوں تو دیکھو سیکڑوں بسمل
دل بیتاب اور مضطر نہ ہم جیسے تم جیسے

شرارہ سے کہتے تھے شعلے شکوہ نالوں کے
کہ چمکے جرخ پر اختر نہ ہم جیسے تم جیسے

جہانمیں عاشق و معشوق یوں تو اور بھی ہونگے
مگر ہونگے ایسے دلبر نہ ہم جیسے تم جیسے

جلائی عشق کی آتش نے اہ پر نادل سیکے
ہوئی پر جلکے خاکستر نہ ہم جیسے تم جیسے

نگاہ و چشم سے کہتی ہیں اُسکے عشوہ و غمزہ
کہ ہیں دنیا میں جادوگر نہ ہم جیسے تم جیسے

بُرے ہیں یا بھلے ہم تم ظفر لیکن غنیمت ہیں
کہ یاں آئینگے پھر پھر کر نہ ہم جیسے تم جیسے

بکا لوں بات کوئی سو چکر انوکھی سی
سناؤں اُنکو حکایت مگر انوکھی سی

ادھر بھی رونیکا انداز اک نرالا ہے
ہنسی کی طرز اگر ہو اُدھر انوکھی سی

انوکھی طرح سے آتا ہے میرا قاصد آج
کوئی وہ لایا ہو شاید خبر انوکھی سی

نہیں ہیں ناز ہی سے فقط عجیب و غریب
ہر اک ادا بھی ہے اے عشوہ گر انوکھی سی

کہاں تو عالم شام و شفق کہ سرخی پان
تری ہے لعل مسی زیب پر انوکھی سی

ہمیشہ آگے بھی آتے تھے خط پر اکبار
عبارت اُس نے لکھی نامہ بر انوکھی سی

قطعہ

عشق مین ایسی ہوئی ہے مجھکو بیچینی نصیب
ظاہر ایسون گرچہ مین سبکی نظر مین چین سے
اور دل بیچین کو حصہ سوا ہوتا ہر گھڑی
اک گھڑی گذری ہے مجھے گردن سمین چین سے
گرمی و سردی مین ہین یہ چین کے دونون مکان
تم رہو آکر دل و چشم ظفر مین چین سے

جاؤن نکل ہم دشت جنون کو چھوڑ مین گھر کے قضیے سے
ناک مین دم ای ہوش و خرد ہے آٹھ پہر کے قضیے سے
زلف ہو اسکی شام بلا یا رخ ہے اسکا صبح صفا
ایدل تجکو مطلب کیا اس شام و سحر کے قضیے سے
الفت مال و زر نہین مجکو انکو غرض کیا قضیون سے
سارے قضیے دنیا کے ہین مال و زر کے قضیے سے
جو قضیے دلال ہین وہ سب جمع ہین انکی محفل مین
بیٹھے رہتے ہین ان سے الگ ہم یار و در کے قضیے سے
کرتا ہے جو بازار وفا مین سودا جنس محبت کا
کام نہین سوداگر کو اس سود و ضرر کے قضیے سے
ایدل ہو مشغول بحق تو ہو کر فارغ دنیا سے
جو ہین ادھر کے انکو نہین ہے کام ادھر کے قضیے سے

ہو جو تصور آنکھون مین اُس ماہ جبین کے جھومر کا
کیونکہ کہو گر جاے نہ اپنے عقد ثریا آنکھون سے

خانہ چشم مین وقت گرمی اگر وہ یار آئے ظفر
کیونکہ جھلون مژگان کا نہ اپنی اُسکو نیکھا آنکھون سے

مژدہ تا ہو جی مژگان چشم پر تغافل سے
آہی ٹپکا دیکھیو اُس سوزنی کی چنگل سے

کیا دلکو گرفتار اُسنے جب جرم محبت پر
تو شکین زلف سے باندھین ڈکو ڑی کاکل سے

مری آہ و فغان سے ہمیزہ ہو تو نہ اے گلرو
نمک پرجا ہے اک حسن گل مین تیز بلبل سے

خیال زلف مین دل کسکی جلکر آہ کرتا ہے
کہ موج دود پیچان کم نہین ہے شاخ سنبل سے

چمن مین نغمہ بلبل کو سنکر وہ لگے کہنے
لگے آگ اس چمن کو میر اگر ایسا ہی جی جل سے

خبر اُڑتی سو کچھ سنکر صبا ہے اُسکے آنے کی
رہین سرگوشیان غنچہ کی کیا کیا باتین گل سے

ظفر تھوڑی سے ہمنے شعر جھٹ پٹ اسلیے لکھے
نہ تھی ایسی غزل یہ جسکو لکھتے ہم تامل سے

دکھاتی ہین کسیکو ورنا گر جہانت سے
سر شرب جاتی ہین عرق مین ہم خجالت سے

ملے خسرو کو شیرین کو بکن ناکام مرجاوے
یہی ہے عشق ہے بات انصاف و عدالت سے

اُسی ہے اختیار ایدل جدھر چاہے وہ لیجائے
نہین ہے کام کچھ ہمکو ہدایت اور ضلالت سے

زبانکو کچھ نہین ہے کام اظہار محبت مین
کہ دل آگاہ کر دیتا ہے دلکو اپنی حالت سے

جو گیا سو عدم آیا قیامت ہی کو پھر
واقعی راہ ہو گیا قیامت دور کی

شکوہ تھا جبتک کہ تھا پاس محبت پر کسی
جب پاس اٹھ گیا رہا ہے شکایت دور کی

گو گھر ہے دنیا میں وہ لیکن ہے دنیا سے الگ
جب سے دنیا کی ظفر دل سے محبت دور کی

ہمکو جہاں سے کر نیکو رخصت آئی جو یاس غم کے
روتی تھی اک اک اسدم ہاتھ گلے سے ہم کے

آخر تو ہو رنج جدائی اسکو غنیمت جانو تم
گذری ہے عیش و عشرت سے جو یار کوئی دم کے

دیکھو کیونکہ چھوٹیگا دل یار کی زلف سے کہیں
باندھتی ہے اسکی شکنیں لو دونوں پیچ و خم کے

دیکھ کرامت اسکو نکو تو اپنے دست نگاں سے
ہوتی ہیں بے آب گہر خاک میں چشم نم کے

آہ و فغاں کے ساتھ جو میری جاتی ہے نکل جان حزیں
کیا جانے کیا دیتی ہیں یا رب دونوں اسکو دم کے

برسوں پھرا یا ہجر میں تیرے ہمکو فلک بے مہر پہ ایسے
بیٹھے اگر اک لحظہ کبھی اس ماہ لقا سے ہم کے

اب جو کیا ہے تیرے ارادہ اس سے ظفر پھر ملنے کا
آگے کیا رسوا ہے جہان کچھ آپ ہوئے تھے کم کے

دیکھکے زر و تو سن پر ارتنگ چمن گل سمنے کے
ہوتی ہیں شرمندہ چنہیں تجھ سے گل سمنے کے

روز لگی ہے ہوا ئو نہیں منہ میں انا جو یاں منظور نہیں
ہم تمہارے جاتی ہیں ہے مست تغافل منہ کے

جسکو کیا ہے تو نے کشتہ اپنے دست حنائی سے
گور پہ اسکے پھول ہوئی ہے سوسن و سنبل منہ کے

شادی طفل اشک کی ہے منظور تجھے کیا دیدہ تر
خون جگر سے گرتی ہیں مژگان تجمل منہ کے

سوزش دل نے ہر بن مو سے ایک پیدا صدائے نے سی کی
تیری موج تبسم لب نے کی نمایش تو موج مے سی کی
کیا کہین کیا بشر کے قالب مین ہمنے معلوم ایک شے سی کی
کی برائی تو مجھ سے آنکھون نے دل نے کیا اس سے ایسی تیسی کی

دیکھو ہوگا وہ برہم اور ظفر
بات گر تم نے ایسی ویسی کی

اللہ رے سختی بت کافر کی جگر کی کچھ بھی حقیقت رہی پھر کے جگر کی
پھر کے ہو پڑا طائر بسمل کیطرح دیکھ حالت ہے عجب عاشق مضطر کی جگر کی
تیرا رخ روشن ہو اگر روشنی افزا اڑجاے سیاہی سا انور کے جگر کی
تیغ نگہ پر پڑی فکر مین دل کے فارغ ہوئی تدبیر جو وہ کر کے جگر کی
مفلس کا جگر کیا کہ نہین آہ جگر پر قوت کو وہ کیا پہونچے تونگر کے جگر کی
شیخی یہ ہزار اپنی ہو نازان دل فولاد پرکھاے قسم مردہ لاور کے جگر کی

ٹپکا تا ظفر خون نہین آنکھون سے غم یار
طاقت یہ بچوڑے ہے وہ دھر دھکے جگر کی

ہم اس گرد نہ اور اس چشم پر نم پہ یار ہی دھر کے کبھی لیتے صراحی کے ہین لو گاہ سا غر کے
لگا کر دل کو ہم اس سنگدل سے کیون نہ چھتیا مین کہ رکھتا ہو بھلا کوئی بھی شیشہ پاس پتھر کے

ایا ہو یہ کہ ہو یہ چمن جاے مے کشی
ہر گل دکھاتا آنکھ ہے مانند جام کی

آیا ہو پوچھنے کو وہ ظالم مرا مزاج
طاقت بھی حیف زبان کو نہیں ہے کلام کی

اتنے قیام پر تو ہین اتنی قیامتین
کیا جانے کیا ہو گر یہ جگہ ہو قیام کی

مشکل ہے کار عشق و جنون لیکن آگہی
مجنون کو عقل ہے ظفر اس انصرام کی

میان مجنون کو تو سنتے ہو تم ولیکن ذرا سنو تو
اگر ہین یاد کل برسو ہین ہم پر لے برسو نکے

مطلع ثانی

پر پرو ہم تری صورت کے ہین دیوانے برسو نکے
اور ان سستی بھری آنکھون کے ہین متوالے برسو نکے

کسی ٹوٹی ہوی دل کو سنوارو ورنہ کیا حاصل
بنا یہ مسجد ین ڈھا ڈھا کے گر تجنا نے برسو نکے

سپند آتش پہ کب ٹھہرے ہے پر وہ خال عارض کے
پڑے ہین حسن کے شعلہ پہ کالے دانے برسو نکے

برہمن محتسب کا ایکدن ہین کر دیے ویران
وہ جو آباد تھی اس شہر ہین تجانے برسو نکے

گلے سے آؤ لگ جاؤ وہ اگلے قصے جانے دو
گلے شکوے ہو نا پر کیون گلے تم لانے برسو نکے

کرین ہین سینہ کوبی ہم ترے الفت مین مدت سے
ورم دل پر ہمارے ہین تو تجانے برسو نکے

کمی کرتے ہو کیون اے چشم تر آنسو بہانے مین
ابھی تو مجھ سے داغ سینہ ہین دھلوانے برسو نکے

مرا کاتب لگا گھبرانے دو باتون کے لکھنے مین
ابھی دفتر پڑے ہین اے ظفر لکھوانے برسو نکے

اس زمانہ مین ظفر ایسے کہان وہ آشنا
چاہتا دل مین ہو جو ایک خوار می ایک کی

مکتب عشق مین ہم نے یہ دوس سبقے
پہلے مجموعۂ دل کے ہون پریشان ورقے

جلوۂ شبنم و گل پر ہے رولاتی مجکو
دم گلگشت چمن یار خ پُر عرقے

اپنے بیمار کی آکے وہ عیادت کیلیے
حیف جاتا کہ ہو جان اسمین تو شاید رہتے

اس گلستان مین شگفتہ اگر مین ہو تو کیا
روش گل ہون جگر خون شدہ سینہ سوختے

کچھ عوض دلکے وہ مکرار سے دیتا ہے تو کیا
الے بالے یا قلقے بر قلقے

رخ گلگونہ ہے اس گل کی شبکی سرخی
جلوۂ صبح بہاران و بہار شفقے

اے ظفر تجکو ہے منظور اگر تو خسود
تو پڑھا کیجے قل اعوذ برب الفلقے

مرا دل کیا دل انکی بچمین لے تھے ہتو نکے
دکھا کر زلف و پر پر بلا لے تھے ہتو نکے

مرا تیر خدنگ ناز کا سایہ بنایا تھا
اگرچہ تیر مینے ہاتھ سے کھائی تھی ہتو نکے

ذرا دکھلا دیا تھا روے آتشناک جو اُنسے
تو شعلہ اگ کے سینو مین بھڑکائی تھی ہتو نکے

ہوا پھر شوق تیغ بازی دیکھیے کیا ہو
انھین کھیلون نے پہلے بھی کئی ڈالی تھی ہتو نکے

کسی سے حضرت دل کیا نہ اُسنے سنا ہوگا
کہ تم بیتاب ہو کر کے چلائی تھی ہتو نکے

دکھائی بھی تھی اُس فتنہ نے چشم کی گردش
کہ اول ہی یہان تو ہوش چکر کی تھی ہتو نکے

گر لگے دنیاے دون دامن سے آنکے اے ظفر
پھیک دین مانند گرد اہل تغافل جھاڑ کے

ڈر ہو کہ کچھ زبان سے تیری نکل نجائے
ہی خوش غلاف یہ تو تلوار اگل نجائے

یون آپ کون جاتا قاتل تری گلی مین
جینک کرے نجائے اسکو اجل نجائے

حیران ہے دیکھتے ہو تم کیا مریض غم کو
یہ رنج ہون تو کیونکر صورت بدل نجائے

دیکھے جو شمع تیرے رخسار آتشین کو
محفل مین رشک سے وہ کیونکر جل نجائے

جب صاف صاف ایسے خسار ہون تمھارے
پائے نگاہ اُپر کیونکر پھسل نجائے

نے پیچ و تاب نکلے دل سے نہ آہ سوزان
رسی جلے بلا سے پر اُسکا بل نجائے

ان روزون اُس گلی مین جا سوسن جا بجا ہین
کہدے کوئی ظفر سے وہان آج کل نجائے

مین ہون اس فکر مین یار آئے تو کیونکر آئے
مجکو اُس بن نہ قرار آئے تو کیونکر آئے

میر حجاب ہے اگر غیر ملکدر نہ کرین
دل مین پھر اسکے غبار آئے تو کیونکر آئے

ساتھ تیرے نہین گلگشت مین وہ رشک چمن
خوش مجھے باغ و بہار آئے تو کیونکر آئے

تو لگاتا ہی نہین دل پہ کبھی تیر نگاہ
ہاتھ تیرے پہ شکار آئے تو کیونکر آئے

گو ترا وصل میسر ہو مگر اُسکا مزا
مجھے بے بوس و کنار آئے تو کیونکر آئے

نہ تلطف نہ دلاسا نہ محبت نہ وفا
کوئی ہو نیکو نثار آئے تو کیونکر آئے

نہیں جانیکی ہیچ جی تو حسرت وصل جانیکی
مگر یہاں بعد مرنے کے اجل جائے تو یہ جائے

نجاوے اُس گلی میں پانوں کے بل کعبہ قاصد سے
اگر میری طرح سے سر کے بل جائے تو یہ جائے

نہیں جانیگا اپنی جا سے قاطع کہیں ٹھکر
اگر بالے قناعت ہی پہ چل جائے تو یہ جائے

کوئی جاتا ہو لپکا مجھ سے اُس کو چیکے جانیکا
وہ دل بیتاب ہے رہبر سنبھالی دی تو یہ جائے

ظفر کیا کیا کہیں ہیں شعر اسمیں واہ وا تونے
سخن فہموں کی محفل میں غزل جائے تو یہ جائے

مجھے ایذا جو تونے اور سے یاروں نے پہونچائی
خبر اِسکی بجز کچھ تو خبرداروں نے پہونچائی

یہ ہیں جو درد و غم یاس و الم چارآشنا میرے
محبت سے بہم مجھ سے انھیں چاروں نے پہونچائی

نہ دیکھا کوئی ہووے کام جز نا ئید حق ہم نے
مدد سو سو طرح سے وہ مددگاروں نے پہونچائی

اگر میں جانتا ایسا نہ دیتا دل کہ دل لیکر
مجھے تکلیف کیا کیا اُن ستمگاروں نے پہونچائی

کیا کیا خاک حاصل کو چہ گردی جو خاک اپنی
نہ کوچہ تک بھی سیر سے تیرے آواروں نے پہونچائی

ہجوم داغ پر بھی آہ اِتنک سوزش دل میں
ذرا گرمی تو اُسکو اتنی انگاروں نے پہونچائی

ظفر اکبار بھی کانوں تک اُس کان ملاحت کے
ہماری داستان غم نہ غمخواروں نے پہونچائی

نہ دل دوں گر خفا وہ یار ہو جائے تو ہو جائے
بلا سے ترک چھوٹا پیار ہو جائے تو ہو جائے

اگر منظور آنکھیں ہی دکھانی ہیں دکھا دیتم
ہمیں کیا گر کوئی بیمار ہو جائے تو ہو جائے

جو کری یاد ترے مصحف رخسار کو روز
گرچہ ناخواندہ ہو وہ حافظ قرآن بنجائے

گر خوش آئے تجھے اے یار تو آئے بلبل
دل نالان بھی مرا مرغ خوش الحان بنجائے

صورت اُس عالم تصویر کی جو صورت گر
دیکھے خود صورت تصویر حیران بنجائے

آوین کسطرح سے ہم مٹھ کے ہمشیرین
کہ یہ دنیا ہی کوئی دور طوفان بن جائے

زلف تیری ہے عجب لام جمال پر نور
دیکھے اُس لام کو کافر تو مسلمان بنجائے

دیکھے آئینہ مین گر وہ گل رخسار اپنے
روبرو اور گلستان کے گلستان بن جائے

بات کرنے مین جو حیوان ہو مطلق وہ بھی
اے ظفر فیض سخن سے ترے انسان بن جائے

بن سکتی ہے تدبیر اگر بن کے بگڑ جائے
کیا بن سکے تقدیر اگر بن کے بگڑ جائے

ہو میری تمنا کہ مین ہون خاک دیار
پروا نہین اکسیر اگر بن کے بگڑ جائے

شمشیر گرون ہے ترے ابرو کے مقابل
نبوائیے شمشیر اگر بن کے بگڑ جائے

ہو شرح محبت کو قلم آہ کی کافی
خامہ دم تحریر اگر بن کے بگڑ جائے

بگڑا ہوا یہ حال ہو میرا کہ مصور
کھینچے مری تصویر اگر بن کے بگڑ جائے

افسوس صد افسوس محبت مین مرا کام
اے آہ کی تاثیر اگر بن کے بگڑ جائے

بکھری ہوئی وہ زلف جو دیکھے تو عجب کیا
حیرت سے زنجیر اگر بن کے بگڑ جائے

بگڑی ہوئی کچھ صید محبت کی ہو قسمت
یہ جان ترا تیر اگر بن کے بگڑ جائے

مطلع ثانی

خواہ مسجد مین خواہ بتکدے مین
مدعا سجدہ ہے کہین ہو جائے

یا نہو وہ مری نظر سے دور
یا مری آنکھ دور بین ہو جائے

پاے اُس خال رُخ کا جو نکتہ
نکتہ دانون پہ نکتہ چین ہو جائے

ہو اگر دور بھی تو ہو نزدیک
یار دل سے اگر قرین ہو جائے

شب کو آنا جو ہو تو ہان کر لو
اور نہین تو ابھی نہین ہو جائے

یاد گیسو مین آنسوؤن کا تار
کیا عجب مار آستین ہو جائے

کسکا محشر اگر وہ آجائے
حشر برپا ابھی یہین ہو جائے

کیا خطر اُس کو راہ دین مین ظفر
رہ نما جس کا خضر دین ہو جائے

ہزار مول سے مرد لکے مال پر چڑھ جائے
وہ مفت لے اگر اسکے خیال پر چڑھ جائے

سوال بوسہ کرین کیا ہمین تو ڈر ہے یہ
کہ غصہ اُسکو ہمارے سوال پر چڑھ جائے

چڑھے نہ پھر کے جوانی خضاب سے اے شیخ
اگرچہ رنگ ترے بال بال پر چڑھ جائے

پڑی ہر پشت پہ اس سرو قد کے یون جھولی
کہ جسطرح کوئی ناگن ببال پر چڑھ جائے

دفور گریہ سے میری اگر چڑھے دریا
تو ایک آن مین پانی حیات پر چڑھ جائے

نہو نہین عشق مین نامی بلا سے یہ تو ہو
کہ نام فتر ینج و ملال مین چڑھ جائے

کمال کو ہو زوال اے ظفر گر ہی اگر
زیادہ کوئی جو زور کمال پر چڑھ جائے

ہوا بیخ اسکے دلکو جس سے حال دل کہا چاہئے
کیسکے سامنے پھر ایسے افسانہ کو کیا کہیے

ظفر وہ حور وش گھر مین ہمارے جلوہ افزا ہو
سوائے قصر جنت اپنے کاشانہ کو کیا کہیے

کیا مصور یار کی تصویر قامت کھینچتے
کھینچ نہ سکتی اُن سے وہ گر قیامت کھینچتے

مطلع ثانی

ہم جو اُنکو باعث جذب محبت کھینچتے
دور ہے آپ کو کیون ماہ طلعت کھینچتے

کھینچتے ہین غیر اُنکو اپنی جب آغوش مین
دل سے ہم ہین نالۂ درد و محنت کھینچتے

دیکے دل ناحق بلا مین پھنسے ڈالا آپ کو
گر نہ دیتے دلکو کیون رنج و مصیبت کھینچتے

کھینچتے گر حضرت یوسف کی صورت شبیہ
تیری صورت دیکھکر وہ اُنکی صورت کھینچتے

حق کہا جو کچھ کہا منصور نے ناحق اُسے
دار پر ہین مردمان بے حقیقت کھینچتے

سرکشی کرکے گرا فوارہ آخر کو سر بسر
جو کہ ہین سر کھینچتے آخر خجالت کھینچتے

کھینچتا ہون وادی خار سے جب مین قدم
خار ہین دامن مرا ہی وحشت کھینچتے

مائل ابروے خوبان گر نہ تا مین ظفر
بھینچہ تلوار مین پہ کیون پھر ہمت کھینچتے

عدم سے آگئے ہم یان نہ ہوتے تو کیا کرتے
ہوئے تو کیا کیا ہمنے نہین کچھ تو کیا کرتے

بلائے عشق مین کھو بیٹھے ہم دنیا و دین دونون
ہمارے پاس گر دنیا و دین ہوتے تو کیا کرتے

کلام کرتے نہ یون و بد وعدہ وہ سے
جواب کوئی اگر اُنکو پایا جاتے

زبان سے نام بھی لیتے نہ ہم محبت کا
نجات اُس سے اگر ایکبار پایا جاتے

کسی کا قتل جو ہونا ہے اُنکو مدنظر
تو ہین نظر ہی سے ہم جان نثار پایا جاتے

جو زندہ رہتے محبت مین ہم تو اور بھی کچھ
اذیتین ترے ہاتھون سے یار پایا جاتے

عوض ہدی کا نہین کرتے ہم کسی سے ظفر
مگر ہین اپنا کیا بد شعار پایا جاتے

تم پیارے ہو کیا مجھکو مرے جان جتاتے
دیتے ہو جو بوسہ تو ہو احسان جتاتے

کچھ ذکر کرون زلف کا اُسکی تو کہو ہے
تم اپنا ہو یہ حال پریشان جتاتے

مین راز دل اپنا نہ جتاؤن تھی اُنکو
لیکن ہین مرے دیدۂ گریان جتاتے

باور اُنھین کب آئے ہے لاکھ طرح سے
ہم آپ کو ہین تابع فرمان جتاتے

اُس دشمن ایمان کو دکھاؤ نہین یکبار
جو آپ کو ہین صاحب ایمان جتاتے

ہر آن ادا اسکی بلائے دل و جان ہے
تم دیکھو ظفر تمکو ہین ہر آن جتاتے

نہ عمر وفا نین دل زلف یار کے کاٹے
کہ بچتے دیکھے نہ اس کاٹے مار کے کاٹے

یہ اُڑکے آئیگا کوچے مین تیرے خاک کسطرح
جو تونے کوچے بھی اس خاکسار کے کاٹے

خفا ہوا جو اسیران دام پر صیاد
اکھاڑے چار کے پر اور چار کے کاٹے

دم جنبش تری زلفوں سے ٹپکتا ہو عرق
یا کہ ہین رسیہ زہر اگلتے پھرتے

شمع وجب سے ہوا تو مرزیب محفل
مثل پروانہ عدو جمین ہین جلتے پھرتے

غافلو عالم بیری ہے کوئی دم بیٹھو
دیکھو راکو نکی طرح کیون ہو چھلتے پھرتے

شعلہ خو دیکھو ہین بھڑکاتے ہو اوہی
جو کہ پتکے ہین گری ہین چھلے پھرتے

اپنے کو جمین جو لے ہین تو اس نا سے وہ
پانون سے ہین دل عشاق مسلتے پھرتے

تیری مرضی ہو تو لون کہنے ابھی ہین بدلے
تیوری مجھ پہ ہین جو لوگ لتے پھرتے

گر کے اس کوچہ مین پھر سے تو سنبھلا نہ گیا
کیونکہ ہم پھرتے وہان سے جو سنبھلتے پھرتے

اے ظفر روز تو جاتے ہین وہ کہنے کے لئے
آنکلتے ہین ادھر بھی کبھی چلتے پھرتے

جسکے دلمین کہ ستمگر تیرا گھر اڑ بیٹھے
وہ ترے کوچے مین آرام سے کیونکر بیٹھے

اس ستم کیش بے مرگان کو جو اک جنبش
تیر کہتے ہی ترے دل مین برابر بیٹھے

درد کیونکر نہ اٹھے آہ مرے پہلو سے
جاکے پہلو مین جو غیر نکے وہ دلبر بیٹھے

بیٹھے جس گھر مین ترا تشنہ با چشم پر آب
کیا عجب گر کہ وہ سیلاب سے وہ گھر بیٹھے

بستر غم پہ رہو ہے ترا بیمار پڑا
اتنی طاقت نہین تمسین کہ وہ اٹھکر بیٹھے

دیکھے اس شوخ ستمگار کو ہم دل اپنا
جمین پچھتاتی مین آ کہ یہ کیا کر بیٹھے

مر مٹین گے نہ اٹھینگے روش نقش قدم
اے ظفر خاک در یار پہ ہم گر بیٹھے

آئی خبر جو بھر چشم مین تحریر سرسے
سیاہ نازو غمزہ کی کمربندی لگی ہونے

یہان عاشق نے ختم کرسے باندھا تار اشکونکا
وہان کانون کے بالو پر گہر بندی لگی ہونے

جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے طفل اشک نکلے ہین
ہمین معلوم اب اسکی جگر بندی لگی ہونے

کہنے بھی لگے اب شعر کہنے کیا تماشا ہو
کہ مضمون بندی اور زون چھپر بندی لگی ہونے

کہان مرغ نظر اس گلشن رخسار تک پہونچے
کہ نار اشک سے پہلے ہی پر بندی لگی ہونے

کسی کے کچھ بہتان باندھا کھل گیا ہمپر
جو اپنی آنکھ سے مین خط بندی لگی ہونے

ہجوم اشک سے مژگان اگر اونچی نہین ہوتی
تعجب کیا کہ شاخ پر ثمر اونچی نہین ہوتی

دکھاتا اپنا اے پردہ نشین منہ رہی تجکو
جواب دیوار پر وہ پیش در اونچی نہین ہوتی

نظر پر چڑھگین ایسی بھو[illegible] ہاں طلعت کی
کہ سوے آہ تو اپنی نظر اونچی نہین ہوتی

ترا وصاف بالا ہے جو بول بالا ہے
کسیکی بات اپنی بات پر اونچی نہین ہوتی

ہوئی ہے شرمگین گلشن [illegible] کی چشم قدسے
کہ چشم نرگس آباد سحر اونچی نہین ہوتی

لگایا جب سے دل رہی ہی ہم ایسے تفکر مین
کہ گردن اپنی اب دو پہر اونچی نہین ہوتی

دیا کرتے تھے آگے تو ہمکو وہ اشارون سے
اب انگشت اشارت بھی ادھر اونچی نہین ہوتی

تری تیغ نگہ کا کون روادار کیا طاقت
کہ رستم بھی کرے منہ پر سپر اونچی نہین ہوتی

ہم اس غنچہ دہن کو آنکھ اٹھا کر کسطرح دیکھین
کہ چلمن در کی اسکے طفر اونچی نہین ہوتی

رکھا کیون مشق ناہد کو خاک دل تو نے عالم میں
اسے کچھ گری سوز جگر پہونچا تو دی ہوتی

بلا ہو خاک عاشق کی اگر برباد ہو جاتی
پر اس کو چہ میں آباد پھر ہو پہونچا تو دی ہوتی

بہت کرتا تھا دعوے عشق کا دل اے ہوس تو نے
ادب خوب اسی بیداد گر پہ پہونچا تو دی ہوتی

لکھا تھا میں نے خط میں اسکو مضمون انگیخ کا
نمی کاغذ کو کچھ اے چشم تر پہونچا تو دی ہوتی

مرے احوال سے وہ بیخبر اب تک نہیں واقف
کوئی بات اسکے کانون تک ظفر پہونچا تو دی ہوتی

ہم یہ تو نہین کہتے کہ غم کہہ نہین سکتے
پر جو سبب غم ہو وہ ہم کہہ نہین سکتے

ہم دیکھتے ہین تم مین خدا جانے تو کیا
اس بارہ کو اللہ کی قسم کہہ نہین سکتے

رسوا ے جہان کرتا ہے رو رو کے ہمین تو
ہم کچھ بھی اے دیدہ نم کہہ نہین سکتے

کیا پوچھتا ہے ہمسے تو اے شوخ ستمگر
جو تو نے کیا ہے ہم پہ ستم کہہ نہین سکتے

ہر صبر جھین تلخ کلامی کو تمھاری
شربت ہی کہتے ہین پر اسم کہہ نہین سکتے

جب کہتے ہین کچھ بات کاوٹ کی ترے ہم
رک جاتا ہے بات مین دم کہہ نہین سکتے

اللہ رے ترا رعب کہ احوال دل اپنا
دبی دبی ہین رکے رکے رقم کہہ نہین سکتے

طوبائے بہشتی ہو تھا ما قدر عنا
ہم کیونکہ کہین سرو ارم کہہ نہین سکتے

جو ہم پہ شب ہجر مین اس ماہ لقا کے
گذرے ہین ظفر رنج و الم کہہ نہین سکتے

قیمت جنس دل اپنی کہون کیا ہین سستی
پوچھو کیا دیتے ہین بازار محبت والے

نہین آنسو ہے رحمت کے فرشتہ نازل
پاک بالکل ہین گناہون سے ندامت والے

شمع و پروانہ اٹھانے نہ تو بزم مین دیکھ
مثل پروانہ جلے جاتے ہین غیرت والے

عاشقونکو نہین کچھ کافر و دیندار سے کام
اُن سے ملتے ہین جو ہین عشق کی ملت والے

نہ شمشیر ستم رکھ ہی دیا سر اپنا
ہم بھی ہین عاشقو نہین کیا ترے جرأت والے

ہمنے اُس بت مین جو دیکھا ہی نہین کہہ سکتے
کہ مبادا کہین سُن لین شریعت والے

وسعت ملک سلیمان کو سمجھتے کیا ہین
سامنے گنج قناعت کے قناعت والے

اس ستم پر تو کمر دیتے ہو تم دم اُن پر
کیا ستم ہو جو وہ ہون مہر و مروت والے

دیر کیون کر رہے تھے وہ تو ہرجائی والے
اب تلک ہین اُسی محفل مین خرابی والے

مطلع ثانی

ہین جو محفل مین ترے جام گلابی والے
اُنکو تو منہ نہ لگائین تہ خرابی والے

نہین معلوم پڑھا جاتے ہین کیا کیا اکثر
میرے دشمن تجھے اور دے کتابی والے

گو زر و سیم کے رکھتے ہین طبق شمس و قمر
پر ہین دونون سے ترصدقے کے رکابی والے

تھے تو ہم صوفیونکے یار پر اب ہین مشہور
اہی شرابی تری صحبت مین شرابی والے

دل بریان کو مرے دیکھ کے ہوتے ہین کباب
آتش رشک سے دوکان کبابی والے

کہان ہین وہ اگلے ملاقات والے
عنایات والے مدارات والے

مطلع ثانی

خوش اوقات دیکھے خرابات والے
ہمیشہ رہے خوش اس اوقات والے
جو دل مین تمہارے وہ اُنکی زبان پر
تمہارے ہین عاشق کرامات والے
جو دین ایک گالی بھی سو منتون سے
ملین ہین وہ ہمکو عنایات والے
مرے گریہ سے ابتو بارہ مہینے
گذرتے ہینے ہین برسات والے
ہم اک روز دل تحفہ دے آئے اُنکو
وہان جائین روز سوغات والے
سنو تم جو اُنکی نہ حومار باندہین
کہ ہین مدعا دو بول اکبات والے
ہم اُسکو سمجھتے ہین جو منہ سے کہدو
اشارا تو جانین اشارات والے

قیامت پہ کرتے تھے برپا قیامت
ظفر یعنے وہ ہجر کی رات والے

پہونچ جائین جو وان تک صبحدم پہلے سے ہم پہلے
تو جھک کر بھلا اُنکے قدم پہلے سے ہم پہلے
ہوا پہلے نہ مجھسے قتل کوئی اُسکے ہاتھون سے
کہا بیٹھے نہ وہ ہم پہلے سے ہم پہلے
نہین شکوہ پریشانی کا بلکہ تیری زلفون سے
پریشان تجھے کرتے سر کی قسم پہلے سے ہم پہلے
اگر ٹوٹے نہ امید اُس سیمتن کے آپنی
تو کیون توڑین ترا پکا اپنا دم پہلے سے ہم پہلے
نہین آیا زبان پر اپنی تو اک حرف کبھی اب تک
زبان کٹوا چکے شامل قلم پہلے سے ہم پہلے

نے جگر مین آہ نے آنکھو نہین اشک
کام اپنا عشق مین کیونکر چلے

دم نہ مارا تیرے سربازون نے آہ
سر پر آرے حلق پہ خنجر چلے

ذکر جب خانہ خرابی کا مرے
بزم مین آیا وہ اپنے گھر چلے

جو کیا سوائے ظفر ہمنے بھرا
کیا کہین دنیا مین ہم کیا کر چلے

بارے آنسو تیرے اے دیدۂ تر چل نکلے
پانون چل سکتے نہین لڑکے پر چل نکلے

مطلع ثانی

چاہیے حد سے زیادہ نہ نکلے
چلیے چال ایسی کہ کچھ کام ظفر چل نکلے

قدردان جب کہ ہنر کا نہ زمین پر دیکھا
بے ہنر رہنے اور اہل ہنر چل نکلے

اے جنون تو نے یہ کی ویرانی بھاری
جانب دشت جو ہم چھوڑ کے گھر چل نکلے

آنکھ رخسار پر انوار پہ کیا ہر دم اپنے
کہ فلک پر ہین بہت شمس و قمر چل نکلے

دم بھی چلنے کو ہے ہمراہ قاصد نے کہا
کہ کہین باندھے جلدی سے کمر چل نکلے

کیا کہین ہے کدھر ہم دشت مین کل
کہ جدھر لیگئی تقدیر اُدھر چل نکلے

دیکھو رو دے عرق آلود ہر دم جان سفر
چھانون تار و نکی یہ ہے اگر چل نکلے

بوسہ مانگا تو کہا بس چلو یان سے نکلو
منہ لگایا تمھین کیا تم تو ظفر چل نکلے

ہے تو بشر پر اُسکو فرشتے بھی اے ظفر
گردون سے جھانکتے ہین جگر تھام کے تلے

عرق لودہ زلف اُس خنہ کی مجھ ہمائی ہے
شب تار اُسنے اک تارون بھری دنکو کھائی ہے

مطلع

گل رنگین ہے کوئی یا رادست حنائی ہے
کوئی شاخ گل ہے یا تری نازک کلائی ہے

خط سبز اُس رخ روشن پہ یہ گمک کیا لایا
دکھاتا چشمہ خورشید تابان مین بھکائی ہے

دھوان دل کا گھٹا یہ سینہ انگارہ مین میرے
کہ گویا لب پہ ہر اک زخم نے مستی لگائی ہے

گیا جو عاشق جانباز تیرا تیرے کوچہ مین
نہین ہرگز پاوگے کر قاتل اُسکی لاش آئی ہے

ہمارے ہی الف بے خار صحرا و خراشون نے
کہ ہمنے پہلے پہل دشت مین ہی تعلیم پائی ہے

بہایا اشک خون سے رات کو مین نے تو دریا
نہین سُرخی شفق کی صبح کو وہ آج ہی ہے

خدا جانے صنم مین کیا صورت کسکی ملتی ہے
وگرنہ ایسے کافر کو یہ بیعت کسکی ملتی ہے

نہ پوچھو شعلہ مین کسکی گرمی پائی جاتی ہے
نہ پوچھو شرارہ مین کسکی یہ قوت کسکی ملتی ہے

مکرتے کیون ہو لکھکر نامہ جو مرے دیکھو تو
کہ خط ملتا ہی کسیکا عبارت کسکی ملتی ہے

مزا ہے جو محبت مین نہین ہے وہ کسی مین
کسیکو کیا بتاؤن اس مین لذت کسکی ملتی ہے

نہو سودا جلا کر مجھکو میری خاک اڑانے سے
یہ سوچو خاک مین یہ زرغت کسکی ملتی ہے

خوب رویوں سے کیا امید وفا
کبھی کی بھی وفا کسی نے ہے

اے ظفر رو دیا ہے جب میرا
کچھ سنا ماجرا کسی نے ہے

ردیف ے

دلسے پھر جا زری چشم تو ہان چاہیے ہے
ہی یہ بیمار سے نقل مکان چاہیے ہے

ہی کماندار سے تیر کا پیکان کا فی
دہن تنگ خم مین کیا میرے زبان چاہیے ہے

ایک دو جام سے کیا ہوگا کہ ہو جوش بہار
ابتو کوئی خم مے باد و کشان چاہیے ہے

دلسے جاتی ہو کوئی سنگ دلوں کی الفت
رکھنا چھاتی پہ کوئی سنگ گران چاہیے ہے

یاس موجود ہین یہ تیرے نگاہ و ابرو
نا دک افگن مجھے کیا تیر و کمان چاہیے ہے

آتش دل کا مری گر نہ بجھانا منظور
ہونا آنکھون کو مری ابر فشان چاہیے ہے

جا مین ہم خلد کو کیونکر پھر کے یہ کوچہ ترا
خاک اڑنا کہ تہ و رہنا یہان چاہیے ہے

رخ روشن کے ترے منے مہ لقا
سینہ چاک مراسل کتان چاہیے ہے

بانکی آنکھے ابروے پر خم سے تجھے قتل وہ شوخ
تیرے ظفر کیا اسے تیغ صفہان چاہیے ہے

آج اٹھا جو صبح ہین عیار اور ہے
کیا تو سن وحشت پہ سوار اور ہے

خون ہوتا ہو نازہ ترے کو جہین ہمیشہ
بنتا وہان روز ایک مزار اور ہے

تار آنسو ہے تکا قطرہ خون ہے مرے ہر دم
میرے لیے اک پھولونکا ہار اور ہے

ارادہ جب وہ مینوشی کا وان کرتی ہیں نہیں
تو مینا پر تا یان خون جگر پہلے سے ہمکو ہے

لگا پہلے بھی تھا دلمین نظر کا تیر پر اپکی
نظر اتا زیادہ کارگر پہلے سے ہمکو ہے

ابھی خبار کا وان کے کوئی آیا نہین پیچھے
کہ دل نے دی ہماریان خبر پہلے سے ہمکو ہے

کرینگی ایکدن دل سے خلش اس شوخکی مژگان
کہ کھٹکا ہو گیا ہے اے ظفر پہلے سے ہمکو ہے

تراسر سے اشک چشم اسی پر فن ٹپکتا ہے
تماشا ہی کہ یون بادام سے روغن ٹپکتا ہے

گلاب آ گیا ہو کے پانی پانی ہے بیقدر خجلت سے
عرق رخ سے ترے ہی غیرت گلشن ٹپکتا ہے

ٹپکتے ہین مکان سات ہین خوش گر پہ ہے
ہمیشہ خانہ چشم پا پر ساون ٹپکتا ہے

ترے بھیگے ہوے گیسو سے یہ بوندین نہین پھٹتین
وہان ماہی ترے ہر ہر جان من ٹپکتا ہے

نظر مین ہے ہمارے ہو لا سا یہ اب بہتر
یہ اشک خون جو مژگان سے سر من ٹپکتا ہے

کیا ہو قتل جرم دوستی اب کسے تو نے
ابھی ہی تلوار سے لو ہو شمن ٹپکتا ہے

جگر کی آگ دونی لے ظفر ہوتی ہے رو میں
ٹپکتے یہ مرے آنسو نہین روغن ٹپکتا ہے

ایک تو آفت تری گوری کلائی گول ہے
اور پھر اسمین غضب چوڑی طلائی گول ہے

قطرہ آنسو کا نہین دیکھ میری چشم تر
خوب موتی تیرے دکھلانے کو لائی گول ہے

کیا بھروسا کیجیے اس آشنا کی بات کا
ہمسے وہ کرتا کلام آشنائی گول ہے

ہم اپنی وحشت اگر دکھائیں تو پھر یقین ہے کہ بھول جائیں

جو کہتے مجنوں کی ہیں کہانی ہمارے ہمدم سُنی سُنائی

وہ دل میں کیفیت اپنے دیکھی سنی تھی جو جام جم میں لیکن

زیادہ ہم جانتے ہیں دیکھی سمجھتے ہیں کم سُنی سُنائی

دکھا دے گر یہ کمالِ عالم جو آنکھ سے دیکھ لیں سب کی

کہ بائیں طوفانِ نوح کی تو ہیں چشم پُرنم سنی سنائی

کرے نہ اقرار وصل جب تک وہ اپنے منہ سے نہ آدمی باؤ

کوئی سُنا لے خبر ہمکو ہزار پھیم سُنی سُنائی

کہوں جو خوبی حُسن و سفت کہے وہ برقع اُٹھا کے منھ سے

کہ یوں دکھا دے کوئی تو جانیں سنیں ہیں کب ہم سُنی سُنائی

جو محرم دل ہے جانتا ہو وہ دل کی حالت کو فی الحقیقت
وگرنہ کہتے ہیں اے ظفر سب سوائے محرم سُنی سُنائی

دلکو اُن لفظوں کے سودے میں پریشانی سی ہے

اور جان وحشت میں اُن آنکھوں کے دیوانی سی ہے

چشم ہے پُرنور اپنی دیدۂ خورشید وار

خواب میں دیکھی شب ایسی شکل نورانی سی ہے

دلکی شباست ہی لے گئی دل کو
ظفر اُس زلف عنبرین تک ہے

زخمونپہ بڑھتی جراح دھرکے پھاہے
دریا بہیگا خون کا جسدم سرکے پھاہے

اتنے ہین زخم دلکے پورے نہوین جسپر
گنجینہ ملک کے لیجے کترکے پھاہے

تیرب ہین ہرگز زخمو پہ اپنے کھین
مرہم ہے تیرے تیغ نظر کے پھاہے

سرسے اسکے زخم دل پر مرہم ہو شبنم گل
اور اُسپہ چاہیے پھر گلبرگ تر کے پھاہے

اب آگیا ہے تو ہی ہون ہین گرم اسطرح سے
زخم جگر پہ باعث سوز جگر کے پھاہے

خون بکلا تو نیکر سپر پر چڑھے فلک کے
زخمونسے دو گرہ ہے تیرکے پھاہے

جو تیغ عشق کے ہین زخمی ظفر جہان مین
ہون سچ دمندان کو کیا چارہ گر کے پھاہے

تو حسین عیسے کا ہیکو پری اتی ہے
حسن بھی کچھ ہو تو کب عشوہ گری اتی ہے

ہے کہان آئے کہان جائینگے پھر اپنے کہان
کچھ سہر ہمکو نہین بے خبری اتی ہے

ہم کو جا پوچھ نہین اسکے گھر باہر ہمکو
یہ حجامت نہین بے بال پری اتی ہے

نہ تو ہو نالہ شب آتا ہے اسکو اثر
اور نہ تاثیر مین آہ سحری اتی ہے

دیکھنے کی ہین خبر شے جہانتاب کو تاب
نور روشن کی ترے جلوہ گری اتی ہے

پاٹ دریا کا خجالت سے ہے پانی پانی
آنسوؤن سے مری دامن مین تری اتی ہے

آنکھ کی گردش سے کیا چرخِ بریں چکر میں ہے
سب کے بھی صیّاد بچّوں سے ساری زمیں چکر میں ہے

صبح سے تا شام پھرتا ہی رہے ہے آفتاب
جیسے دیکھا تیرا روئے آتشیں چکر میں ہے

ہو علاجِ دل سو میرے کیا حریفِ طبیب
بلکہ عقلِ عیسیٰ گردوں نشیں چکر میں ہے

پھرتا ہو منزل بمنزل جو ہمیشہ ڈھونڈھتا
کون ہے جسکے لیے ماہِ مبیں چکر میں ہے

روحِ مجنوں رقص کرتی ہو مری وحشت کو دیکھ
جانبِ صحرا بگولا یہ نہیں چکر میں ہے

جسکی قسمت میں ہے گردش صورتِ جامِ شراب
بزمِ عشرت میں بھی وہ اہلِ نشیں چکر میں ہے

ہے جو یادِ حلقۂ زلفِ اُس کی گردابِ بلا
اے ظفر میرا دلِ اندوہگیں چکر میں ہے

حقیقت کچھ کچھ اپنی اُدھر اُڑتی سی ہو پہنچی ہے
کہیں جاسوس کی اُنکو خبر اُڑتی سی ہو پہنچی ہے

نہیں ہو پہنچا ایسا قفس تک گل تو گلشن سے
مگر بوئے گل اے باد سحر اُڑتی سی ہو پہنچی ہے

نہیں خالِ لبِ شیریں سخن کو کھولکا اسکے
کوئی مکھی سرِ قند و شکر اُڑتی سی ہو پہنچی ہے

جنم میں کہاں تھی آگ شاید آتشِ دل کی
کوئی چنگاری اے باد سحر اُڑتی سی ہو پہنچی ہے

غبارِ خط کہاں ہے یار کے روئے مصفا پر
مگر کچھ گرد یہ آئینہ پر اُڑتی سی ہو پہنچی ہے

نہ دامن تک ترے اس ناتواں کی گرد پہنچی گی
کہ مدت میں قریب ہگذر اُڑتی سی ہو پہنچی ہے

کبھی ہو غیر سے جو بات اُس کان ملاحت سے
وہ میرے کان تک بھی اے ظفر اُڑتی سی ہو پہنچی ہے

حق نے جو حق مین مرے چاہا مجھے منظور ہے
آہ میری دا ہے اور دم مرا منصور ہے

چرخ بھی ہے دور مین اس بت کی شکل ہین
اور ماتھے پر شفق سے نقشہ سیندور ہے

اے تصور مجھکو پہونچا دے بجانان تلک
مین ضعیف و ناتوان ہون اور جانا دور ہے

ہے جہانمین نور و ظلمت سے ترا لف آ ہے
ایکدن روشن اُنمین اک شب دیجور ہے

سوزش داغ جگر میری نہین ہونیکی کم
کیون لگاتا چارہ گر تو مرہم کافور ہے

تیر تھا کیا زہر آلودہ ترا ناوک فگن
زخم ہر جو میرے سینہ مین ہوا ناسور ہے

یہ جو ڈھکی ہین سیر دلکی اے جوہر شناس
ایک کوہ نور ہے اور ایک کوہ طور ہے

ہم جہانسے لیکے جائینگے دل پر آبلہ
اپنا توشہ تو یہی اک خوشہ انگور ہے

جانتا سارا زمانہ ہے ظفر کو عشق مین
وہ ترا دیوانہ مجنون سے سوا مشہور ہے

ہمنے لکھکر انھین بھجوائی خبر اور ہی تھی
مخبرون نے وہان جو پہنچائی خبر اور ہی تھی

جسمین آتا ہے قلم ہاتھ کرون کاتب کے
کہ لکھی اور ہے لکھوائی خبر اور ہی تھی

شکر ای نامہ برآیا تو سلامت وان سے
پہلے آنے سے تری آئی خبر اور ہی تھی

تو نے وہی خوش خبری کب ہمین قاصد
ہر خبر مین ہے جو بھائی خبر اور ہی تھی

پھولے جامہ مین سماتے تھے نکلہا تن مین
آج کچھ باد صبا لائی خبر اور ہی تھی

پانون رکھتے ہے اُس کو جمین پر ہوش اڑتے تھے
ہمنے اُٹھتی سنی جو سن پائی خبر اور ہی تھی

نہ کہنا حق پرستی بت پرستی ہو نہیں سکتی
اگرچہ ناتوان ہوں اسقدر دم لے نہیں سکتا

اگر ہو بیاں عشق بتاں ہو سکتا سب کچھ ہے
پر اب بھی نالۂ شور و فغاں ہو سکتا کچھ بھی ہے

ظفر دشوار ہے ہر چند اہل معرفت ہونا
مگر صدقے سے فخر الدین کے ہاں ہو سکتا کچھ بھی ہے

ناصح بیدرد کب درد آشنائے عشق ہے
اس سے واقف ہے وہی جو مبتلائے عشق ہے

ہے حسیں سے کام کیا اُنکو کہ جنکے سینہ میں
رشک صد گلشن ہجوم داغ ہائے عشق ہے

ہر مرض کے واسطے دارو ہے گر ڈھونڈے کوئی
پر نہیں پیدا جہاں میں اک دوائے عشق ہے

کیونکہ عاشق ہو نہ سیراب حیات جاودان
تیغ بران چشمۂ آب بقائے عشق ہے

خاک جو اڑتی ہے میری کوچۂ دلدار سے
کر رہی ہے باد مجھکو یہ ہوائے عشق ہے

زلف جسدن سے بنی کافر بنی بخبردار
دل اُسیدن سے گرفتار بلائے عشق ہے

زردیٔ رخسار کی دولت سے ہر زردارد
اے مہوسن ہاں جسکے کیمیائے عشق ہے

آدم خاکی ہوا اشرف جو مخلوقات سے
اسکا باعث ہے یہی خاکپائے عشق ہے

ہو گیا ہے ابتدا ہی سے ظفر نیرا یہ حال
دیکھیے کیا ہو ابھی دور انتہائے عشق ہے

کیا دل نے عداوت سے مرے سکن نعلین ہے
مجھے رہزنی شمن کا یہ دشمن نعلین ہے

کہوں کیا زلف کو ہندو کہ بت میرے مصحف ہے
ہمیشہ سکے قرآں ہے بت پر من نعلین ہے

کمند ایسا نہوا ہے جان دو لیہ عاشق کے
کہ تیری ناف پر سیلی بلا جادو کی سیلی ہے
کیا ہو بوسہ عارض کا اسکے قصد جو دل سے
تو کھائی منہ پہ جنبش گیسو کی سیلی ہے

ظفر رکھتا ہے الفت مین سمی وضع فقیرانہ
بنائی آہ کی اسکے چھڑی آنسو کی سیلی ہے

اُس نگاہ مست کے مستونکی ہستی اور ہے
اور مے ہے اور اُنکی مے پرستی اور ہے
ابر مژگانسے نہیں جسطرح اُسکونکی جھڑی
اسطرح سے کب گھٹا کوئی برستی اور ہے
نیم غمزہ پر تیرے ہم بیچتے ہین اپنا دل
اس سے بھی کوئی زیادہ خبس سستی اور ہے
غنچہ کی مٹھی مین زر ہے پر نہین دست کرم
تنگی دل اور ہے اور تنگدستی اور ہے
جو بلندی چاہتا ہے اپنی مثل گردباد
چرخ کی گردش دکھاتی اُسکو پستی اور ہے
ہستی یکدم پر اپنی تو جو ہنستا ہے شرر
تیری اس غفلت پہ ہنستی تیری ہستی اور ہے

ای ظفر بستے ہین دل مین رنج و غم درد و الم
ابتو کچھ اس خانہ ویران مین بستی اور ہے

بتے سر کشے کافرے کج کلاہے
بحسن آفتابی برخسار ماہے
معطر کن مغز جان دو عالم
بغیر فشانی زلف سیاہے
مسخر یک غمزہ سازد جہان را
کند چون ژمژگان صف آرا سپاہے
بہرگام در راہ مہرو محبت
دو دیدہ بدنبال او داد خواہے

خاکساری کیمیا ہو جو ہوا اس راہ میں خاک
ایکبار اُسکو ہم اکسیر پھیر پہونچی تو ہے

جب دوبارہ پھر اشارہ اُسکے ابرو کا ہوا
انجمن میں لوٹ شمشیر پھیر پہونچی تو ہے

دلمیں ہیں سو طرح کے ڈر دیکھیے ہوتا ہے کیا
لیکے دان مجھکو مری تقدیر پھیر پہونچی تو ہے

سینۂ افلاک میں ہوں کتنے روزن دیکھیے
میری ہر اک آہ مثل تیر پھیر پہونچی تو ہے

رحم آئے یا نہ آئے لیکن اسکے تا بگوش
اے ظفر فریاد بے تاثیر پھیر پہونچی تو ہے

گر گئے دل میں دیا دوری جانانہ واجب ہے
کہ غم تنہائی اس گھر میں کوئی ہمخانہ واجب ہے

بھرے ہے داس اپنا ہر چمن خوبوں سے ایسا تو
تجھے بھی مے سے بھرنا شیشہ و پیمانہ واجب ہے

اُٹھائے تو جو مُنھ سے برقع فانوس خیال میں
جلے ای شمع غیرت سے اگر پروانہ واجب ہے

بہت کرتا ہو دعوی زاہد اپنی پارسائی کا
تجھے دکھلانا اُسکو جلوۂ مستانہ واجب ہے

خبر لے ہم اسیروں کی کمان صیاد پر ذرا
سمجھنا اپنے آنسو ہی کو آب و دانہ واجب ہے

اگرچہ درد سے سر سبز ہو مہربانی سے
ذرا سُن لینا میرے درد کا افسانہ واجب ہے

بھے آرایش اُن زلفونکی ہو منظور انکو تو
بناؤں پنجۂ مژگان کو گر مشانہ واجب ہے

محبت ہے مجھے ساقی سے باقی بعد مدتوں بھی
بنانا خاک سے میری خم و خمخانہ واجب ہے

ظفر جوش بہار حُسن ہے اُس رشک گلشن کا
زیادہ دل کو ہونا اندنون دیوانہ واجب ہے

خاک اُڑاتا کو نشاد دیوانہ نا شاد ہے
گرد باد وں سے جو صحرا آج گرد آباد ہے

ابتو نے مجنوں سے کہے واعظ ہے نے فرہاد ہے
اپنے دم سے کشور عشق و جنوں آباد ہے

لکھ لکھ خط شکستہ سے خط ای پیمان شکن
تیری زلف پر شکن سے بھولے نہیں ہم یاد ہے

تو نے مارا ہے جسے دکھلا کے یہ ٹوٹا ساقد
نخل اُسکی گور پر یا سرو یا شمشاد ہے

کیا ستم ہے دیکھ تو تیرے ہوا ہے شوق مین
خاکساری خاکساروں کی ہوئی برباد ہے

دیکھ تو کیا ضبط ہے دم بھی نہین ہم مارتے
ورنہ ہر اک استخوان مین مثل نے فریاد ہے

قتل کرتا ہی ہمین لعل لب جان بخش پر
تو مسیحا بھی ہمارے واسطے جلاد ہے

تیرے مجنون مین کہان تو ہو جو کوئی قصد لے
ورنہ ہر اک خار صحرا نشتر فصاد ہے

کر دیا آگاہ اسرار دو عالم سے ظفر
عشق ہی مرشد ہے میرا عشق ہی اُستاد ہے

لے پری خط مین جو وان تحریر ہو گی اوری
مین پڑھا جن ہون ہان تدبیر ہو گی اوری

دیکھ زخم دل ہلال آسا کہا جراح نے
زخم یہ جس کا ہے وہ شمشیر ہو گی اوری

نے نوازون کی صدا نے مین ہے تاثیر اور
نالۂ دلکی مرے تاثیر ہو گی اوری

ہمنشینو بیٹھے باتین بناتے ہو یہین
جب وہان جاؤ گے تم تقریر ہو گی اوری

جو تری زلفون کے سودائی ہین اُنکے واسطے
طوق ہو گا اور ہی زنجیر ہو گی اوری

ہو گے جبکے یار تم ہونگے نہ مجھسے بد نصیب
مہربان اُنکی تو کچھ تقدیر ہو گی اوری

کہو نہیں نرگس جادو ہے کیا بلا میری
کہ سحر ساحر و سحر آفرین یہی تو ہے

وہ پوچھتا ہے مجھے اور سامنے ہو نہیں
یہ اتنا کوئی بھی کہتا نہیں یہی تو ہے

صفا ہو دل تو وہ دوری میں بھی ہے پاس نظر
کہ اُسکے دیکھنے کی دوربین یہی تو ہے

گلی سے یار کی جائیں کہاں ہم اے واعظ
کعبے ہے تو جسے خلد برین یہی تو ہے

کرے وہ کندہ ظفر دل پہ میرے اپنا نام
کہ اُسکے نام کو زیبا نگین یہی تو ہے

تری ہمار ہجران کی جو حالت کل سوا دیکھی
نہیں پہچانی جاتی اُسکی صورت کل سوا دیکھی

مکدر تھا تو پرسوں بھی مرا آئینہ رو مجھ سے
ولیکن دیکھتا ہوں کچھ کدورت کل سوا دیکھی

الٰہی خواب میں دیکھا تھا کل کس آفت جاں کو
کہ رہتی جان غمگیں پر اک آفت کل سوا دیکھی

کیا تو نے جو کل کی رات وعدہ کل کے آنے کا
تو دل بیکل مرا ماہ طلعت کل سوا دیکھی

خدا جانے کہ کس وحشی نگر نے کل مجھے دیکھا
کہ میں جو دیکھتا ہوں مجھکو وحشت کل سوا دیکھی

ہمیشہ عشق میں مجھکو نیا اک رنج رہتا ہے
کہ پرسوں اور تھی مجھپر مصیبت کل سوا دیکھی

اگر فریاد ہا میری نہ آجائیگا طوفاں
الٰہی خیر ہو گریہ کی شدت کل سوا دیکھی

نکرو واعظ یہ کل کل مجھسے فردا و قیامت کی
جدائی میں کسو کی یاں قیامت کل سوا دیکھی

ظفر سنتا ہوں میں اُنسے نئے اپنے گلے شکوے
کہ کل تک اور تھی اُنکو شکایت کل سے اور ہی ہے

محبت باندھ لی اک لالچی کی جنسے پالا ہے
انہیں ہے دادِ وحشت میں مٹھائی دیوانے
نکالا یا اشارہ سے کہ گل کھا اپنے ہاتھ پر
اگر دل قلعۂ دیں بھی ہو گا ٹوٹ جائیگا
کری کلا عدد مجھسے تو کلے چیڑ والوں میں
بلائیں جو بلا کش ہیں بلا خوف انکی لیلیتے
ابھی وہ کافر مدکیش آتا ہے جو مسجد میں
وہ برہم ہو کے الجھے ہے کرتا ہے نمود اپنی
نکالے حسرتیں کیا کوئی مشتاق جمال اپنی
اگر سیلاب گریہ آکے ہے خانہ خرابی پر

انکی دیکھیے کیا ہو نہ پلے ہے نہ ٹلے ہے
بے پھر تا غم و حسرت کے ساتھ اپنے دھوئے ہے
جو دل چھل لیکے دیتا تو مجھے ہاتھ نکے چلے ہے
کہ کرتی اُسپہ سو سو فوج غم ہر روز دھاوے ہے
پر اُس پردے میں تو وہ کھلا تا اپنے کلے ٹھلے ہے
تو اسکے بالعوض نام انکا وہ کھتا بلے ہے
بھلا دیتا ہے تسبیحیں اُٹھا دیتا مصلے ہے
لڑائی زلف و خامیں رات ان کلے کلے ہے
کہ تو نکلے ہے اپنے گھر سے جب دم نکل ہے
تو پل میں صاف کر دیتا محلے کے محلے ہے

ظفر ان قافیوں میں کہہ نہیں سکتا غزل کوئی
اگر کہتا بھی ہے تو تجھ سے اصلاح غزل لے ہے

بندہ خدا کا کون وہ خاص آفریدہ ہے
پشت فلک سلام کو جسکے خمیدہ ہے

مطلع ثانی

ابروئے یار جب سے کہ خنجر کشیدہ ہے
دل اک جہان کا بسمل در خون طپیدہ ہے

مطلع ثالث

وہ دیکھتا ہے مجھے دیدۂ تصور سے
ہزار پردے میں بھی تو ظفر کے سامنے ہے

ایدل راستہ کیون حرص و ہوس مین بند ہے
شعلہ ہو سکتا کہین بھی رد خس این بند ہے

یہ ہوئی برسات ایکی جوش گریہ سے مرے
قافلونکو آمد و رفت اس برس مین بند ہے

میرے وہ نالے ہین دم مارے گر انکے آگے نے
دم ابھی ہو جاتا اُسکا اک نفس مین بند ہے

جائیگا اُڑ کر کہان صیاد یہ مرغ اسیر
ایک تو پر بند ہے اُسپر قفس مین بند ہے

پھنستا تھا چھوٹا ہوا میرا دل وحشت زدہ
آگیا جسدن سے ظالم تیرے بس مین بند ہے

عقل کے کوچے مین کیا اندیشہ فاسد کا کام
آمد و شد درد کی راہ عسس مین بند ہے

آگے پیچھے پھرتے ہین غماز کیا تجھ سے ظفر
ہو گیا دل اپنا فکر پیش و پس مین بند ہے

گذرتی ہو جو دل پر تجھسے چشم نم ہویدا ہے
کہین گو ہم نہ منہ سے لیک منہ پر غم ہویدا ہے

غم و شادی ہین ہم دونون اس گلزار دنیا مین
رخ خندان گل پر گریۂ شبنم ہویدا ہے

چھپائین کسطرح سے دل مین ہم سوز محبت کو
کہ آہ آتشین سے وہ تو ای ہمدم ہویدا ہے

ذرا غفلت سے کھول آنکھین کہ تیری خود نمائی مین
تماشای جہان یا بند جام جم ہویدا ہے

نہ سمجھو اسکو ماہ نو فلک کے آئینہ مین تم
کسی مہوش کا عکس ابرو خم ہویدا ہے

نہین ہے خرد کوئی فیض سے خالی بزرگون کے
کہ ہر ذرہ مین نور نیر اعظم ہویدا ہے

مطلع ثانی

اے نگین ایں روسیاہی کو سمجھ اپنا فروغ
زلف بے کافر مجھے مارا سر راہ وفا

دیکھ کرتی نام روشن تجھ نہیں تو کون ہے
پیر حق میں رہزن تجھ نہیں تو کون ہے

بت کدہ میں جب گیا میں کھینچکر تشقہ ظفر
بول اٹھا وہ بت برہمن تجھ نہیں تو کون ہے

ہوئی تپ لکو اسکو نکی تراوش ہو نیوالی ہے
بھبوکا یار کی ملنا ملاہی ہو بگاڑ دل میرا
جو سنگل نقش پا بیٹھے ہیں جکر تیری جبیں پر
کری ہے ملبوس اُس جفاسنج عشق کا دعوے
بہایا آنسوؤں کا چشم نے دریا تو کیا حاصل
نہ بد خواہوں سے کچھ ہوگا نہ ہوگا خیر خواہوں سے
رہا گر شور در اپنے دل شوریدہ کا تو نہیں
کیا اُس ماہ وش سے ای فلک تو نے جدا ہمکو
مزاج اپنا اسی عت سے کچھ نا ساز رہتا ہو
نگین بے سینہ کا وہی نا مور ہو یہ نہیں ممکن

کہ گریا یا ہو ہے خوب بارش ہو نیوالی ہے
کہ اس بھوبچال سے اس گھر کو ریزش ہو نیوالی ہے
کوئی اُٹھتے ہیں وہ کب اُنکو جنبش ہو نیوالی ہے
مگر اک ذرا سکی آزمایش ہو نیوالی ہے
فروکب اُس سے میرے دل کی سوزش ہو نیوالی ہے
جو کچھ تقدیر کی ہے اپنے خواہش ہو نیوالی ہے
تو اک دن مثل شور حشر شورش ہو نیوالی ہے
نہ تھے واقف کہ تیری ان بھی گردش ہو نیوالی ہے
سنا ہے یہ تری غیر دنسی سازش ہو نیوالی ہے
مجھے گر نام کی خواہش ہے کاہش ہو نیوالی ہے

ظفر روتا ہے جو اپنے گناہون کی ندامت سے
وہ ہے کیسا ہی عاصی اُسکی بخشش ہو نیوالی ہے

عشق کی گرمی سے دل مین ایسی جلتی آگ ہے
سانس ٹھنڈی بھی جو بھرے تو نکلتی آگ ہے

سوز دل سے چشم مین کیا اشک خونین ہین سرک
جامۂ آب اس شیشہ سے دیکھو نکلتی آگ ہے

سرخ ہین رنگ حنا سے دان کف پا نگار
حسرت بوسہ ان پانون سے ملتی آگ ہے

آہ کو ہمراہ سینہ سے نکلتے ہین شرار
واہ کیا منقل کے اندر سے نکلتی آگ ہے

خاک دل تفتگان کی جب گدرتی ہو گھنا
برق کے دامن مین لے گردون سے چلتی آگ ہے

سوز الفت سے نہ جب جلکے خاکستر ہوئین
سینۂ سوزان سے میرے کوئی ٹلتی آگ ہے

پھول جھڑتے ہین چراغون سے جو اسمین اے ظفر
میری نظر دنمین وہ انگارے اگلتی آگ ہے

اسلئے آئی ہے طبیعت مین مری بیدادپنی ہے
کہ پسند انکی نہین وہ جو پسند اپنی ہے

بے پر و بال ہو نچاہی جہان میرا خیال
بھول جاتا وہان پرواز پرند اپنی ہے

گردن دل مین مرے تار نظر سے ڈالی
غضب اس چشم سفتن نے کمند اپنی ہے

پردہ گوش پر شنونکے پھٹے جاتے ہین
نالۂ جو صدا کرتا بلند اپنی ہے

آئینگی سامنے اسکے لب شیرین کی بات
کیون جتاتا یہ حلاوت کہو قند اپنی ہے

ہوتی اک بوسہ لب سے نہین اپنی سیری
بلکہ ہو جاتی طلب اور دوچند اپنی ہے

دیکھیے خاک ہو برباد ظفر کس کس کی
آج دکھلاتا وہ رفتار سمند اپنی ہے

چارہ گر اور لگا اپنہ کترکے پھاہے
یہ تو سب خونین ہین زخم جگر کے پھاہے

سب کھلجائیگا سیر دل مجروح کا حال
ولکے زخمون سے ذرا بھی چہرہ سر کے پھاہے

جب تلک زہر مین آلودہ نکالے نہ لگا
زخم پر زخمی شمشیر نظر کے پھاہے

چارہ گر آگ سی نکلے ہے مرے زخمون سے
ہاتھ اپنا نہ جلا ہاتھ سے دھر کے پھاہے

بھر دے زخمون مین مرہم کے تھوڑا سا نمک
گر لگاتا نہین تیزاب مین کیکے پھاہے

ایک خورشید بھی انمین سے رہے تھے وہ جگر کے
کئی داغ دل سوزان سے اثر کے پھاہے

دیکھ کیا سرخی خون سے ہین رنگ گل سرخ
خوشنما سینہ زخمی پہ ظفر کے پھاہے

دل اسکی زلف مین ڈھونڈھے جو داغ سودے کے ڈھونڈھے
تو شب کو گم ہوا گر کچھ چراغ سحر کے ڈھونڈھے

بلے کوئی جو اُس خنہ خال کا جل کا
نمونہ پہلے وہ اک چشم زاغ سے ڈھونڈھے

مرے قفس کے بھی کہنے کو جاے اے صیاد
بڑا ستم ہے کہ تو در باغ سے ڈھونڈھے

پھرے ہے ڈھونڈھتا دیر و حرم مین کیا غافل
کہو کہ بیٹھ کے یکبار فراغ سے ڈھونڈھے

جو کوئی آپ کو پائے تو اُسکو بھی پائے
سراغ یار کا اپنے سراغ سے ڈھونڈھے

ہمارے دل کو وہ گم کرکے ہاتھ سے اپنے
اگر ڈھونڈھے بھی تو اک داغ سے ڈھونڈھے

شراب پائے نہ اس چشم کی سی کیفیت
ظفر ہزار وہ چشم ایاغ سے ڈھونڈھے

نکر شکوہ ظفر گر دوستی مین وہ ہوے دشمن
کبھی حاصل بھلائی مین جُدائی یون بھی ہوتی ہے

ہوا اُس رخنہ جیسے خط عنبر فام پیدا ہے
اُسید اب ہوئی ہر صبح ہر ک شام پیدا ہے

اسیکا نام ہے دنیا کہ سبکو نام دیتے ہین
کیا عالم مین دنیا نے اسی سے نام پیدا ہے

زیادہ ہا ہے آب و منع نیم بسمل سے
ہمارا دل ہوا بیتاب و بے آرام پیدا ہے

تمھارے کشتگان چشم داب کی خاطر مین سے
ہمیشہ ہوتا نخل پشتہ دبادام پیدا ہے

پیا کرتا ہون بھر بھر کر دل کا خونین دیدہ تر مین
ہوا ہے یہ شیشہ اور یہ جام پیدا ہے

کرے وہ چشم کافر کیون نہ غارت دین و ایمان کو
کیا اُسکو خدا نے رہزن اسلام پیدا ہے

ظفر وہ کامیاب وصل جانان ہو تو کیونکر ہو
کہ جو عاشق ازل ہی سے ہوا ناکام پیدا ہے

مجھے جو یار میرے آئے ہین سمجھانے کیا سوجھی
جو مجھکو عشق مین سوجھی کوئی کیا جانے کیا سوجھی

تماشا ہے کہ وہ سودا زدون سے اپنے پوچھے ہے
کہ مجھکو دیکھکر تم جو ہوے دیوانے کیا سوجھی

وہ سب دنیا مین ہین جتنے مزے ہین زندگانی کے
خدا جانے کیا کیون ترک اُسے دانا نے کیا سوجھی

ظلمت بوسہ پہ بولے نہ وہ دم کھا بیٹھے
جب سوال درکیا کچھ تو قسم کھا بیٹھے

کیا کہیں تجھسے خدا اپنی ترے عشق میں ہم
داغ کھا بیٹھے کبھی اور کبھی غم کھا بیٹھے

ہو یہ گا جو تو غیر و نہیں تو پھر حسرت ہے
ایک دم دیکھیو افیون ہی ہم کھا بیٹھے

دشمنو تکا ہو جگر خون کہیں اللہ کرے
ہاتھ سے پان ہمارے وہ صنم کھا بیٹھے

کیا عجب دیکھ کے تیرے گل عارض کی بہار
گل اگر سینہ پہ گلزار ارم کھا بیٹھے

لغل اشک تبر اٹھا پنجۂ مژگاں سے کوئی
یہ طمانچہ نہ اب اے دیدۂ نم کھا بیٹھے

تو جو ہو صید فگن ہاتھ سے تیرے کافر
کیا عجب تیر اگر صید حرم کھا بیٹھے

نکرے فائدہ جب کوئی دوا تو ناچار
زہر کیونکر نہ یہ بیمار الم کھا بیٹھے

اے ظفر دیکھے دل اس شوخ ستمگار کو ہم
زخم شمشیر ستم ہائے ستم کھا بیٹھے

شاخ سنبل کیوں نہ یشان حال ہی ہو گئی
دیکھکر زلف نکے کسکے بال ہی ہو گئی

خاک اڑاتی کیوں نہ عالم میں پھرے باد صبا
ہو اڑا کر یہ ہماری چال ہی ہو گئی

پائی اس ہاتھ نگارین تک جو تو دسترس
اے حنا تو بھی کہیں پامال ہی ہو گئی

کیا کریگی چھوٹکر قید قفس سے عندلیب
اب تو ہے وہ بھی شکستہ بال ہی ہو گئی

کہتے ہیں ہنسکر وہ لعل لب کہ دیکھو بہار
پنکھڑی گل کی بھی لالوں لال ہی ہو گئی

ہر گھڑی ہے سینہ کوبی ہر گھڑی فریاد ہے
پوچھیں گھر والی سے کیوں گھر میں ہمی ہو گئی

خواب میں اگر لگا جاؤ ہیں وہ شب کو مجھے
نیند آنکھوں میں جو کوئی لمحہ بھر آجائے ہے

کیونکہ ہو جاؤں نہ لکھنے لکھتے خط اسکو کہ ہر
آپ پڑھنا مجھکو اپنے حال پر آجائے ہے

اسکی جب تصویر سینہ سے لگا لیتا ہوں میں
چین میری جان مضطر کو ظفر آجائے ہے

آبلے کے پاس ہیں کیا داغ سینہ پر کئی
گرد اک شیشہ کے ہیں لگے ہوئی سانپ کئی

مطلع ثانی

رشتہ لالکان کا بالے پہ ہیں گوہر کئی
ماہ پر ہالہ ہے اور ہالہ پر ہیں اختر کئی

دل کے داغوں کے کھلے حال کیا جب خط میں
خط میں بھیجوں کہ کے برگ لالہ احمر کئی

ایک جنبش اپنی مژگان کو اگر دیتی ہیں وہ
دوب جاتے ہیں گ جانیں مری نشتر کئی

مختصر ہونا نہیں وہ قصۂ زلف دراز
روز اس جھگڑے میں ہوتے ہیں سیہ دفتر کئی

حال مرغان چمن کا تو نہیں معلوم پر
ہیں پڑے اکھڑے ہوئے گلشن میں بال و پر کئی

محکمہ میں لاتے ہی اس قاتل سفاک کے
ہو گئے صید دم میں خون کے معضر کئی

ایک جلوہ سے تری رخسار کے اے شمع رو
ہو گئے پروانہ سان دل جل کے خاکستر کئی

ہو برا اس سخت جانیکا کہ اسکے ہاتھ سے
رہ گئے پہلو میں میرے ٹوٹکر خنجر کئی

دل کے درپے ہیں وہ زلف و کاکل و خم چشم یار
اک مسلمان کے ہیں پیچھے پڑ گئے کافر کئی

جمع سورج کنڈ پر ہندو ہوئے یا اے ظفر
خال اس مہر رخ کے ہیں تہ تہ اذان کئی

وہ کرتا قلم ہے مرے ہاتھ ناحق | مرے ہاتھ ناحق وہ کرتا قلم ہے

ظفر کیا ستم ہے ہوا دوست دشمن
ہوا دوست دشمن ظفر کیا ستم ہے

جب وصل و رہا کی تدبیرین کی بگڑی | ہم سمجھے اپنے دل مین تقدیرین کے بگڑی
ابرو بنائے اپنے تونے جواے پریرو | مسجدین پھر پڑی شمشیرین کے بگڑی
صورت بگاڑ دی ہے کیا وحشت جنون نے | اپنی مصورون سے تصویرین کے بگڑی
تم کیا بنا رہے ہو اے غافلو عمارت | دیکھو جہان مین کیا کیا تعمیرین کے بگڑی
خواہش مین زر کی تمنے صبی جھوٹے خاکساری | کیا کیا یہان موس اکسیرین کے بگڑی
دیکھو بگاڑ اپنی قسمت کا اُنکے آگے | سو بار بات وقت تقریرین کے بگڑی

جس وقت زلف لیلی بکھری ظفر سنور کر
مجنون کے واسطے اک زنجیرین کے بگڑی

کو دکان اشک کو کب تک سبھائے جائینگے | ایک دن چشم کرم سے نکالے جائینگے
پا برہنہ پھرتا ہون مین دشت مین دیوانہ وار | کسطرح سے مرے پالون کے چھالے جائینگے
جائیگی جسمان وہان سوغات انکے واسطے | اور غیر از مصیبت ہم یہان سے کیا لیجائینگے
دیکھیے کیا ہوگا جب محکمہ مین حشر کے | کاغذ اعمال اپنے دیکھے بھالے جائینگے
جبکہ اُس کوچے مین ہم بیٹھینگے مثل نقش پا | ہمنشین دیکھین ہمین کیونکر اُٹھائے جائینگے

یونہیں ہمسے جو تیری اب نگاہ بگڑیگی
تو تباہم بھی ہان کہتے ہین خاطر خواہ بگڑیگی

پھیر اُن بت کی نہ لب ایدل ضعیفی اس سبب سے
نہیں تجھسے سنورسکنے کی جیدا للہ بگڑیگی

بنا ہی تیری صورت دیکھکر بجوجہ صورت گر
کہ جو صورت بنائیگا وہ رشک ماہ بگڑیگی

نہ بنتے ہم تمھارے آشنا گر یہ خبر ہوتی
کہ یون ہمسے طبیعت آپکی ناگاہ بگڑیگی

اگر جائیگا حال پنا اگر ہرزم مین ہم دمبیتک
کبھی مجھسے بنائی اے غم جانکاہ بگڑیگی

ترے عارض سا قرآن کیا بناکر کوئی لکھیگا
بھوؤن کے روبرو پہلے ہی بسم اللہ بگڑیگی

نکر بنتے بگڑنیکا خیال اصلا کہ دینا مین
بنے گی اے ظفر جو چیز اکدن آہ بگڑیگی

شکر اللہ ہمسے یہ کافر صنم اچھے رہے
حق پرستو بت پرستی مین بھی ہم اچھے رہے

وہ بُرا کہتے رہے ہمکو پر اُنکے عشق مین
جیسے ہم اچھے رہے ایسے بھی کم اچھے رہے

مرکے تو ہو جائینگے سب خاک لیکن جیتے جی
جو رہے اُس یار کی خاک قدم اچھے رہے

بعد مردن داغ دیتے ہین فقیرونکو دمم
ہم رہے اے دل یہان بے درم اچھے رہے

ہو نہیں سکتا نوشتہ سے زیادہ ایک حرف
اسپہ چونکہ راضی ہے وہ یک قلم اچھے ہے

اے بت کافر ترے شیدا محبت مین تبھی
مرگئے تو بھی وہ اللہ کی قسم اچھے ہے

ہے یہانکی اشکباری رحمت باری ظفر
ابر آسا جو رہے با چشم نم اچھے رہے

مری سوز محبت ہنے یہ مجھسے شرارت کی
تپ غم نے مری جو اسقدر پیدا حرارت کی

بلا غارت گری آتی ہی ظالم تیری غمزیکو
متاع صبر و طاقت سب ہی اک پل مین غارت کی

یہ کن سلطنت کے ہین عشق کے دانون دل کو دعوے
اسی عہدہ وزارت کا ہے یہ عہدہ وزارت کی

یہ خاک پا ہی ہو گے اگر سزمہ
تو پھر دیکھو ہی آنکھو نہین تم قوت بصارت کی

کبھی تہ بلند آنکا نہو جو پست ہمت ہین
دکھا ہین گر بلندی لاکہ وہ انی حمایت کی

نہین آگاہ وہ رنگین ادا رنگ محبت سے
کری سو ننگ سی گو خط مین رنگینی عبارت کی

ظفر جو آپ کو سب سے یہان کمتر سمجھتے ہین
کسیکو دیکھتے ہین کب وہ آنکھون سے حقارت کی

جب کی جفا کتی ای ہمنشین نی کی
سب سے یہی کی اسنے ہمسے نہین نی کی

جلا دہی رہا وہ حق مین مرے ہمیشہ
روز اسنے تیز پھیر شمشیر کین نی کی

ہین شیخ و برہمن کے قصے وہی پرانے
بات ایک ہی حاصل ہمنے نہین نی کی

کی کس سے ہاتھا پائی مستی مین تو جو تونے
پوشاک کرتے کرتے ای نازنین نی کی

وہ مہروش جو آیا گھر میرے بن بلائے
یہ تو نے آج گردش چرخ برین نی کی

اک حسن کیا کہ تجھ مین ہین جمع یہ ہزاران
تعریف تیری جسنے کی مہ جبین نی کی

باندھے نئے سمان مین چنکر ظفر سب اسمین
تجویز جس غزل کی ہمنے زمین نی کی

ظفر بات اُس لب شیرین کی سُن پائینگے گر کوئی
تو پانی شرم سے کیا کیا نبات و قند ہو دینگے

آپ جو تشریف یاں لے آئینگے — حضرت دل دیکھیے مجھکو کہاں لیجائینگے
ہم کفن مین بھی جلینگے شعلۂ فانوس وار — ساتھ اپنے یہ اگر سوز نہان لیجائینگے
جاؤن کیونکر کہ کنے مین دمِ تک سگ بان ابھی — جیب و دامن کی اُڑا کر دھجیان لیجائینگے
چاہیے پرچہ خبر کا دل کی کیا اُنکے لیے — پارۂ دل قاصدِ اشک رواں لیجائینگے
جبکہ چمکینگے تو خورشید و مہ خشاں بھی فوق — اوفلک شعلۂ آہ و فغان لیجائینگے
کرتے ہین فکر عمارت مین بسر جو اپنی عمر — کیا اُٹھا کر اپنے سر یہ وہ مکان لیجائینگے

اے ظفر بہتر ہے خاموشی خدا جانے کہ تو
کیا کہے گا اور وہ دل مین کیا گمان لیجائینگے

لڑکپن کا وہ سیر بن یاد ہے — ترا روٹھ جانے کا دن یاد ہے
نہین بھولتا کوئی معبود کو — اُسے کرتا ہر انس و جن یاد ہے
جو ٹھہرا ہے روز اُنکے آنیکا یان — دلا روز گن یا نہ گن یاد ہے
نہین بھولتا دل سے عاشق ترا — تری ایک پل ایک چھن یاد ہے
نہ کر امتحان ہمنے جو کہدیا — ہمین تو وہ اے ممتحن یاد ہے
گئے بھول سب عیش دنیا کے ہم — نہین کوئی بھی یار بن یاد ہے

مطلع ثانی

ہمسو ہین رو رو کے عمکو ہنسی مین ٹالتے
اور رو رہے کو ہمارے ہین ہنسی مین ٹالتے

کرتے ہین اہل دول دولت مین عمر اپنی بسر
اور ہین مفلس ان سے مفلسی مین ٹالتے

بس تھا اپنا کہ لیتے زلف سے دل کو بچا
اس بلا کو کیونکہ ہم اپنے بسی مین ٹالتے

تیرے مجبور دنکو ہے کیا زگستان سے غرض
کوئی دم مین یا دچشم نرگسی مین ٹالتے

وہ جو خرقہ مین گریبان ٹالتے ہین فقیر
انکو منعم ہین لباس اطلسی مین ٹالتے

وہ شب وعدہ بھی آتے کرتے ہین صبح
رات ساری ہین یونہین کاجل سی مین ٹالتے

ٹالنے کی انکو آتی ہین بہت باتین ظفر
گو کسی مین ٹالتے ہین گہ کسی مین ٹالتے

ہم و تلک آئے نہ رات و ہم سے
اور آئے بھی تو کی نہ ملاقات و ہم سے

بیٹھے لگا کے تاک سر در پہ ہمتو کیا
ملنے کی کچھ نہ لگانہ سکے گھات و ہم سے

انکھین دو چار بچھ سو جو ہوتی بھی ہین کہین
کر سکتے ہم نہین ہین اشارات و ہم سے

باتین بہت بناتی ہین پر بیر روبرو
ہمسے نہین بن آتی کوئی بات و ہم سے

لکھتے ہین خط جو مجھکو یہ لکھا نصیب کا
لکھ سکتے و لکے ہم نہین حالات و ہم سے

نے بھیج سکتے ہین کوئی پیغام خوب سے
نے بھیج سکتے ہین کوئی سوغات و ہم سے

کرتا ہے پاس آنے کا تیرے ظفر قصد
آتے ہین سو طرح کے خیالات و ہم سے

افعی زلف جو ڈستا ہے کسی کو تیرا
زہر یاں مجھکو تری سر کی قسم چڑھتا ہے

زینہ بام حقیقت ہے ظفر عشق مجاز
رکھ کے ہشیار اسی پر تو قدم چڑھتا ہو

دلکی مہمان سرائے خالی ہے
تم اگر آؤ جائے خالی ہے

نالہ وہ ہو کہ جس مین ہو تاثیر
بے اثر اک صدائے خالی ہے

دین بیچز نقد جان تحسین کیا ہم
کیسہ اپنا تو ہائے خالی ہے

مے نہ تھی تیرے جام مین ساقی
کون اُسے مُنھ لگائے خالی ہے

چاہتے کیا ہو تم فقیرون سے
یان فقط اک دعائے خالی ہے

آسمان مین ہین دانۂ انجم
نہین یہ آسیائے خالی ہے

بوالہوس خالی درد عشق کو کیا
کربلائے وائے خالی ہے

گر وہ آتا ہے خانۂ دل مین
اُس سے کہدو کہ آئے خالی ہے

دین دنیا کے فائدے سے ظفر
نہین دانا کی رائے خالی ہے

دل دیوانہ بیمار و نزار ہین رہتا ہے
نہین کھلتا مجھے یہ کس گرفتار ہین رہتا ہے

تری آنکھون کو کیا آنکھ بھر کر جنے دیکھا ہے
ہمیشہ مبتلا آنکھون کی بیماری مین رہتا ہے

جلانیکو خریدی ہین مجھے جون شمع کافوری
مرا دل سرسے گرم بازار مین رہتا ہے

زہرہ جبین ہین اور بھی لیکن تیرے سوا
روشن جہان مین مثل قمر کسکا نام ہے

جسدنسے کی ہین عشق نے خانہ خرابیان
ہم گھر کو جانتے نہین گھر کسکا نام ہے

کہتے ہو نامہ غیر نے ہمکو نہین لکھا
سرنامہ پر تو کیجے نظر کسکا نام ہے

بدنام ہے جہان مین ظفر جنکے واسطے
وہ جانتے نہین کہ ظفر کسکا نام ہے

مری اشکونکی ڈاک اے چشم تر بہتیری آتی ہے
تسلی ہو نمود لکی خبر بہتیری آتی ہے

کیا ہے کیا فسون تونے کہ دل سمجھتے نہین پڑتا
برائی دلمین ہے امید اگر بہتیری آتی ہے

جو لیکر گل چمن مین دیکھتے ہین ہم رگ گل کو
تو ہمکو یاد اُس گل کی کمر بہتیری آتی ہے

تری عارض پہ دیکھا زلف کا کچھ اور ہی عالم
گھٹا یون بھی چمن مین جھوم کر بہتیری آتی ہے

ہم اس چشم تصوری کو پیا جام جم سمجھین
اسمین ہمکو کیفیت نظر بہتیری آتی ہے

عنایت نامہ آتے ہین جو اُنکے پاس اور دنکے
تو حسرت ہمکو بھی اے نامہ بر بہتیری آتی ہے

ہوا تھوڑے سے رنج و غم مین تو کیون مضطرب ایسا
کہ آفت عشق مین تو اے ظفر بہتیری آتی ہے

بندھا جس روز سے ہمکو خیال زلف تیرا ہے
پریشان حال ہون ایسا کہ سب کہتے ہین سودا ہے

پوچھو ہو تم تو مرے آنسو کہ یہ دریا
اُمنڈا آتا ہے جسدم پھر کوئی ڈوبا سا کہتا ہے

مرا آئینہ دل مین ہے عکس خال رُخ اُسکا
نہ سمجھو نکتہ فہم اسکو جو کہتا ہے سو یدا ہے

ہمکو ای دلبر تری محفل مین گنتا کون ہے
سچ ہی ہیدل کو دلبر کون گنتا کون ہے

زخم شمشیر دا اور روزن تیر نگاہ
ہین ہزارون سینہ بسمل مین گنتا کون ہے

لاکھ غنچونکی گرہ تو کھولی لیکن ای صبا
بکھرے حل عقدۂ مشکل مین گنتا کون ہے

کچھ نہ پوچھو ای ستمگار ستادون کا بہتر
داغ ہین کتنے دل قاتل مین گنتا کون ہے

ہین پڑے ہمسے ہزارون کشتۂ تیغ ستم
ہمکو بدل کو چہ قاتل مین گنتا کون ہے

دم مین دم جبتک ہی طوکر تو رہ عمر ای مسافر کو اس منزل مین گنتا کون ہے

چشم میری جب سی دریا پر ظفر ہے اشکبار
موتیون کو دامن ساحل مین گنتا کون ہے

جہان ویرانہ ہے پہلے کبھی آباد گھر ایان تھے
مغال اب ہین جہان رہتے کبھی لیتے بشر اب تھے

جہان صیل ہی میدان اور سر سر ایک خارستان
کبھی یان قصر و ایوان تھے چمن تھے اور شجر یان تھے

جہان پھرتے بگولے ہین اڑاتے خاک صحرا مین
کبھی اڑتی تھی دولت رقص کرتے سیمبر یان تھے

جہان ہین سنگریزے تھے یہان یاقوت کے تودے
جہان کنکر پڑے ہین اب کبھی رو لتے گہر یان تھے

ہماری آنکھ وہ دریائے حسن بحر خوبی ہے
جہاز ایسا کہاں پانی کہ اوپر تیر چلتا ہے

چلا ہے جلد کسکے فوج کر نیکو خدا جانے
لئے خنجر بکف جو وہ ستمگر تیز چلتا ہے

اگرچہ طائر شوق اپنا بے بال و پر لیکن
پہ اندہ بھی نہیں اسکے پر و پر تیز چلتا ہے

دراز دستی کی شبکو ظفر گر ہو تو کیونکر ہو
کہ اُس شب دست خسرو کینہ پرور تیز چلتا ہے

مجھکو اے دیدہ دلبر باکا دھیان بھی ہے
اور دل میں دھیل کا ارمان بھی ہے سو ہے

زلف سرکش پہ تری کیا زہر ناخن رکھتی
بلکہ کافر دشمن ایمان بھی ہے سو ہے

تیرے ابرو سی ظالم ہے تری آنکھ کا کوچہ
اور ہمیا کوچ کا سامان بھی ہے سو ہے

شاخ گل تجھ بن چمن میں ہے مجھ بسمل تنگ
اور غنچہ ہمسر پیکان بھی ہے سو ہے

تازہ ہے غمزہ ترا قاتل کیا قہر و ستم
بلکہ آفت ہر ادا و آن بھی ہے سو ہے

کیا تماشا ہے کہ منھ چڑھتا ہے تیرا آئینہ
اور صورت دیکھ کر حیران بھی ہے سو ہے

اے صنم قدرت خدا کی ہے ترا حسن و جمال
اور بطرز سپر شکوہ و شان بھی ہے سو ہے

ہائے کس سکو سنبھالوں میں فراق تا میں
دل ہے تڑپا مجھے یا مضطر جان بھی ہے سو ہے

وان تو ہیں بد عہد یاں پر ابتلک یاں اے ظفر
عہد بھی ہے سو ہے پیمان بھی ہے سو ہے

کہاں ترکان ترسی بر دریا باز ہمسر
سمندر سا نہ اس چشم کرشمہ کا کنارہ ہے

زلف کرتی ہیم رخ اسطرح جھل مل رہا
اک طرف ہر جانہ نی سی اک طرف بادل رہا

جھانکی تجھین مرا کیونکر کہ نظر دیتی نہیں
گھر ہی دیا نہ سا بھی در شہر اک خیمل رہا

چاہیے کیا روشنی مجا وشب تاریکین
ساتھ میرے شعلہ میری آہ کا مشعل رہا

تار اشک سر چشم سر ساہی یار کا
مصحف رخسار پر گویا خط جدا رہا

یون ہی بکتا ہی ہمیشہ ناصح بیہودہ گو
کون اسکے منھ لگی جائی بھی وہ اہل رہا

کل کی آنیکا الہی کسنے ہی وعدہ کیا
دل جو شوق وصل مین آج اعتدر بکل رہا

افگار سوزان ہین وہ داغ محبت ہے ظفر
دل پر آتش جنکے باعث سی مرا نقل رہا

دم ہجران سے گر صورت بدلجائی عجب کیا ہی
اور اس صورت سی دم میرا نکل جائے عجب کیا ہی

دکھاتا اپنی بیباز و نکو ہی وہ جنبش ابرو
اگر چہ بیمار گر تلوار چل جائے عجب کیا ہی

اگر درد محبت سے اثر ہو نالہ دلمین
تو سل پتھر بھی پگھل جائی عجب کیا ہی

مرا غمخوار میری پوچھتا ہی گر گر آنسو
بھیگون سی جو اسکا ہاتھ بھی جائی عجب کیا ہی

بھری گو رستمی کا دم عدو پر سانہ میرے
حباب عشق کی میدان مین بلی جائے عجب کیا ہی

تمھاری عشق جان سوختہ کی خاک مدفن پر
اگر بیبات مین پگھاس جلی جائے عجب کیا ہے

ظفر آگاہ ہی جو کوئی آداب محبت سی
وہ پابوسی کو اسکی سر کے بل جائے عجب کیا ہی

اگر تو عیاری ہیں وہاں ہم بھی تو یاری ہیں
پر کریں کیا ہمکو محبوب جان نثاری ہیں بھی ہے

رکھتی ہو بجین تم کیا کیا دل بیمار کو
واہ واکرتا کوئی بیمار داری ہیں بھی ہے

چشم سے دریا بہے لیکن بجھی دل کی آگ
وہ جو تھی نالوں کی اپنی شعلہ باری ہیں بھی ہے

بعد مرنے کے ہوئی قاتل کی خوبی ہیں ظفر
جان بر آرام دن بھی ہماری یوں بھی ہے

رات دن ہیں جن کو قربان آنکھیں میں کیا دیکھیے تو
کی کبھی اوبر تو فرماں شکباری یوں بھی ہے

کوچہ جاناں میں کیں جا کر نہیں آیا قرار
قسمت میں ہماری بیقراری یوں بھی ہے

دو ندو سہ ہیں تم سم تھیں تیر میں دل
ہمکو تو منظور ہاں نظر تمھاری یوں بھی ہے

سنگ سر بر لگا تی کیوں ہو تم تیغ نگاہ
قتل کو عاشق کی آسیں آبداری یوں بھی ہے

کر دیا راز اپنا ظاہر سب پہ تو نے اے ظفر
دل لگا کر کوئی کرتا ہے وزاری یوں بھی ہے

دل تو کہتا اور کچھ تدبیر کہتی اور ہے
عقل کہتی اور ہے تقدیر کہتی اور ہے

تجھ سے تو کچھ اور کہتی ہے تمنا دوصال
اور اُس سے کچھ اور ہی تقریر کہتی اور ہے

ہو گیا معلوم جنبش ہوں ترے شمشیر کے
آج قاتل کچھ تری شمشیر کہتی اور ہے

بولی وہ تصویر یہ تصویر میں میرا کچھ کہو
صورت حال اپنی یہ تصویر کہتی اور ہے

کانپتا ہے کیوں زبان شمع کیا خبر تو بول
یہ زبان ہے اپنی اے گلگیر کہتی اور ہے

کھا چکا دل پر جراحت پر جراحت متصل
اور اسپر بھی زبان تیر کہتی اور ہے

جلد دوم دیوان ظفر

گرچہ وہ بیدادگر بیدرد ہی پر تو ہی
پر جو مین کچھ دردِ دل کہتا ہون تو سنتا تو ہی

دیکھیئی ہی کیا نوشتہ مین مرے ہوتا ہی کیا
اُس بتِ نوخط کو قاصد مین خط لکھتا تو ہی

پوچھتے ہو اور کیا رونی گاہے ماہے
دیکھ چشمون سے ہمچشمون روان دریا تو ہی

دیکھتے ہین جب برا احوال میر عشق مین
پوچھتے ہین ہنسکے وہ مجھسے کہ تو اچھا تو ہی

یہ نہین معلوم مالک کو اُس سفاک نے
پرتگی مین اسکے ہنگامہ اک برپا تو ہی

گر نہین غمخوار وحشت مین کوئی میر تو ہو
پوچھنے کو میر آمنو وامن صحرا تو ہی

جانتا تھا مین کہ پہلو مین نہین ہی میرے دل
پرچھری سے آن نے چیر کر دیکھا تو ہی

گر بگڑ کر اچھے وہ کافر تو پھر کیسی بنے
تو نے زلف کج ادا کو اے ظفر چھیڑا تو ہی

یہ نہین ٹکے میان ہر دو برنا ہے
قبضہ و شمشیر مین اک ادا ہے جو تنگ ہے

کیونکہ ہون دل کھولکر تجھ سے تجھ پر مرے
جای بے قابو کشادہ جا قالو تنگ ہے

آبلہ مین پانو کے کیونکر سما مین خار دشت
اے جنون اتنا نہ اور تعبو تنگ ہے

دیکھ کر تحریر سرمہ چشم وحشی مین تری
ہوتا پڑ سے گلے کے انچرا ہو تنگ ہے

اے دلِ دیوانہ ہی دامان صحرا تو وسیع
توسن وحشت کا لیتا کیون نہین تو تنگ ہے

منھ ہی کیا تیرا دہن ہی ہو تو ہا ل اے غنچہ
قافیہ غنچہ کا پہلے ہی سے گلرو تنگ ہے

زشت خصلت کو ہمیشہ رنج مین پایا ظفر
اپنی خوی بد سے رہتا آپ بدخو تنگ ہے

روی روشن پر ترے کب زلف کا سایہ سا ہے
رات کی اٹھی سیاہی دن رہا تھوڑا سا ہی

مطلع ثانی

دیدۂ تر جوش گریہ سے جو کہ دریا سا ہے
دامن قرغان سر سر پاٹ صحرا سا ہی

زلف سنبل خط ریحاں چشم نرگس ہی تری
رخ پر رنگ گل ہن غنچہ ساقد بالا سا ہی

وصل کی شب ہر گھڑی گھڑیال کی سنکر صدا
پھوٹتا ہی اک دلکو صبح ہجر کا دھڑکا سا ہی

جو ہوا ان آنکھوں کا مفتون اسکو دنیا ہی
جسکا ان زلفوں نے دل الجھا سا ہی

حال مجنوں کا نہ اپنے پوچھا ای لیلی انیس
ہو گیا دشت جنوں ہمیں سو کھ کر کانٹا سا ہی

دیکھنا اس بستہ لب پر سبزۂ خط کی بہار
واہ کیا یاقوت احمر پر کیا مینا سا ہی

بیٹھا کیا باتیں بناتا ہی اگر دیکھو اسے
حال ہو جاتا ترا ناصح ابھی میرا سا ہی

جلوہ گر ہے وہ تجلی میں جنکا ہے مشتاق تو
ای ظفر تیری خودی پردہ حجاب کا سا ہی

غنچہ و گل میں کیا دل کا داغ جلتا ہی
اندھیری گھر میں ہمارے چراغ جلتا ہی

کیونکہ گل ہوں سب اگر کہ دیکھکر تجکو
ہمیشہ باغ بھی ای رشک باغ جلتا ہی

ہوای زلف سے بھڑکی یہ آتش سودا
کہ بوی مشک سے میرا دماغ جلتا ہی

بجای بادہ بھرا کیا مرا چکیدۂ داغ
کہ آفتاب کا گردن ایاغ جلتا ہی

کہان ہی لالۂ خودرو فغان بلبل سے
صبا تمام یہ وامان نداغ جلتا ہی

خط نورستہ سی تیرہ دل بتاتا ہی
یہی بوٹی ہی وہ جس سے کہ یہ پانی مرتا ہی

خبر سے جلد ای دریا خوبی اپنی خضر کو
کہ تجھ بن وہ مثال ماہی بے آب مرتا ہی

ادگے ہی سنبل اسکی خاک سی جو تیرے انتظار
خیال زلف مین کھا کھا کہ پیچ و تاب مرتا ہی

بلا اک جام ای ساقی کہ صورت زندگانی کو
کوئی مینو تن یہاں ساقی شراب ناب مرتا ہی

پڑی ہی حلقہ گیسو مین دل اس بھر خوبی سے
یہ ناداں ڈوبکر ناحق نہ گرداب مرتا ہی

چمن مین تو جو شیر مردہ ہوا دیکھا اسکو
اگر کچھ تجھ مین پانی ای گل شاداب مرتا ہی

کہو کون ای ظفر اس سی تمہین مشرب خیر دیکھین
دگر نہ رشک سی پیکر کوئی زہر آب مرتا ہی

ہر خط پر ادر ہی قاصد نشانی اور ہے
لکھا ہمون لو سے کہ ستانا زبانی اور ہے

کیون سناتا ہو مرا افسانۂ غم قصہ خوان
مبتدا کر جا میگی انکی فقصہ خوانی اور ہے

ای تغافل کیش آنا ہے اگر تجکو تو آ
کوئی دم عاشق کی تیری زندگانی اور ہے

باندھتا ہی ابر دریا بار بھی تو یون جھڑی
پر مرے مژگان تر کی خونفشانی اور ہے

پانون سو تم مل چکے تیرے دل خون گشتہ کو
یا ابھی منظور کچھ مہندی لگانا اور ہے

مہربانی ہی تو ہم پر بھی تمھاری مہربان
پر جو ہی غیرون پہ کچھ کچھ مہربانی اور ہے

ساقیا گردش مین لا ساغر کو جلدی دیکھ
لاتا ہی کوئی دور آسمانی اور ہے

آنسوون سی کم نہین ہوتا مرا سوز جگر
بلکہ اس آتش کو بھڑکا دیتا پانی اور ہے

جوانیا اقدد دل وجان ظفر لگا دین ہم
قمار عشق مین ایک آدھ داؤ ہو تو سہی

اُس عداوت کیش کو مجھسے عداوت ہی سہی
اس عداوت پر بھی جو مجکو محبت ہی سہی

بھولتا ہرگز نہین مین اسکی قامت کا خیال
روز بر پا میری سر پر اک قیامت ہی سہی

کر چکے سارے اطبا بلکہ عیسیٰ بھی علاج
پر ترے بیمار ہجراں کی جو حالت ہی سہی

کیا بتاؤن نہین کہ ہی مجھسے وہ کیسا بیوفا
عشق مین اچھی نہین منھ کی مروت ہی سہی

آگیا آنکھون مین دم ظالم ترے دیدار کی
پر تری دیدار کی آنکھون کو حسرت ہی سہی

حُبِ دنیا کی نشے نے جنکو غافل کر دیا
نا بوقتِ مرگ انکو وہ ہی غفلت ہی سہی

ہے گریہ فرنہ دعویا یہ دل سے غبار
اسکے دلمین میری جانب سے کدورت ہی سہی

نصل گل بھی جا چکی لیکن ترے دیوانہ کو
وہ ہی سودا ہی سو ہی وہ ہی وحشت ہی سہی

اے ظفر مجھسے ہا جانا نہین بے شغل عشق
کیا بتاؤن رنج ہے اسمین کہ راحت ہی سہی

کچھ عجب آفت کا دور آسمان مین ہی
جسکے باعث سے جہان دیکھو جو غمگین ہی

شاخ سنبل مین کہان ہی یہ انیسا شمشاد
جو تمھاری کاکل عنبر فشا نمین ہی

ارتفع پہچان کسکی ریا مین ہوئی یہ نگون
پڑ گیا جو موجۂ آب رواں مین ہی

کیا کرون آہ و فغان سن سنکی یہ کہتا ہی وہ
جانتا ہو نہین کچھ اس آہ و فغا نمین ہی

عشق کا آزار صحت ہی ہے مہر طبیب
جو رہی اُس شوخ کے بیمار غم اچھے رہی

اب خدا جانے کہ دلمین کیا بُرائی آگئی
پہلے تو ہم پر تری لطف و کرم اچھے رہے

وہ رہی کھل کر پریشان انکو لجمع ہی رہی
گل سے غنچہ ای نسیم صبحدم اچھے رہے

خاک آخر ہونگی سب پر پہلے ہی جو خاکسا
ہو گئی اس یار کی خاک قدم اچھے رہے

ہر کسی سے راز دل کہہ بیٹھنا اچھا نہین
اے ظفر دنیا مین ہین اب لوگ کم اچھے ہے

غیر کر سکتا ہی گو مجھ سے عداوت کیا ہی
مہربان دوست ہی دشمن کی حقیقت کیا ہی

جو نہ دیکھا تھا سو وہ عشق مین تیرے دیکھا
دیکھیے اور دکھاتی ہمین قسمت کیا ہی

زلف اکثر جو تری کان لگی رہتی ہی
کہتی یہ کانمین ای کان ملاحت کیا ہی

سب جگہ ہی وہی اور سبکی نظر سو مہان
پڑ گیا آنکھو پہ یہ پردہ غفلت کیا ہی

ابرو کھوتا ہی کیون کہدے میان آئینہ سے
اس سی تو ہوگا مقابل ترا صورت کیا ہی

غمزہ کرتا ہی ترا ایک جہان کو غارت
یہ بلا کیا ہی خدا جانی یہ آفت کیا ہی

جلد آجا بہ نکر دیر تو ای رشک مسیح
دیکھ تو اب تری بیمار کی حالت کیا ہی

کیا کہون کہنی مین تو اور مصیبت ہی سوا
مجھسے وہ پوچھتے ہین تجھپہ مصیبت کیا ہی

مین کرون شکوہ جو کچھ انکو محبت ہو ظفر
جب محبت ہی نہین ہی تو شکایت کیا ہی

شبکو اس طرح اسکے گرد کاشانہ رہے | جیسے سر گردان سر تا نور دانہ رہے

مطلع ثانی

سینہ واجب مثل گل وہ بے حجابانہ رہے | بوے گل سی کیون نہ مہکا اپنا کاشانہ رہے

مطلع ثالث

ہم رہین ساقی ہی اور دور پیمانہ رہے | حشر تک بجے یونہیں آباد میخانہ رہے

مطلع رابع

گرم آرائش جو اپنا اور جانانہ رہی | کیون نہ دست مہر مین آئینہ وشانہ رہے
تم بنا دانچہ گوری سنھ پہ اک کاجل تلا | پاس تا کافور کے فلفل کا بھی دانہ رہے
ہووے محتاج نمکدان زخم دل بس کیون | جبکہ شبنم سے بھرا ہر گل کا پیمانہ رہے
جسطرح سی شمع پر پروانہ ہوتا ہی فدا | اس طرح سی شمع اسکے رخنہ پر پروانہ رہے
مین وہ مجنون کہ صحرا مین زبان خار پر | تا قیامت اس مری وحشت کا افسانہ رہے
زیر محراب خم ابروے چشم مست یار | دیکھنا کیا دور ہی مسجد مین تہ خانہ رہی
موج جوہر نہ کیونکر پاوے در زنجیر ہے | جبکہ آئینہ ترا ہی صورت کا دیوانہ رہی
دیکھکر خال اسکے رخسیر کیونکہ مین حیران ہون | یعنے قائم شعلہ پر کس جا پر پروانہ رہے
جو کہ ہو وحشی تری آنکھونکا ای آہو نگاہ | کسکا اس سے خیر و خوش اخلاص یارانہ رہے
شمع تیر آب گریہ پھیر یہ کسکا م آئیگا | جب پڑی بے غسل یونہین لاش پروانہ رہے

کیا غضب ہے جو محبت کا نہ ہو بھرتا ہے دم
اسپہ ہوتا تری محفل میں تبرا صاف ہے

دھو دیا رو دے زمین کو آب گر یہ نے مرے
پر نہیں ہوتا دل اسکا ایک ذرا صاف ہے

حاشیہ کیا کیا چڑھاتی ہے محبت دیکھیو
انتہا تک تو یہ کتاب دل معرا صاف ہے

جانہ تو با تو پہ زاہد رند کو کیا شیخ کی
منھ پہ برا تا ہے پر دلمین پہ بالکل صاف ہے

آج مرغان قفس کیا کہین کتر گئے
کر رہا مقراض کا صیاد پر صاف ہے

حرص دنیا ہے بشر کے واسطے آلودگی
ہو گیا جسوقت یہ اس سے سبر صاف ہے

تیر ہے رشک قضا سے عدا سے سر پر کے
شہپر قمری چمن مین شکل آرا صاف ہے

اے ظفر ہمسر ہو کیا شعلہ دل بیتاب سے
دیکھ کر بجلی بھی جا دے اسکو ٹھہرا صاف ہے

معشوقے ہین کیا جا ذوی تصویر کسکی ہے
ملے تصویر ایسی کسکو یہ تقدیر کسکی ہے

ہمیشہ آہ بھی کرتے ہین ہم نالہ بھی کرتے ہین
پر اسکے دلمین ہوتی دیکھیو تاثیر کسکی ہے

تری تقریر ناصح خوب ہر ہان بھی تا ہے
مگر سنتا دل دیوانہ یہ تقریر کسکی ہے

ترا ہی ناز بیجا پائداری پر عمارت کی
رہی قائم جہان منعم سدا تعمیر کسکی ہے

بجز تیغ نگاہ یار کشت خون خاشت
زیادہ تیز ہوتی دمبدم شمشیر کسکی ہے

کیا جو کچھ مصیبتون نے کچھ دل آنکھون نے
کہون مین یہ خطا کسکی ہے اور تقصیر کسکی ہے

ظفر جو کچھ ہے پیشانی مین وہ ہو کے ہے اب آنا
کہ جاتی پیش اسکے سامنے تدبیر کسکی ہے

متاعِ دل کی جو پروا ہی نہیں کرتا سو غمزہ — مگر جو وقت پاتا ہی مجھے غافل چورا تا ہی
مجھول بھولکر لینے دو دو کو نہ ہم چشمو نا — کہ پانی آنسوؤں سی سیلزِ خم دل چورا تا ہی
نگاہِ تیغ ستم تو شوق سی ظالم کہ بحر سے — بھلا کب جان اپنی یہ ترا مائل چورا تا ہی
یہ کیا اندھیر ہی چون و چرا خاصی اجا تعین — مری دلکو رخ روشن کا تیر مژہ تل چورا تا ہی

ظفر سب کو برابر دیکھتے ہیں جو ہیں شمن دل
کسی سے آنکھ انکی کب سہ کامل چورا تا ہی

عجب اسکی آنکھ سی کچھ پیر مرگان تیز رہتا ہی — کھڑا ہی کھیت خستا کا در آجے ہتھان تیز رہتا ہی
تری زخمی کو یاد آتی ہی جب شمشیر کی تیزی — تو کیا کیا خون زخم تیغ بران تیز رہتا ہی
سخن میں اس لب جاں بخش کا ذکر آتی ہی — کوئی جانے کہ گویا آب حیوان تیز رہتا ہی
کبھی دل میں جو ہی دریا دلی سی جوش آجاتا — تو کیا کیا لہر میں تنکا سا انسان تیز رہتا ہی
عرق افشان ترا تا تعلیق جو خسار و نہ تو ہتیز — چمن میں اسکے کیا کیا آب باران تیز رہتا ہی
کوئی کم آشنا ایسا ہی جسکے پانوں میں ان تھکے — کہ در پائی محبت ای مرے جان تیز رہتا ہی

ظفر بہتا تو ہے ناسور دل کا روز پر اسکو
کوئی گر چھیڑتا ہے اور بھی ہان تیز رہتا ہی

ہو تمکمند وقت ہی وہ پیشوا کر وقت ہی — بات کرنا دیکھ کر جو مقتضا ی وقت ہی
رہنما ہی ہر وقت جاری چشم سی دریا ی اشک — پوچھتا ای آشنا کیا ماجرا ی وقت ہی

اشارہ ہی کہ ہم نشان جبین نبی ملتی ہین
انھون نے خط جو قسمت طالع نشانی پہ لکھا ہی

دوا میری ہی وصل یار کیون نسخہ حکیمون نے
طریق حکمت ہندی یونانی پہ لکھا ہے

کہان ہی خط چین اس ابرو کے خمدار پر دیکھو
یہ نام تیغ گر تیغ صفا بانی پہ لکھا ہی

کہون کیا ماجرا ے بے نشانی نقش ہستی کا
مٹا جاتا ہی یون گویا کہ یہ پانی پہ لکھا ہی

متانت دیکھتا ہی کیا نظمر کی طبع عالی مین
کہ جو لکھا ہی مضمون طرز خاقانی پہ لکھا ہی

وہ دل کیا ہی کہ جو تیرے غم الفت سے خالی ہی
وہ دیدہ کیا جو تیرے دید کی حسرت سے خالی ہی

عجب انداز سے ہمکو خط اس حرف نے لکھا
نہین اک حرف جسمین نامہ حسرت سے خالی ہی

بھرا گو جام موساتی نے لیکن ہمکو کیا حاصل
کہ اپنا ساغر دل بادہ عشرت سے خالی ہی

ذرا صورت بنونکی دیدہ تحقیق سے دیکھو
کوئی صورت نہین ایسی کہ جو قدرت سے خالی ہی

گیا یان سے نکل کیا جانے دیوانہ کہان تیرا
پڑا پھرتا نہ زنجیر اک مدت سے خالی ہی

رہیگا داغہای عشق ہی سینہ پھر یونہین
کوئی ہوتا خزانہ اپنا اس دولت سے خالی ہی

نظمر ہم باندھتے ہین جب سے مضمون کمر اسکا
ہمارا شعر بھی کوئی نہین ندرت سے خالی ہی

پھرتی آنکھون مین جو ہر لحظہ تا کی شکل ہی
خوابمین آتی نظر مجکو بلا کی شکل ہے

شوق مین اس قدر عنا کی ہی شکل آزاد سر
بنگیا لیکر چھری جو میوا کی شکل ہے

طرز نگہ کی نرگس میں ہے رخم رلف کا سنبل میں ہے
نقشہ ہر قد کا ترے رخ کی بنا ہے گل میں ہے

جام جہان بین میں نظر آیا وہ کف جمشید کو
دیکھا تماشا ساقیا جو ہمنے جام مل میں ہے

سو ٹکڑے ہو گل کا جگر اگر دم میں ہو باد صبح
تاثیر درد عشق کی وہ نالۂ بلبل میں ہے

جائیگا جس ملک میں تو پائیگا واں دیگر دمد
آرام گر منظور ہو تجھکو تو صبح گل میں ہے

ہوتی ہیں نی نازہ مرد وہ دل بزم شراب میں
اعجاز ای ساقی عجب اس خندہ فلقل میں ہے

میرا دل شامت زدہ ظالم گرفتار بلا
ہے گاہ تری زلف میں گاہ تری کاکل میں ہے

خاموش رہنا چاہیے دنیا کی شورش گاہ میں
سنتا کسیکی ای ظفر یاں کون شور غل میں ہے

یہ عمر ہمنے بسر سب شراب میں کی ہے
سفید ریش نہیں آفتاب میں کی ہے

گیا ہے بھول مری بیقراریاں قاصد
درنگ اس نے جو خط کی جواب میں کی ہے

بجا رہے نہیں اسکے حواس جسکی طرف
نگاہ آپنے خشم و عتاب میں کی ہے

بنا ہے چرخ پہ جو ماہ ساغر سیمیں
کسی نے بادہ کشی ماہتاب میں کی ہے

سمجھ حباب کو بحر جہان میں ای غافل
کہ بندا یک ہوا سی حباب میں کی ہے

ملا نہ رہنے کو جب گھر کہیں تو غم نہ کرے
جگہ مرے دل خانہ خراب میں کی ہے

ہوئی جو پیر میں ثابت تو کیا دہی ہے خوبی
کسی نے توبہ جو عہد شباب میں کی ہے

فلک پہ برق جہان کو اڑا دیا ہے ہوش
جو آہ ہمنے کبھی اضطراب میں کی ہے

نہ دل ان شعلہ رخسار و نہ پہ لوٹا
بلا سے گر یہ انگارو نہ پہ لوٹے

تم اینڈو بستر گل پر تھین کیا
کوئی حسرت سی گر خار و نہ پہ لوٹے

کہان پایا یہ منھ جو ہنستے ہنستے
کل اُس گل کے دل افگار و نہ پہ لوٹے

نہین زلفونکے سودائی کو کچھ ڈر
پڑ شبکو سیہ مار و نہ پہ لوٹے

اُسے جو دیکھکر ہو برق بیتاب
زمین پر لوٹے دیوار و نہ پہ لوٹے

گیا دل لوٹ میرا اُن بھوں پر
دگر نہ کون تمو ار و نہ پہ لوٹے

ہمیشہ لوٹے بسمل کی طرح وہ
ظفر جو اُن طرحدار و نہ پہ لوٹے

ہی جبکہ خلق سوچ کے تدبیر بولتی
کچھ اور ہی جو ابمین تقدیر بولتی

ہنستا وہ گل چمن مین اگر کھلکھلا کے صبح
عسرت تھی کیا جو بلبل تصویر بولتی

بر پا رہے ہے خانۂ دندانمین ایکغل
مجنون کی ہے جو پانو مین زنجیر بولتی

بلبل ہوا ہے شوق کہ آندھی کے شور مین
کیا کیا ہی خاک عاشق دلگیر بولتی

گرچہ نہین ہی میرے نے استخوانمین دم
پر عشق کے باعث تاثیر بولتی

افسون عشق سی دل عاشق کے سر یہ روز
ہے وہ بلا کہ زلف گرہ گیر بولتی

تیرے کلام مین ہے وہ انداز اے ظفر
محفل مین آفرین دم تقریر بولتی

متفرقات قطعہ

پوچھے آنسو یہ مرا اپنی غمخواری مین
اپنے دامن مین کبھی تم یہ گہر دو نسکے

ای پری وش تیرے عاشق کا جو یہ حال ہوا
نام بھی عشق کا پھر کوئی نہ لے سکے

فصد مجنون کی تیرے کوئی کیونکر نہ کرے
کام نشتر کا وہ ہر خار سے لے سکے

ناتوان تیرا اٹھے بستہ غم سے کیا خاک
جبکہ کہ رو ٹ بھی اُدھر سے ادھر دے نسکے

نا نہ صدر چاک ہوا شانہ کیطرح دل اپنا
اسکی زلفون کی بلائین یہ ظفر لے نسکے

سلام

غرور حسن سے گر وہ جلال مین آوے
تو اسکی مہر نہ زرہ خیال مین آوی

اسیر لف ہوا اُس خال رخ کو دیکھ کر دل
بغیر دانہ کے طائر نہ جال مین آوی

گرے اُس ابروے پر خم سے ہمسری کیونکر
کہان سی خم یہ کمان ہلال مین آوی

وہ خال رخنہ جو بکھری ہین لف کی بال
ستارہ دیکھیے کسکا وبال مین آوی

خدا جو اسکی قدمبوس ہو تو پھر کیونکر
نہ حسرت دل پائمال مین آوی

بلا سے وصل کا دن ہو ہی عید کا نہ سہی
کہ ایکبار تو وہ ایکبال مین آوی

ظفر وہ خواب مین کسطرح آئی تیرے پاس
کہ جب نہ خواب ہی رنج و ملال مین آوی

نہ مال سے نے زر سے نہ تدبیر سے چکے
چکے اگر اقبال تو تقدیر سے چکے

یہ انجم تابان نہین شعلے ہین نکلتے
آہ جگر عاشق دلگیر سے چکے

کہا یہ شاہ نے اعدا سے چاہیو تم کو — تو تف آنا کہ ہو میری نہ اختتام نماز
یہی ہو دلمین مری آرزو کہ تہ تیغ — ادھر تمام حیات اور ادھر تمام نماز
سر شک دیدۂ پر آب سے وضو کر کر — ہمیشہ پڑھتے ہین شبیر کے غلام نماز

نہو وی کوئی مجھے غم بجز غم شبیر
ظفر یہ مانگ یا پڑھ کی تو مدام نماز

مسدس بطور مرثیہ

نماز پڑھ کے سدا سجدۂ و قیام کو ساتھ — وظیفہ چاہیے ذکر غم امام کے ساتھ
اگر مے دوست ہے اس سر ور انام کے ساتھ — تو ورد صبح کے ساتھ اور ورد شام کے ساتھ

سلام شہ ہو صلواۃ علی الدوام کے ساتھ
کہ ہر نماز ادا ہوتی ہے سلام کے ساتھ

ہزار کوئی عبادات مین رہے مشغول — جو دل مین رکھتا نہو حب اہل بیت رسول
نماز اسکی نہ مقبول فی دعا مقبول — جو ہو تو دولت ہر دو جہان اس سے ہے حصول

سلام شہ ہو صلواۃ علی الدوام کے ساتھ
کہ ہر نماز ادا ہوتی ہے سلام کے ساتھ

بجز حسین ہو کوئی شفیع امتیاں — کرے جو وہ نہ شفاعت تو ہو عبث گیا

تمت

ایضاً

کہہ چکے غم سے بارہا ہین ہم
گرچہ آوارہ جون صبا ہین ہم
لیک لگ چلنے کو بلا ہین ہم

جرم ثابت ہوا ہے کیا ہمپر
نہین کھلتا یہ ماجرا ہمپر
اور اک اتہام ہے نیا ہمپر
اے بتو اسقدر جفا ہمپر
عاقبت بندہ خدا ہین ہم

تونے دیکھا جسے اٹھا کر چشم
کیا مفتون اسے دکھا کر چشم
سنکے یہ چشم سے ملا کر چشم
سرمہ آلودمت دکھا کر چشم
دیکھ اس وضع سے خفا ہین ہم

گرچہ ہوتی رہی جفا پہ جفا
پر نہ سرکے دہان سے اک دم
ہمپہ احسان یہ وفا نے کیا
تیرے کوچہ مین تا بہ مرگ رکھا
کشتۂ منت وفا ہین ہم

نہین مرہم خلل تن مجروح
ہے یہ اپنا عجب تن مجروح
دیکھو تو آکے اب تن مجروح
ہے نمک سود سب تن مجروح
تیرے کشتون مین میرزا ہین ہم

ہوئی ہمکو نصیب ضبنی غم
تھی وہ تھوڑی سی یا بہت سی غم
ہم نے اس طرح سے بسر کی غم
آستان ہی پہ تیرے گذری غم

لیک کہتے یہ دمبدم تو رہا | سبحہ گردان ہی میر ہمنور رہے

دست کوتاہ تا سبو نہ گیا

ایضاً

آشنائی کے جو قائل ہین الٰہی تو نہ دے | نہ یہ دے مہر و وفا دولت و حشمت وا دے

یار وہ ہین جو ہین یارونکی رفاقت کے لیے | کیا غرض لاکھ خدائی مین ہو دولت وا دے

اُن کا بندہ ہون جو بندہ ہین محبت وا دے

اسقدر خواہش نظارہ مجھے ہی تیری | چاہون مین اسکو چھپاؤن تو نہین چھپ سکتی

جبکہ لکھواتا ہون یار سے حقیقت اپنی | ہے ری حسرت دیدار مری ہای کو بھی

لکھتی ہین ہاے دو چشمی سے کتابت وا دے

پس مردن بھی مرقد پہ کوئی بھی نہ آیا یکبار | فاتحہ پڑھنے کو صد حیف نہ آیا یکبار

سوختہ جان کا بجز سوختہ جاں کون ہو یار | نہین جز شمع مجاور مری بالین مزار

نہین جز کثرت پروانہ زیارت وا دے

دمبدم کلبۂ احزان مین ہی دم گھبرائے | دم کے جانے مین مے اب ہی کوئی دم جائے

اور غمخوار تو صورت بھی نہین دکھلاتا | کبھی منوس ہی آتا کبھی رونا آتا

دل بیمار کے ہین دو ہی عیادت وا دے

بھیجون کیا نامہ مین لکھو کہ تجھین دل کا راز | ہوتی تحریر ہی بیتابی دل کی غماز

[illegible]

نصفتی شہر کوئی ہو کہ ہو قاضی شہر
ہوگا اس حاشیہ ہی دل کا لگانا آخر
اگر اسکے غضب اور رقیب اسکے ہیں قہر
زوال دنیا ہی عجب طرح کی علاوہ ہر

مرد دیندار کو بھی دہر یہ کر دیتی ہے

بھیجتا تھا بہت فوخط ہمیں خط پہلے بھی
ایک وہ حرف عتاب اب سہو نہ لکھنا بھی کبھی
ہو گئی اور بھی کچھ طرز کتابت اسکی
بڑھتی جاتی ہی جو مشق ستم اس ظالم کی

کچھ محبت مری اصلاح مگر دیتی ہے

گر تو عشق جوانی کا ہی چارہ دشوار
دار کے سر ہو پیر سہو نہ کیونکر کر کا
جسکو باور نہو وہ دیکھ لے اسکو سو بار
تب ہی شمع کی جب کم نہیں ہوتی تابی

اسکو کافور سفیدی سحر دیتی ہے

رکھتا ہی زیب گلو جیسے ظفر عشق کا طوق
منتہا ہی آہ و فغان سی ہی مجھ عشق میں شوق
حال رسوائی مرا سنتے ہی ہی یار کو شوق
کوئی غماز نہیں میری طرح سی آدمی

کان اسکے مری فریاد ہی بھر دیتی ہے

ایضاً

سرور انبیا وہ نبی جسکے نہیں بعد نبی
دیکھ شان تری عرش کی بھی شان بڑی
انبیا تجھسے کہیں قبلہ شفاعت طلبی
مرحبا سید مکی مدنی العربی

دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

سوز عصیان سے جگر سوختہ جب محلوقات — آئین صحرا تو قیامت مین طلبگار نجات
کہین بہر چشمۂ احسان ہے تمہاری نیات — ماہمہ تشنہ لبانیم تو ئی آب حیات
لطف فرماکہ ز حد میگذرد تشنہ لبے

ہے ظفر کے دل بیمار کا بھی حال وہی — اور اسی طرح سے اب چارۂ طلب وہ بھی
کہ گیا آگے شفا مین تری جیسے قدسی — سید الانت حبیبی وطبیب قلبی
آمدہ سوے تو قدسی پے درمان طلبی

ایضاً

جو عشق باز ہین وہ رہ دین آچکے — سر بازی وفا مین دیا گھر لٹا چکے
واعظ عرب کعبے تجھے ہم جتا چکے — جو دل قمار خانہ مین بت سے لگا چکے
وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

ساری حقیقت اپنی تو مری نہ کھلی — ہے بات اور قابل تحریر کون سی
لیکر قلم کو ہاتھ مین ہون سوچتا ہی — کیا خط مین مدعا لکھون اپنا کہ مدعی
چلے ہی انکو میری طرف سے پڑھا چکے

ہر چند اسکا لطف عداوت سے کم نہین — اور آمد آمد اسکی کچھ آفت سے کم نہین
پر اپنے حق مین وہ بھی عنایت سے کم نہین — آنا بلا سے اس کا قیامت سے کم نہین
مرتے ہین انتظار مین اک روز آچکے

بسم اللہ ہو ارادہ اگر ہے قتل کا | چھوڑے نہیں عتاب سے تا جان مبتلا
بسمل کی طرح آہ تڑپتا ہو نہیں سدا | کیا دیکھتا ہے تیغ نگہ ایسی اک لگا

قصہ تمام عمر کا اسے پر جفا سے چلے

ٹھہرے ہیں لحد کے واسطے خانہ بدوش | ورنہ یہ شہر خراب سدا اس خرابہ میں
کیا کیا نہ ہمنے آکے گیا اس خرابہ میں | اب خاک کے ہیں ڈھیر تو کیا اس خرابہ میں

پہلے تو ہم بھی خاک بہت سی اڑا چکے

کہدو ظفر یہ کعبہ کو ذوق | ہے کچھ تو وان بھی دیکھ تو میکدہ کو ذوق
تم دیکھ کر نہ حال میں کو میکدہ کو ذوق | بنکار و آج خوب چلو میکدہ کو ذوق

چھوڑو کہیں وظیفہ بہت پڑھ پڑھا چکے

ایضاً

یہ جانتے سب تنکے بھی ہیں اور گل زر بھی | اور دیتے گواہی ہیں دبرگ شجر بھی
ہے میری صلائام بھی: اور سحر بھی | گل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی

اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

مدت میں ہے مرگھر کی طرف سے جو گذرنا | دو چار گھڑی غیر کے تو پاس ٹھہرنا
اور مجھسے دو چار آنکھیں بھی اکبار نکرنا | کیا ضد ہے مرے ساتھ خدایا ذوگرنہ

کافی ہے تسلی کو مری ایک نظر بھی